معارفِ رضا

شمارہ سنہ ۱۹۹۲/۱۴۱۳ء

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان

معارفِ رضا

شمارہ سنۃ ۱۴۱۳/۱۹۹۲ء

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان (رجسٹرڈ)

معارف رضا

شمارہ دوازدہم

۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲ء

بانی ! سیّد ریاست علی قادری علیہ الرحمہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

۷/۲۳۴ تیسری منزل نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ، اسلامی جمہوریہ پاکستان

فون نمبر ۲۱۷۷۳۷ پوسٹ بکس نمبر ۴۸۹ ٹیلیگرام (المختار)

رسالہ	معارف رضا
شمارہ	دوازدھم ۱۹۹۲ء/ ۱۴۱۳ھ
اشاعت اول	ایک ہزار
قیمت	روپے
ناشر	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی
کمپوزر	کمپیکٹ سروسز روم نمبر ۱۱۴ بمبئی ہوٹل کراچی

ملنے کا پتہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، (رجسٹرڈ) کراچی

۷/۲۳۴ نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

از: امام احمد رضا محدث بریلوی

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

تم ہی حاکم برایا، تم ہی قاسم عطایا
تم ہی دافع بلایا، تم ہی شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

وہ کواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشان اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تری پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

فاذا فرغت فانصب یہ ملا ہے تجھ کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو! وقت بخشش آیا
کرو قسمت عطایا

والی الالٰہ فارغب کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کرو ان پہ اپنا سایا
بنو شافع خطایا

ارے اے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا
نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضا ترے دل، کا پتہ چلا بہ مشکل
در روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گریہ ساری شب ہے
کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا
نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے، سر چرخ زیر پا ہے
کبھی پیش در کھڑا ہے سر بندگی جھکایا
تو قدم میں عرش پایا

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

از: امام احمد رضا محدث بریلوی

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ اے مہر فروزاں ہم کو

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوہ جاناں ہم کو

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھادے وہ ادائے گل خنداں ہم کو

کاش آویزہ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

عرش جس خوبی رفتار کا پامال ہوا'
دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو

شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شرر آتش پنہاں ہو کو

خوف ہے سمع خراشی سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نا افغاں ہم کو

خاک ہو جائیں در پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سروساماں ہم کو

خار صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا بے سروسامان ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تری بیتابی سے
چین لینے دے تپ سینہ سوزاں ہم کو

پاؤں غربال ہوئے راہ مدینہ نہ ملی'
اے جنوں اب تو ملے رخصت زنداں ہم کو

میرے ہر زخم جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیح عربی کردے نمک داں ہم کو

سیر گلشن سے اسیران چمن کو کیا کام
نہ دے تکلیف چمن بلبل بستاں ہم کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

گر لب پاک سے اقرار شفاعت ہو جائے
یوں نہ بے چین رکھے جوشش عصیاں ہم کو

نیر حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ ملے سایہ داماں ہم کو

رحم فرمایئے اے شاہ کہ اب تاب نہیں
تابکے خون رلائے غم ہجراں ہم کو

چاک داماں میں نہ تھک جائیو اے دست جنوں
پرزے کرنا ہے ابھی جیب و گریباں ہم کو

پردہ اس چہرہ انور سے اٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہ تاباں ہم کو

اے رضا وصف رخ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

●●●●

منقبت

راجہ رشید محمود

کون ہے نعت نبی میں ہم زباں جبریل کا
مدحت آقا میں ہے محمود کا جو مقتدا

روح و جاں کی کیفیت کو روپ لفظوں کا دیا
کس نے لکھا اپنی تحریروں میں دل کا ماجرا

سر پہ ہے سایہ فگن کس کے ردائے مصطفیٰ
سینہ مہتاب میں ہے عکس کس کی چاہ کا

غوث اعظم کی محبت کا سبق کس نے دیا
لامکاں کے مہماں کا کس سے ملتا ہے پتا

کون ہے جس کے فتاویٰ ہیں ہمارے رہنما
کس کے ملفوظات و تصنیفات کا چرچا ہوا

قامت تکمیل پر موزوں ہے کس کی منقبت
میرے ہونٹوں پر شبانہ روز ہے کس کی ثناء

دولت عشق پیغمبر کس کو حاصل ہوگئی
گنج استغنا سے کون اس درجہ بہرہ ور ہوا

زندگی ہے سینہ الفت میں کس کے نام سے
ہے رواں سکہ دل مسلم پہ کس کے نام کا

بستی اوہام کس کی کوششوں سے ڈھے گئی
منزل ایقان و عرفان کا ملا کس سے پتا

کون ہے لکھتا رہا جو خامہ احساس سے
لوح اخلاص و محبت پر حروف خوشنما

زندگی کس کی رہی ہے ہر برائی کی حریف
کون احقاق حق و ابطال باطل کی صدا

نخل تزویر رواداری کا دشمن کون ہے
دیں کے ہر دشمن کا استیصال کس کا ادعا

ہر فصیل قلعہ باطل ہوئی دیوار ریگ
کام یہ کس صاحب عظمت کی ٹھوکر سے ہوا

کس سے زنجیر تحجر کے پرخچے اڑ گئے
پرچم انسانیت کس شخص نے اونچا کیا

اا ت سرکار کے کس نے کھلائے ہیں گلاب
کس نے بخشش کے حدائق کا کیا ہے تذکرہ

گلاب کا ہر نکتہ ہے اسرار و غوامض کا جہاں
کس کی تحریروں کا ہر فقرہ معانی آشنا

علم کس کا ہے ہمہ گیر اور کس کے خانہ زاد
ہیئت و توقیت ہیں اور صرف ونحو وفلسفہ

وارث علم نبوت کون ہے، ازبر جسے
ہیں ریاضی، منطق و تاریخ اور جغرافیہ

ہے جعفر کا اور نجوم وید کا ماہر کون شخص
کون تفسیر و حدیث و فقہ سے ہے آشنا

جو صدی گزری، مجدد اس کا بے شک وگماں
کون ہے اس بندہ محبوب خالق کے سوا

وہ امام اہل سنت، عبقری اسلام کا
سیدی احمد رضا خاں ہے فنافی المصطفیٰ

مشمولات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

تھا ملاقات رضا کا ہمیں ایک عمر سے شوق
بارے آج اس کو مدینہ میں غزل خواں دیکھا

قارئین کرام! گزشتہ سال امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس (کراچی' لاہور' اسلام آباد) کا کامیاب انعقاد اللہ جلہ جلالہ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم کا مرہون منت ہے۔ پاکستان کے تین اہم شہروں میں بین الاقوامی سطح پر اس کانفرنس کا انعقاد یقیناً ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی ۱۲ سالہ زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم ابھی اپنی اس کامیابی کا جشن بھی نہ منانے پائے تھے کہ ہمارے ادارے کے بانی' صدر اور روح رواں حضرت سید ریاست علی قادری صاحب ۳ جنوری ۱۹۹۲ء بروز جمعہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر اللہ حی قیوم کی بارگاہ میں پیش ہوگئے اور ہم سب کو گریاں اور سوگوار چھوڑ گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** یہ ایک ایسا سانحہ تھا جس نے اراکین ادارہ کی قوت گویائی سلب کرلی اور فکر کو مفلوج کردیا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب اتنی جلدی کیونکر اور کیسے ہوا؟ سید صاحب بدھ کو اراکین ادارہ سے گلے مل کر جمعرات کی صبح ٹرین سے راولپنڈی روانہ ہوئے راستہ میں دل کا دورہ پڑا۔ راولپنڈی ریلوے اسٹیشن سے اسلام آباد اپنے گھر تک مزید ایک گھنٹہ کا سفر ٹیکسی سے اسی حالت میں طے کیا' مجموعی طور سے ۱۰' ۱۲ گھنٹہ اسی درد کی کیفیت میں گزرے۔ گھر پہنچتے ہی اسپتال لے جائے گئے جہاں انتہائی نگہداشت کے کمرے میں پہنچتے ہی پانی پیا' اللہ کا نام لیا اور انتقال کر گئے۔ اللہ تعالی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کی مغفرت فرمائے اور اعلی علین میں جگہ عطا فرمائے (آمین) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سالنامہ "معارف رضا" کے اجراء اور امام احمد رضا کانفرنس کے سال بہ سال انعقاد میں سید صاحب مرحوم کی ذاتی کاوشوں اور جدوجہد کا بہت بڑا حصہ تھا۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے' وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے' وہ عاشق تھے اللہ عزوجل کے' وہ عاشق تھے اللہ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے' وہ عاشق تھے ان کے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی نسبت رکھتے تھے۔ وہ عاشق تھے اس عاشق صادق کے جس کا نام امام احمد رضا خاں ہے' وہ جو خود کو "عبدالمصطفیٰ" کہلوانے پر فخر محسوس کرتا تھا' وہ جو اپنوں اور بیگانوں میں "عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ جس کو عالم نے "امام وقت اور مجدد دین وملت" کے لقب سے پکارا۔

بہرحال سید صاحب چلے گئے' ان کو ایک دن جانا ہی تھا اور سب ہی کو ایک دن اس دنیا سے جانا ہے۔ لیکن سید صاحب اپنے خون جگر سے عشق و محبت کی ایک داستان رقم کر گئے۔ ایک ایسا

ادارہ قائم کر گئے جو رہتی دنیا تک ان کی یاد دلاتا اور مناتا رہے گا۔ جب بھی امام احمد رضا قدس اللہ سرہ العزیز پر کوئی علمی اور تحقیقی کام ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے توسط سے منصہ شہود پر آئے گا سید ریاست علی قادری کا نام بھی اس کے ساتھ لکھا جائے گا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

قارئین ذی وقار! اس بار امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء کے موقع پر "معارف رضا" نئے عناوین و مصادر سے مزین ہو کر ارباب علم و دانش کی نگاہ نکتہ بیں کی خوشہ چینی کے لئے حاضر ہے۔ ایک فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ محدث بھی ہو، مفسر بھی ہو مورخ بھی ہو ۲۵ سے زیادہ علوم اسلامی میں اس کو مہارت ہو اور اپنے زمانے کے تمام علوم پر حاوی ہو امام احمد رضا ایک عظیم فقیہ تھے اس لئے ایک عظیم مفسر بھی تھے۔ ان کی اگرچہ کوئی باقاعدہ تفسیر موجود نہیں ہے مگر ان کے فتاویٰ کی ۱۲ ضخیم جلدوں اور ایک ہزار سے زیادہ دیگر کتب و حواشی میں تفاسیر قرآن کا ایک ذخیرہ موجود ہے جس کو اگر مدون کیا جائے تو اس کی ضخیم جلدیں بن سکتی ہیں۔

معزز قارئین کے استفادہ کے لیے اس بار ہم امام احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے رشحات قلم کے جن شہ پاروں سے معارف رضا کی ابتداء کر رہے ہیں وہ "تفسیر رضا" کے دو شاہکار نمونے ہیں جن کا تعلق قرآن مجید کی دو مختلف آیات سے ہے۔ ایک سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت **سبحان الذی اسری بعبدہ** اور دوسری کا تعلق سورہ فتح کی آیت نمبر ۲ یعنی **لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر** سے ہے۔ ان دونوں آیات کی تفسیر کے مطالعہ سے امام احمد رضا قدس اللہ سرہ العزیز کی قرآن فہمی، عربی لغت و محاورات پر حیرت انگیز دسترس، تفاسیر سابقہ پر گہری نظر، احادیث و آثار ائمہ پر استحضار کامل کا پتہ چلتا ہے۔

"کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" امام احمد رضا کے اردو ترجمہ قرآن کا عنوان ہے۔ یہ تراجم اسم بامسمیٰ ہے۔ قاری کے قلب و ذہن کو حلاوت ایمانی کی لذت میسر آتی ہے۔ مقصود کلام الٰہی سمجھ میں آتا ہے آیات محکمات پر ایمان مضبوط ہوتا ہے، متشابہات کے اشکال رفع ہوتے ہیں۔ اس کے ادبی محاسن پر گزشتہ ۱۵ برسوں میں اہل علم و ادب نے بہت کچھ لکھا ہے، اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس کی گوناگوں اور نادر خصوصیات نے بہت سے محققین اور ریسرچ اسکالرز کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے جو اس عنوان پر تحقیقی مقالات تحریر کر رہے ہیں۔ اس شمارے میں ہم، ادارہ کے سرپرست اعلیٰ ماہر رضویات محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کا مختصر مگر جامعہ مضمون "کنز الایمان کا ایک مختصر ادبی جائزہ" کے عنوان سے شائع کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنی تحقیقی تخلیقات کے حوالے سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ خصوصاً امام احمد رضا کی عبقری شخصیت، ان کے علمی اور ملی کارناموں اور ان کے فکر و مشن کے حوالے سے گزشتہ ۲۰، ۲۵ سال میں جتنا لٹریچر شائع ہو کر منظر عام پر آیا ہے وہ زیادہ تر آپ ہی کی تحریر و تحقیق اور ترغیب و تشویق کا مرہون منت ہے۔

علم حدیث اور اصول علم حدیث میں امام احمد رضا کو علماء عرب و عجم نے امام فن کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ شیخ الحدیث والتفسیر علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری ابن علامہ مفتی امجد علی اعظمی "صاحب بہار شریعت" رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مقالہ "امام احمد رضا بحیثیت امام فن حدیث" میں امام احمد رضا کی اس خوبی کو اجاگر کیا ہے۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمتہ دارالعلوم امجدیہ کراچی کی عظیم دینی درسگاہ میں الحمد اللہ چالیس سال تک مسند شیخ الحدیث پر فائز رہے اور زندگی کی آخری سانس تک درس و تدریس اور علم حدیث کی خدمت میں مصروف رہے۔ علم حدیث اور اصول علم حدیث کے حوالے سے ایسے شخص سے بہتر امام احمد رضا کی ان علوم پر دستگاہ کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

"امام احمد رضا پر تحقیقات کی نئی جہات۔ فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے" یہ عنوان تھا اس مقالہ کا جو ادارہ کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے امام احمد رضا کانفرنس و سیمینار منعقدہ لکھنؤ مورخہ ۱۴، ۱۵ اپریل ۱۹۹۲ء میں پڑھا تھا اس کانفرنس میں ہندوستان بھر سے تقریباً سو (۱۰۰) اسکالرز علماء اور دانشور شریک ہوئے تھے۔ علم و ادب کی سرزمین لکھنؤ میں یہ پہلی علمی کانفرنس تھی جو امام احمد رضا کے حوالے سے منعقد کی گئی۔ اس کا سہرا نوجوان فاضل حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی حشمتی زید مجدہ صدر مدرس دارالعلوم محمدیہ رودولی شریف ضلع بارہ بنکی کے سر ہے، جنہوں نے مختلف تنظیموں کے تعاون سے اور اپنی شب و روز کی کوششوں سے اس کانفرنس کے انعقاد کو ممکن بنایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے ساتھیوں کی مساعی کو قبول فرمائے اور آئندہ اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی قوت و ہمت عطا فرمائے (آمین)

محترم پروفیسر مجید اللہ قادری زید مجدہ، نوجوان محقق اور ادارہ کے جنرل سیکریٹری ہیں وہ امام احمد رضا کی علمی بصیرت پر کئی تحقیقی مقالے سپرد قلم کرچکے ہیں، ۱۹۸۸ء کی امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر انہوں نے "فتاویٰ رضویہ کا ایک موضوعاتی جائزہ" کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا تھا۔ جس میں فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ جلدوں میں سے نو مطبوعہ جلدوں کے موضوعات کا جائزہ پیش کیا تھا۔ آٹھویں، نویں اور بارہویں جلد غیر مطبوعہ ہونے کی وجہ سے اس پر تبصرہ ممکن نہ تھا اب بحمداللہ نویں جلد، ہندوستان سے اور اب پاکستان سے (مکتبہ رضویہ کراچی) سے شائع ہوچکی ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کے حوالے سے ایک مختصر مگر جامع جائزہ پیش کیا ہے جو اہل علم اور تحقیق کے جویا حضرات کے استفادہ کے لئے معارف رضا میں شامل کیا جارہا ہے۔

حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی قادری مدظلہ، صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمتہ کے فاضل شاگردوں میں ایک محترم و معتبر نام ہے جو تعارف کا محتاج نہیں آپ کی علمی اور تدریسی خدمات بے شمار ہیں امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس لکھنؤ منعقدہ ۱۴، ۱۵ اپریل ۱۹۹۲ء میں آپ نے ایک مقالہ بعنوان "امام احمد رضا اور تحفظ ناموس رسالت" پڑھا تھا جو ہم مولانا عبدالمصطفیٰ

صدیقی زید مجدہ کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ لکھنؤ کانفرنس کے حوالے سے دو اور مقالے بھی معارف رضا کی زینت ہیں ایک " دعوت حق کے مرحلہ میں امام احمد رضا کی زبان کی نرمی اور فروتنی" اور دوسرا " امام احمد رضا کا ذوق عبادت" یہ دونوں مقالے اعلیٰ حضرت کے مکتوب کے حوالوں سے تحریر کئے گئے ہیں۔ اول الذکر کے مصنف رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری دامت برکاتہم العالیہ' نائب صدر اول ورلڈ اسلامک مشن و چیرمین ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ ہیں۔ حضرت علامہ صاحب کی تصنیفی اور تنظیمی خدمات سے ایک زمانہ واقف ہے' ان کی تحریروں میں سلاست و روانی' برجستگی و ڈرامائی اور مکالماتی تاثر قاری کو فوراً اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ الفاظ کے بادشاہ ہیں' محاورات' اور روزمرہ کے استعمال سے اچھی طرح واقف ہیں' اور اشعار کے انتخاب میں منفرد۔ دوسرا مقالہ نوجوان فاضل مفتی حضرت علامہ محمد نظام الدین رضوی مصباحی استاد جامعہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ کا نتیجۂ فکر ہے حضرت مولانا کے فضل و علم کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کے ہندوستان میں بینکاری' تجارت' اور معیشت کو اسلامی اصولوں کے تحت چلانے کے لئے ندوۃ العلماء اور دیوبند اور علی گڑھ کے جید علماء اور فضلاء پر مشتمل جو مجلس شرعیہ تشکیل دی گئی ہے بریلوی مکتبہ فکر کی طرف سے آپ واحد نمائندہ ہیں اور اس سلسلہ میں نہایت مفید تجاویز پیش کرچکے ہیں۔ سراج احمد القادری بستوی سرزمین ہند کے ایک ابھرتے ہوئے نوجوان عالم اور قلمکار ہیں ان کا مضمون " امام احمد رضا محدث بریلوی اور اسلامی معاشرے کی اصلاح " کے عنوان سے شامل اشاعت ہے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ وابستگی اور شیفتگی ضرب المثل بن چکی ہے۔ فاضل محقق مولانا قاضی حسن رضا صاحب ہزاروی زید مجدہ' (ابن حضرت مولانا قاضی عبدالدائم صاحب مدظلہ) نے اپنے مضمون "فتاوئی رضویہ اور عشق و ادب" میں جدید اور دل پذیر انداز میں بارگاہ رسالت میں امام احمد رضا کی حضوری اور حاضری کی جھلکیاں دکھائی ہیں۔

نثرنگاری کی طرح امام احمد رضا کی شاعری بھی سراپا عشق و محبت کا عنوان ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں انہوں نے اپنے عقیدہ مسلک کا اظہار فرمایا ہے عقیدہ ختم نبوت مسلمان کے ایمان کی جان ہے اسلام آباد کے معروف قلمکار سید شبیر حسین شاہ زاہد صاحب نے امام احمد رضا کی شاعری کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ جس طرح امام احمد رضا نے نثرنگاری میں اس عقیدہ کا تحفظ کیا اور مخالفین ختم نبوت کی توبیخ اور ان کا تعاقب کیا اسی طرح انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں ختم نبوت کے عقیدہ کا اثبات اور گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رد فرمایا ہے خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ امام صاحب کو اردو' فارسی' عربی اور ہندی زبان اور شعروادب میں جو کمال حاصل تھا اس کے نمونے مشہور

مورخ اور قلمکار علامہ محمود احمد قادری صاحب نے علامہ نیاز فتحپوری کے تاثرات کے حوالے سے اپنے ایک مختصر مقالہ میں پیش کئے ہیں۔ اس کے علاوہ سرزمین بریلی کے نوجوان محقق پروفیسر محمود حسین (ایم فل علیگ) صاحب کا امام احمد رضا بریلوی کی عربی شاعری پر ایک تحقیقی مقالہ بھی اہل ذوق کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔ یہ مقالہ گزشتہ سال امام احمد رضا انٹر نیشنل کانفرنس ۱۹۹۱ء میں پڑھا گیا تھا اور سامعین نے اس کو بہت سراہا تھا یاد رہے کہ پروفیسر صاحب نے علی گڑھ یونیورسٹی سے اما احمد رضا کی عربی شاعری پر ایم فل کیا ہے۔ امام احمد رضا کے ایک اور ہم وطن اور معروف مصنف محترم عبدالنعیم عزیزی صاحب (علیگ) نے اعلیٰ حضرت کی شاعری کے نئے اور اچھوتے زاویئے سے اپنے مقالے "کلام رضا اور ضلع جگت" اور "کلام رضا میں سائنس اور ریاضی کی اصطلاحات" میں پیش کئے ہیں عزیزی صاحب کی یہ تحریر جہاں جدید علوم پر امام احمد رضا کی دسترس کی غمازی کرتی ہے وہیں خود صاحبِ مضمون کی دقت نظری اور وسعت مطالعہ کا بھی مظہر ہے

ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ دہلی۔ کے ڈپٹی ڈائریکٹر مشہور محقق اور قلمکار ڈاکٹر سید جمال الدین مارہروی نے ایک نہایت دقیع، تحقیقی اور فکر انگیز مقالہ گزشتہ سال انٹر نیشنل امام احمد رضا کانفرنس کراچی میں پڑھا تھا اہل تحقیق نے اس مقالہ کو بہت سراہا مقالہ کا عنوان ہے "وہابی تناظر میں بریلوی تحریک کا مطالعہ۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بہت خوبصورت اور مبرہن انداز میں اس کا تعاقب کیا ہے اور واضح طور پر ثابت کیا ہے کہ بابرا متکاف کی بزعم خویش یہ تحقیق، اہل تحقیق کے نزدیک قطعی مستند نہیں، اس لئے کہ ان کی تحقیق کے ماخذ و مصادر امام احمد رضا کے اپنے لٹریچر کے بجائے ان کے مخالفین کا تحریر شدہ اور مہیا کردہ لٹریچر ہے۔ مستقبل کے ریسرچ اسکالرز خصوصاً غیر جانبدار علماء اور محققین کے افادہ کے لئے معارف رضا کے صفحات میں اسی مقالہ کو نمایاں جگہ دی گئی ہے امام احمد رضا کی شخصیات اور فکر پر کام کرنے والے اسکالرز کے لئے اس میں نئے زاویئے اور نئی جہات ہیں۔

ہمدرد یونیورسٹی دہلی شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے استاد محترم ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب سے "معارف رضا" کے قارئین اچھی طرح واقف ہیں ہندوستان کے نوجوان قلمکار فضلاء میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں تصنیف و تالیف اور تحقیق و مطالعہ ان کا بہترین مشغلہ ہے۔ بیسیوں کتابوں اور سو سے زیادہ مقالوں کے مصنف ہیں متنوع علمی اور ادبی عنوانات پر لکھتے ہیں ماشاء اللہ خوب لکھتے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں تحریر و تقریر دونوں میں دسترس رکھتے ہیں۔

اس بار "معارف رضا" میں ان کے مقالہ کا عنوان ہے "امام احمد رضا اور مولانا محمد طیب عرب مکی کی نظریہ تقلید کا ایک تقابلی مطالعہ" اس کے مطالعہ سے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی عبقریت اور ان کے علمی قدو قامت کے چند نئے اور روشن پہلو سامنے آئے ہیں۔ ان

کی زیر تحریر ایک تحقیقی کتاب "اختلافات رضا" کا خاکہ بھی علماء کے استفادہ کے لئے معارف رضا میں شامل ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب، گورنمنٹ کالج گجرانوالہ کے ایک قابل استاذ ہیں انہوں نے امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس منعقدہ ۱۹۹۲ء لاہور میں ایک مقالہ "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، ہمہ صفت موصوف" کے عنوان سے پیش کیا تھا مقالہ کی افادیت کے پیش نظر معارف رضا میں شائع کیا جارہا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کی سیرت کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ آپ اپنے ہمعصر علماء اور مشائخ کے ساتھ خصوصاً خانوادہ سادات کرام کے علماء و مشائخ سے بڑے نیازمندانہ اور اخلاص و محبت کے تعلقات رکھتے ان کے آداب و مراتب کا خاص خیال فرماتے، سادات کرام سے خصوصی محبت و نیاز مندی کا اظہار فرماتے اور ان محترم لوگوں کے ساتھ ملنے ملانے کا خاص اہتمام فرماتے، مولانا شاہ سید احمد اجمل صاحب قبلہ کے مضمون "خانوادہ رضویہ اور دائرہ شاہ اجمل کے باہمی روابط" میں امام احمد رضا کی سیرت کے اسی رخ کا جمال دکھایا گیا ہے۔

امام احمد رضا کے علم و کمال اور فضل و عرفان کو بارگاہ نبوی سے سند حاصل تھی یہ ان کے اس جذبہ عشق کا صدقہ تھا جو ان کو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے ساتھ تھا۔ امام احمد رضا کی نگاہ کیمیا گر نے جن افراد کا تزکیہ نفس کیا خصوصی تربیت اور علم و حکمت کی تعلیم سے مزین کیا، ان پر بھی بارگاہ نبوی کا فیض جاری ہوا اور وہ سب اپنے زمانے کے اعتبار سے علم و فضل کے ماہتاب و آفتاب قرار پائے۔ ان نفوس قدسیہ نے اعلیٰ حضرت سے روحانی اور علمی دونوں اعتبار سے اکتساب فیض کیا۔ امام احمد رضا نے جن حضرات کو اجازت و خرقہ خلافت سے نوازا ان میں علامہ مولانا ابویوسف محمد شریف کوٹلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکت بھی شامل ہے آپ بلند پایہ عالم اور ممتاز پیر طریقت تھے اعلیٰ حضرت نے آپ کی فقیہانہ شان کو دیکھتے ہوئے آپ کو فقیہ اعظم کا خطاب عطا کیا تھا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی عبقریت اور مجتہدیت کو جہاں ان کے ہمعصر اصاغر علماء و فضلاء نے خراج تحسین پیش کیا ہے وہیں اس وقت کے اکابرین نے بھی ان کے علم و فضل کی داد دی ہے اور ان کی جلالت علمی کا اعتراف کیا ہے۔ ہندوستان کی اسلامی علوم کی عظیم درسگاہ مصباح العلوم جامعہ اشرفیہ مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ کی معروف شخصیت علامہ مفتی عبدالمبین نعمانی قادری مدظلہ العالی نے اس نئے موضوع پر قلم اٹھایا ہے ان کا مقالہ "امام احمد رضا کی عبقریت اکابرین کی نظر میں" قارئین کی تواضع طبع کے لئے حاضر ہے۔ حضرت مفتی صاحب ایک تجربہ کار استاذ، صاحب طرز قلمکار، متعدد کتابوں اور تحقیقی مقالات کے مصنف ہیں، علوم اسلامیہ پر گہری گرفت رکھتے ہیں ان کا مطالعہ وسیع ہے تحریر متانت و سنجیدگی اور دلائل و براہین سے مزین ہوتی ہے۔

(بقیہ ۲۳ ص)

تفسیرِ رضا

امام احمد رضا خان بریلوی ؒ

امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز ان ہستیوں میں سے ہیں جو درحقیقت حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے صحیح جانشین ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ہر علم کے ہر گوشے پر قلم اٹھایا اور اس سے علم و عرفان کے ایسے موتی بکھیرے کے وہ مشکل ہی سے کہیں سے ہاتھ آتے ہیں اور یہ سب صدقہ ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کا مجدد دین وملت نے بارہا برملا اظہار کیا کہ فیض کے یہ دریا سب ادھر ہی سے آرہے ہیں چنانچہ اپنے زمانے کے کسی علم کا کوئی گوشہ ایسا نہ چھوڑا جس پر باقاعدہ تصنیف یادگار نہ چھوڑی ہو۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جہاں مختلف تفاسیر پر حاشیہ چڑھائے ہیں وہیں اپنی تحریر میں جگہ جگہ آیات فرقان حمید کی تفسیر خود بھی فرمائی ہے اگرچہ کتابی صورت میں آپ کی تفسیر موجود تو نہیں لیکن مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ اگر آپ کی تمام تصانیف کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یقیناً کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل آیات قرآنی کی تفسیر مرتب کی جا سکتی ہے۔ آپ نے ایک بار تفسیر لکھنا شروع کی تو صرف سورۂ "والضحیٰ" کی تفسیر میں آٹھ سو صفحات قلم بند کر ڈالے۔ یہاں ہم فتاویٰ رضویہ کی جلد نہم سے سورۃ الفتح کی دوسری آیت لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر کی تفسیر نقل کر رہے ہیں جو آپ نے دراصل ایک ہندو آریہ راما سنگھم کے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے تحریر فرمائی ہے جس میں اعلیٰ حضرت نے لفظ "ذنب" کی بھرپور تشریح فرمائی ہے۔

جب کہ دوسری تفسیر سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی روشنی میں تحریر فرمائی جس میں آپ نے لفظ "سبحان" کی خصوصیات کی روشنی میں سفر معراج کی حقانیت ثابت کی اور آگے چل کر سفر معراج کے دن کی بجائے شب میں وقوع پذیر ہونے کی حکمت بیان فرمائی ہے۔ اور اس سفر کو عالم بیداری میں مع جسم و روح کے طے کرنے کے دلائل و شواہد دیئے ہیں۔

(ادارہ)

مسئلہ۔ مسئولہ مولینا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پردسی جی برہمچاری از شہر محلہ باسمنڈی ۳ ربیع الاول شریف ۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کی دس جنوری کی اشاعت میں راما سنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے پہلی دو میں رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا ہے "تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ" تیسری آیت کا مطلب یہ ہے "فی الواقعی ہم نے تیرے واسطے بلا شبہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے" مسٹر حسن ہم کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان آیات میں "تو" سے مراد تو ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ اسلام کے نبی کے پیروؤں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرف ہے یہ بات مشکل ہے کہ اس مباحثہ کو قابل یقین سمجھا جائے کیونکہ اگر عربی زبان ایسی ہی پیچیدہ ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اپنی خواہش کے مطابق مطلب لے سکتا ہے تب قرآن عظیم سے جو چاہیں مطلب لے سکتے ہیں تاہم مسٹر حسن کا یہ بیان ہے کہ وہ آیات زیر مباحثہ کے ان معنوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور قرآن عظیم کے مفسرین کی صنعت کو مانتے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ مسٹر حسن نے تفسیروں کو غور سے نہیں پڑھا ہے کیونکہ میں ذیل میں یہ دکھاؤں گا کہ قرآن عظیم کی مسلم مفسرین محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو (معاذ اللہ) صاف طور سے مانتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان خاص گناہوں کو بتاتے ہیں جن کی بابت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معافی مانگنے کو کہا گیا ہے ہم وہ تین آیات لیتے ہیں جو راما سنگھم نے نقل کی ہیں اور سورہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اکتیسویں آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ "تو معافی مانگ اپنے گناہوں اور اپنے معتقدین کی خواہ مرد ہوں یا عورت" یہاں پر کسی حالت میں بھی "تو" کے معنی پیروؤں کے نہیں ہو سکتے چونکہ ان لوگوں کا ذکر خود بھی آچکا ہے "اور" حرف عطف سب پیچیدگیوں کو صاف کر دیتا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے اپنی اور بعد کو اپنے پیروؤں کی معافی مانگنے کو کہا گیا ہے۔ دوسری سورہ مومن کی پچیسویں آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے "تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ" اس بات کو یقین کرنا دشوار ہے کہ آپ کے مسٹر حسن نے درحقیقت مفسرین سے دریافت کیا ہو گا کہ اگر وہ دریافت کر لیتے تو کبھی نہ کہتے کہ وے لوگ اس بات کو راما سنگھم پر صاف عیاں کر دیں گے کہ مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر گناہ سے معصوم ہیں اس سے کہیں دور وہ صاف طور سے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گنہگاری کو

مانتے ہیں ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح سے کہتے ہیں **واستغفر لذنبک لتقصیر و شکر ما نعم اللہ علیک و علی اصحابک** اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے اور تیرے پیروؤں پر کی۔ زمخشری ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر الکشاف میں لکھتے ہیں۔

"لکی یغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک قبل الوحی وما تاخر وما یکون بعد الوحی الی الموت"۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت معاف کردے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس سوال میں آریہ نے افترا و جہالت و نافہمی و بے ایمانی سب سے کام لیا ہے (۱) عبارت کہ کشاف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے کشاف میں اس کا پتہ نہیں (۲) بالفرض اگر کشاف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بے ادب کی تصنیف ہے اور اس کا کیا اعتبار (۳) یہ تفسیر کہ منسوب بہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے نہ ان کی کتاب ہے نہ ان سے ثابت یہ بہ سند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے تفسیر اتقان شریف جلد دوم صفحہ ۸۰ میں ہے **واوھی طرقہ طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلک روایتہ محمد بن مروان اسدی الصغیر فھی سلسلتہ الکذب** (۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی۔ عبارت یہ ہے **لتقصیر الشکر علی ماانعم اللہ علیک وعلی اصحابک** یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیں کہاں کمی اور کہاں غفلت نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقتہً "غیر متناہی بالفعل ہیں **کماحققہ المفتی ابن السعود فی ارشاد عقل السلیم قال اللہ عزوجل وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا** اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کرسکتا ہے۔

از دست و زباں کہ برآید
کز عہدۂ شکرش بدر آید

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بہ معنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہروقت ہرلحہ ہر آن ہرحال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر، خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا (۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقتہً "ذنب بہ معنی گناہ نہیں **ماتقدم** سے کیا مراد لیا وحی اترنے سے پیشتر کے اور گناہ کسے کہتے ہیں مخالفت فرمان کو اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا وحی سے تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفت فرمان کے کیا معنی اور جب مخالفت فرمان نہیں تو گناہ کیا (۶) جس طرح **ماتقدم** میں ثابت ہولیا کہ حقیقتہً "ذنب نہیں ہیں **ماتاخر** میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اترا او

انھیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقتہ "گناہ ہونا کوئی معنی نہ رکھتا تھا یوں بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اتری اسی طریقے سے ان کو ماتاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعتہ" (۷) [illegible] نہ ہر مفسر معیب۔ مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیت کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات و فحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انھیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں ابلی کھلی پھر رہی ہے اور خود بندگان وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھونے فحش لکھے ان سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً یجروید میں ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ "او سیکڑوں کی طرح کی عقل و علم رکھنے والو تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کروا اے اماں جان تو بھی ایسا ہی کر" نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ "اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا میں فرزند تجھ کو بہت عمدہ نصیحت کرتا ہوں" ماتا جی کہتی ہے "اے لائق بیٹے میں والدہ تیرے گھوڑے گائیں زمین کپڑے جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر۔" اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر [illegible] کے متعلق ہے اس کے ہزار سر ہیں ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے اولٹا سیدھا تب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے نیز ویدوں میں اوسکا نام سروبیاپک ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا ہوا ہر چیز میں رما ہوا ہر خلا میں گھسا ہوا ہے ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی ان کی کایا پلٹ کی اور انھیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کر دو خواہ حکمت سے تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہو سکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے (۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بے چارہ نیا کھا کر اس سے عہدہ بر آ ہو سکتا ہے۔

نباشد | بہ | آئین | تحقیق | دال
کچوری | وپوری | وبھجیاں | و | دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے۔ **الاحتمال بطل الاستدلال** سورہ مومن و سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کونسی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ مومن میں تو اتنا ہے **واستغفر لذنبک** اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لئے

انزا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے **اقیمو الصلوٰۃ** نماز برپا رکھو یہ خطاب جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے **لانذرکم بہ و من بلغ** کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدک اللہ تعالیٰ میں کوئی خاص شخص مراد نہیں خود قرآن عظیم میں فرمایا **ارایت الذی ینھی عبدا۔ اذا صلی ارایت ان کان علی الھدیٰ○ اوامر بالتقویٰ○** ابو جہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیت کریمہ اتریں کہ "کیا تو نے دیکھا اسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے"۔ یہاں بندے سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف بلکہ فرماتا ہے **فما یکذبک بعد بالدین** ان روشن دلیلوں کے بعد کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے یوہیں دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے لئے گناہ کی معافی مانگ (۹) بلکہ آیت **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں اس کی ابتدا یوں ہے **فاعلم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر لذنبک و للمومنین والمومنٰت۔** جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی معافی چاہ تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی **لا الہ الا اللہ** نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل لا حاصل ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ **واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم○** اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے اگر **فاعلم** میں تاویل کرے تو **ذنبک** میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر **ذنبک** میں تاویل نہیں کرتا تو **فاعلم** میں تاویل کیسے کر سکتا ہے دونوں پر ہمارا مطلب حاصل اور مدعی معاند کا استدلال زائل (۱۰) دونوں آیۃ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا جیسے کسی سے کہنا **اکرم ضیفک** اپنے مہمان کی عزت کرنا اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا (۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ **وعصیٰ اٰدم ربہ** آدم نے اپنے رب کی معصیت کی حالانکہ خود فرماتا ہے **فنسی ولم نجد لہ عزما** آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ

خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی **ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا** اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں (۱۲) جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہو گا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لئے وارد ہوا **حسنات الابرار سیئات المقربین** نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (۱۳) آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی' اردو' ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یوں ہی کرایہ دار کی طرف' یوں ہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کئے جریب ہوا یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت اور اضافت موجود۔ یوہیں بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا تو **ذنبک** سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد **وللمومنین والمومنت** تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لئے اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیرووں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے **رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنت** اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو۔ (۱۴) اسی وجہ پر کریمہ سورۃ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور **ماتقدم من ذنبک** تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبداللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثنا انبیائے کرام مثل آدم وشیث ونوح و خلیل و اسمٰعیل علیہم الصلوۃ والسلام اور **ماتاخر** تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت و امت مرحومہ تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ والحمد للہ رب العلمین۔ (۱۵) **ماتقدم و ماتاخر** سے قبل و بعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع وللہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ شفیع المذنبین وبارک وسلم الی یوم الدین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مرسلہ محمد عبدالواحد خان مسلم بمبئی اسلام پورہ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو اسکول۔ ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

واجب الاحترام والتعظیم اعلیٰ حضرت مد ظلہم سبحان الذی الخ میں سبحان کے لفظ میں کیا خصوصیت ہے اور آپ کو رات کو کیوں معراج ہوئی دن کو کیوں نہ ہوئی' بیان کیجئے۔

حضرت عزت جل و علا اپنے محبوبوں کی مدح سے اپنی حمد فرمایا کرتا ہے اس کی ابتدا کہیں ہوالذی سے ہوئی ہے جیسے **ہوالذی بعث فی الامیین رسولا منہم۔ ہوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق** ۔ کہیں تبارک الذی سے **تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا** کہیں حمد سے جیسے **الحمدللہ الذی نزل علی عبدہ الکتب ولم یجعل لہ عوجا** یہاں تسبیح سے ابتدا فرمائی ہے **سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام** اس میں ایک صریح نکتہ یہ ہے کہ جو بات نہایت عجیب ہوتی ہے اس پر تسبیح کی جاتی ہے **سبحن الذی** کیسی عمدہ چیز ہے سبحن کیسی عجیب بات ہے جسم کے ساتھ آسمان پر تشریف لے جانا کرہ زمہریر طے فرمانا' کرہ نار طے فرمانا' کروڑوں برس کی راہ کو چند ساعت میں طے فرمانا' تمام ملک و ملکوت کی سیر فرمانا یہ تو انتہائی عجیب کی آیات بینات ہیں ہی اتنی بات کہ کفار مکہ پر حجت قائم فرمانے کے لئے ارشاد ہوئی کہ شب کو مکہ معظمہ میں آرام فرمائیں صبح بھی مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہوں اور رات ہی رات بیت المقدس تشریف لے جائیں اور واپس تشریف لائیں کیا کم عجیب ہے اس لئے سبحن الذی ارشاد ہوا کہ کفار نے آسمان کہاں دیکھے' ان پر تشریف لے جانے کا ان کے سامنے ذکر ایک ایسا دعویٰ ہوتا جس کی وہ جانچ نہ کر سکتے۔ بخلاف بیت المقدس جس میں ہر سال ان کے دو پھیرے ہوتے رحلۃ الشتاء والصیف اور وہ خوب جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی وہاں تشریف نہ لے گئے تو اس معجزے کی خود جانچ کر سکتے تھے اور ان پر حجت الٰہی پوری قائم ہو سکتی تھی چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ ہی ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس تشریف لے جانا اور شب ہی شب میں واپس آنا بیان فرمایا جہاں ابوجہل لعین اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ اب ایک صریح حجت معاذاللہ ان کے غلط فرمانے کی مل گئی لہٰذا ملعون نے تکذیب ظاہر نہ کی بلکہ یہ عرض کی کہ آج ہی رات تشریف لے گئے فرمایا ہاں کہا اور آج شب میں واپس آئے فرمایا ہاں کہا اوروں کے سامنے بھی ایسا ہی فرما دیجئے گا فرمایا ہاں۔ اب اس نے قریش کو آواز دی اور وہ جمع ہوئے اور حضور سے پھر اس ارشاد کا اعادہ چاہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعادہ فرمایا کافر بغلیں بجاتے صدیق اکبر کے پاس حاضر ہوئے یہ گمان تھا کہ یہ ایسی ناممکن بات سن کر وہ بھی معاذاللہ تصدیق سے پھر جائیں گے صدیق سے عرض کی آپ نے کچھ اور بھی سنا آپ کے یار فرماتے ہیں کہ آج کی رات بیت المقدس گیا اور شب ہی میں واپس ہوا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا وہ ایسا فرماتے ہیں کہا ہاں وہ یہ حرم میں تشریف فرما ہیں صدیق نے فرمایا اگر انہوں نے یہ فرمایا تو واللہ حق

فرمایا یہ تو مکہ سے بیت المقدس تک کا فاصلہ ہے میں تو اس پر ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ صبح شام آسمان کی خبران کے پاس آتی ہے۔ پھر کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے نشان پوچھے جانتے تھے کہ یہ تو کبھی تشریف لے گئے نہیں کیونکر بتائیں گے' وہ جو کچھ پوچھتے گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے گئے. کافروں نے کہا واللہ نشان تو پورے صحیح ہیں پھر اپنے ایک قافلہ کا حال پوچھا جو بیت المقدس کو گیا ہوا تھا کہ وہ بھی راستہ میں حضور کو ملا تھا اور کہاں ملا تھا اور کیا حالت تھی کب تک آئے گا۔ حضور نے ارشاد فرمایا فلاں منزل میں ہم کو ملا تھا اور یہ کہ اتر کر ہم نے اس میں ایک پیالہ سے پانی پیا تھا اور اس میں ایک اونٹ بھاگا اور ایک شخص کا پاؤں ٹوٹ گیا اور قافلہ فلاں دن طلوع شمس کے وقت آئے گا۔ یہ مدت جو ارشاد ہوئی منزلوں کے حساب سے قافلہ کے لئے بھی کسی طرح کافی نہ تھی جب وہ دن آیا کفار پہاڑ پر چڑھ گئے کہ کسی طرح آفتاب چمک آئے اور قافلہ نہ آئے تو ہم کہہ دیں کہ دیکھو معاذ اللہ وہ خبر غلط ہوئی کچھ جانب شرق طلوب آفتاب کو دیکھ رہے تھے کچھ جانب شام راہ قافلہ پر نظر رکھتے تھے ان میں سے ایک نے کہا وہ آفتاب چمکا کہ ان میں سے دوسرا بولا کہ وہ قافلہ آیا یہ ہوتی ہے سچی نبوت جس کی خبر میں سرمو فرق آنا محال ہے۔ قادیانی سے زیادہ تو ان کفار مکہ ہی کی عقل تھی وہ جانتے تھے کہ ایک بات میں بھی کہیں فرق پڑ جائے تو دعویٰ نبوت معاذ اللہ غلط ہو جائے گا مگر یہ جھوٹا نبی ہے کہ جھوٹ کے پھنکے اڑاتا ہے اور نہ وہ شرماتا ہے اور نہ اس کے ماننے والوں کو اس کا حس ہوتا ہے بلکہ اور بہ کمال شوخ چشمی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے کہ ہاں ہاں اگلے چار سو انبیاء کی بھی پیشین گوئیاں غلط ہوئیں اور وہ جھوٹے یعنی پنجاب کا جھوٹا کذاب نبی اگر دروغ گو نکلا کیا پرواہ۔ ہہ اس سے پہلے بھی چار سو نبی جھوٹے گزر چکے ہیں یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ جب نبوت اور جھوٹ جمع ہو سکتے ہیں تو انبیاء کی تصدیق شرط ایمان کیوں ہوئی ان کی تکذیب کفر کیوں ہوئی **ولکن لعنتہ الل ہ علی الظلمین الذین یکذبون المرسلین** ان عظیم وقائع نے معراج مبارک کا جسمانی ہونا بھی آفتاب سے زیادہ واضح کر دیا اگر وہ کوئی روحانی سیر یا خواب تھا تو اس پر تعجب کیا زید و عمرو خواب میں حرمین شریفین تک ہو آتے ہیں اور پھر صبح بستر پر ہیں رویا کے لفظ سے استدلال کرنا اور **الافتنہ للناس** نہ دیکھنا صریح خطا ہے رویا بہ معنی رویت آتا ہے اور فتنہ و آزمائش بیداری ہی میں ہے نہ خواب میں لہٰذا ارشاد ہوا **سبحن الذی اسری بعبدہ والل ہ تعال ی اعلم** نمبر(۷) رات تجلی لطفی ہے اور دن تجلی قہری اور معراج کمال لطف ہے جس سے مافوق مقصود نہیں لہٰذا تجلی لطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ معراج وصل محب و محبوب ہے اور وصال کے لئے عادۃً شب ہی انسب مانی جاتی ہے۔ معراج ایک معجزہ عظیم قاہرہ و ظاہرہ تھا اور سنت الٰہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزہ کو دیکھ کر جو قوم نہ مانے ہلاک کر دی جاتی ہے ان پر عذاب عام بھیجا جاتا ہے جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہوا۔ معراج کو تشریف لے جانا اگر دن میں ہوتا تو سب ایمان لے آتے یا سب ہلاک کئے جاتے ایمان تو کفار کے مقدر

میں تھا نہیں تو یہ ہی شق رہی کہ ان پر عذاب عام اترتا اور حضور بھیجے گئے سارے جہاں کے لئے رحمت جنہیں ان کا رب فرماتا ہے "وما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم" اے رحمت عالم جب تک تم ان میں تشریف فرما ہو اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں لہٰذا شب ہی مناسب ہوئی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز معراج جسمانی کا ذکر "حاشیہ تکمیل الایمان" میں کچھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

امام اجل سیدی محمد بوصیری قدس سرہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

سریت من حرم لیلا الی حرم
کما سری البدر فی داج من الظلم
و بت ترقی الی ان نلت منزلتہ
من قاب قوسین لم تدرک و لم ترم
خفضت کل مقام بالاضافتہ او
نودیت بالرفع مثل المفرد العلم
فخرت کل فخار غیر مشترک
و جزت کل مقام غیر مزدحم

یعنی یا رسول اللہ حضور رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں حرم مکہ معظمہ سے بیت الاقصیٰ کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند چلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شب میں ترقی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل پر پہنچے۔ جو نہ کسی نے پائی نہ کسی کو اس کی ہمت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت سے تمام مقامات کو پست فرما دیا جب حضور رفع کے لیے مفرد علم کی طرح ندا فرمائے گئے۔ حضور نے ہر ایسا فخر جمع فرما لیا جو قابل شرکت نہ تھا۔ اور حضور ہر اس مقام سے گذر گئے جس میں اوروں کا ہجوم نہ تھا یا یہ کہ حضور نے سب فخر بلا شرکت جمع فرمالئے اور حضور تمام مقامات سے بے مزاحم گزر گئے یعنی عالم امکان میں جتنے مقام ہیں حضور سب سے تنہا گزر گئے کہ دوسرے کو یہ امر نصیب نہ ہوا۔

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"ای انت دخلت الباب و قطعت الحجاب الی ان لم تترک غایتہ لساع الی السبق من کمال القرب المطلق الی جناب الحق ولا ترکت موضع رقی وصعود و قیام و قعود لطالب رفعتہ فی عالم الوجود بل تجاوزت ذلک مقام قاب قوسین او ادنی فاوحی الیک ربک ما اوحی۔"

یعنی حضور نے یہاں تک حجاب طے فرمائے کہ حضرت عزت کی جناب میں قرب مطلق کامل کے سبب کسی ایسے کے لئے جو سبقت کی طرف دوڑے کوئی نہایت نہ چھوڑی اور تمام عالم وجود میں کسی طالب بلندی کے لئے کوئی عروج و ترقی یا اٹھنے بیٹھنے کی باقی نہ رکھی۔ بلکہ حضور عالم مکان سے تجاوز فرما کر قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچے۔ تو حضور کے رب نے حضور کو وحی فرمائی۔ جو وحی فرمائی۔ نیز امام ہمام ابو عبداللہ شرف الدین محمد قدس سرہ ام القریٰ میں فرماتے ہیں۔

و ترقی	بہ	الٰی	قاب قوسین
و	تلک	السیادہ	القعاء
رتب	تقسط	الامانی	حسرے
دو	نہاء	ما	وراہن وراء

حضور کو قاب قوسین تک ترقی ہوئی۔ اور یہ سرداری لازوال ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں کہ آرزوئیں ان سے تھک کر گر جاتی ہیں ان کے اس طرف کوئی مقام ہی نہیں امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی اس کی شرح افضل القریٰ میں فرماتے ہیں۔

قال بعض الائمہ والمعاریج لیلتہ الاسرا عشرۃ سبعتہ فی السموات والثامن الی سدرتہ المنتہی والتاسع الی المستوی والعاشر الی العرش الخ

"بعض ائمہ نے فرمایا کہ شب اسرا دس معراجیں تھیں سات ساتوں آسمانوں میں اور آٹھویں سدرۃ المنتہیٰ نویں مستویٰ دسویں عرش تک"

سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں۔ اسے نقل فرما کر مقرر رکھا۔

حیث قال قال شھاب المکی فی شرح ھمزیتہ الابوصیری عن بعض الائمتہ ان المعاریج عشرۃ الی قولہ والعاشر الی العرش والرویتہ۔

معراجیں دس ہیں۔ دسویں عرش و دیدار تک۔ نیز شرح ہمزیہ امام مکی میں ہے۔

لما اعطی سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام الریح التی غدوھا شھر و رواحھا شھر اعطی نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم البراق فحملہ من الفرش الی العرش فی لحظتہ واحدۃ واقل مسافتہ فی ذالک سبعتہ الاف سنتہ وما فوق العرش الی المستوی والرفرف لا یعلمہ الا اللہ تعالی۔

جب سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو ہوا دی گئی کہ صبح شام ایک ایک مہینے کی راہ پر۔ جاتی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو براق عطا ہوا کہ حضور کو فرش سے عرش تک ایک لمحہ میں لے گیا اور اس میں ادنیٰ مسافت (یعنی آسمان ہفتم سے زمین تک) سات ہزار برس کی راہ ہے۔ اور وہ جو فوق العرش سے مستوی و رفرف تک رہی۔ اسے تو خدا ہی جانے۔ اسی میں ہے۔

لما اعطی موسی علیہ الصلوۃ والسلام الکلام اعطی نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مثلہ لیلتہ الاسراء وزیادۃ الدنو الرئویتہ بعین البصر و شتان مابین جبل الطور الذی نوجی بہ موسی علیہ الصلوۃ والسلام ومافوق العرش الذی نوجی بہ نبیناصلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

جب کہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو دولت کلام عطا ہوئی۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ویسی ہی شب اسرالی اور زیارت قرب اور چشم سر سے دیدار الٰہی۔ اس کے علاوہ اور بھلا کہاں کوہ طور جس پر موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے مناجات ہوئی اور کہاں مافوق العرش جہاں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام ہوا۔ اسی میں ہے۔ **رقیہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم ببدنہ یقظتہ لیلتہ الاسرا الی السماء ثم الی سدرۃ المنتھی ثم الی المستوی ثم الی العرش والرفرف والرویتہ۔**

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جسم پاک کے ساتھ بیداری میں شب اسرا آسمانوں تک ترقی فرمائی۔ پھر سدرہ المنتہے پھر مقام مستوی پھر عرش و رفرف و دیدار تک۔"

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی رحمتہ اللہ تعالیٰ تعلیقات افضل القرے میں فرماتے ہیں۔

الاسرا بہ صلی اللہ علیہ وسلم علی یقظتہ بالجسد والروح من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم عرج بہ الی السموات العلی ثم الی سدرۃ المنتھی ثم الی المستوی ثم الی العرش والرفرف۔

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج بیداری میں بدن و روح کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہوئی پھر آسمانوں پھر سدرۃ پھر مستوی پھر عرش و رفرف تک فتوحات احمدیہ شرح الہمزیہ للشیخ سلیمن الجمل میں ہے۔"

رقیہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم لیلتہ الاسراء من بیت المقدس الی السموات السبع الی حیث شاء اللہ تعالی لکنہ لم یجاوز العرش علی الراجح۔

"حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترقی شب اسرا بیت المقدس سے ساتوں آسماں اور وہاں سے اس مقام تک ہے۔ جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا۔ مگر راجح یہ ہے کہ عرش سے آگے تجاوز نہ فرمایا۔ اسی میں ہے۔"

المعاریج لیلتہ الاسرا عشرۃ سبعتہ فی السموات والثامن الی سدرۃ المنتھی و التاسع الی المستوی والعاشر الی العرش لکن لم یجاوز العرش کما ھوا التحقیق عنداھل المعاریج۔

"معراجیں شب اسرادس ہوئیں۔ سات آسمانوں میں اور آٹھویں سدرہ۔ نویں مستوی دسویں عرش تک مگر راویان معراج کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمایا اسی میں ہے۔"

بعدان جاوز السماء السابعتہ رفعت لہ سدرۃ المنتھی ثم جاوزھا الی مستوے ثم زج بہ فی النور فخرق سبعین الف حجاب من نور مسیرۃ کل حجاب خمس مائتہ عام ثم دلی لہ رفرف اخضر

فارتقی بہ حتی وصل العرش ولم یجاوزہ فکان من ربہ قاب قوسین اَوْ اَدنیٰ۔

"جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمان ہفتم سے گزرے۔ سدرہ حضور کیسامنے بلند کی گئی۔ اس سے گزر کر مقام مستوی پر پہنچے۔ پھر حضور عالم نور میں ڈالے گئی۔ وہاں ستر ہزار پردے نور کے طے فرمائے۔ ہر پردے کی مسافت پانسو برس کی راہ۔ پھر ایک سبز بچھونا حضور کے لئے لٹکایا گیا۔ حضور اس پر ترقی فرما کر عرش تک پہنچے۔ اور عرش سے ادھر گزر نہ فرمایا۔ وہاں اپنے رب سے قاب قوسین او ادنیٰ پایا۔"

اقول شیخ سلیمان نے عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمانے کو ترجیح دی اور امام ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارات ماضیہ و آتیہ وغیرہا میں فوق العرش ولا مکان کی تصریح ہے لامکان یقیناً فوق العرش ہے۔ اور حقیقتاً دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں۔ عرش تک منتہائے مکان ہے۔ اس سے آگے لامکان ہے۔ اور جسم نہ ہوگا۔ مگر مکان میں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسم مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور روح اقدس نے وراء الوراء تک ترقی فرمائی۔ جسے ان کا رب جانے جو لے گیا۔ پھر وہ جانیں جو تشریف لے گئے۔ اسی طرف کلام شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ ان پاؤں سے سیر کا منتہے عرش ہے۔ تو سیر قدم عرش پر ختم ہوئی نہ اس لئے کہ سیر اقدس میں معاذ اللہ کوئی کمی رہی بلکہ اس لئے تمام اماکن کا احاطہ فرمالیا۔ اوپر کوئی مکان ہی نہیں۔ کہئے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا۔ اور سیر قلب انور کی انتہا قاب قوسین اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے درا کیا ہوگا۔ کہ حضور نے اس سے تجاوز فرمایا تو امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد سنئے۔ جسے امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرماتے ہیں۔

لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ عن الافلاک والجنتہ والنار وان الرجل من نفذ بصرہ الی خارج لھذا الوجود کلہ وھناک یعرف قدر وعظمتہ موجدہ سبحنہ وتعالیٰ۔

"مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے۔ افلاک و جنت و نار یہی چیزیں محدود و مقید کرلیں۔ مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے۔ وہاں اسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔"

امام علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

(و منھا انہ رای اللہ تعالی بعینہ) یقظتہ علی الراجح (و کلمہ اللہ تعالی فی الرفیع الاعلیٰ) علی سائر الامکنتہ و قدروی ابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالی عنہ مرفوعا لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی قاب قوسین او ادنی۔

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا۔ یہی مذہب راجح ہے۔ اور اللہ عزوجل نے حضور سے اس بلند و بالاتر مقام میں کلام فرمایا جو تمام امکنہ سے اعلیٰ تھا۔ اور بے شک ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب اسرا مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔" اسی میں ہے۔

قد اختلف العلماء فی الاسرا هل هو اسرا واحد او اسراءان مرة بروحه و بدنه يقظته بروحه و جسده من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم منا ما من المسجد الاقصی الی العرش فالحق انه اسراء واحد بروحه و جسده يقظته فی القصته کلها والی هذا ذهب الجمهور من علماء المحدثين و الفقها و المتكلمين۔

"علماء کو اختلاف ہوا کہ معراج ایک ہے یا دو ایک بار روح و بدن اقدس کے ساتھ بیداری میں اور ایک بار خواب میں یا بیداری میں روح و بدن مبارک کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ پھر خواب میں وہاں سے عرش تک۔ اور حق یہ ہے کہ وہ ایک ہی اسرا ہے۔ اور سارے قصے میں یعنی مسجد الحرام سے عرش اعلیٰ تک بیداری میں روح و بدن اطہر کے ساتھ ہے۔ جمہور علماء محدثین و فقہاء و متکلمین سب کا یہی مذہب اسی میں ہے۔" **المعاريج عشرة (الی قوله) العاشر الی العرش۔**

معراجیں دس ہوئیں۔ دسویں عرش تک اسی میں ہے۔

قد ورد فی الصحيح عن انس رضی الله تعالی عنه قال عرج بی جبريل الی سدرة المنتهی و دنا لجبار رب العزة فتدلی فكان قاب قوسين او ادنی مثليه علی ما فی حديث شريک كان فوق العرش۔

"صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتہیٰ تک عروج کیا۔ اور جبار رب العزۃ جل جلالہ نے دنیٰ و تدلی فرمائی تو فاصلہ دو کمانوں بلکہ ان سے کم کا رہا یہ تدلی بالائے عرش تھی۔" جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

ورد فی المعراج انه صلی الله تعالی عليه وسلم لم بلغ سدرة المنتهی جاء بالرفرف جبريل عليه الصلوة والسلام فتناوله فطار به الی العرش۔

"حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رفرف حاضر لائے۔ وہ حضور کو لے کر عرش تک اڑ گیا۔" اسی میں ہے۔

(بقیہ ۲۳۹)

کنزالایمان کی ادبی جھلکیاں

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت دنیا کے علمی حلقوں میں جانی پہچانی جاتی ہے۔ آپ کے حالات اور افکار و نظریات پر اس وقت مختلف عالمی جامعات میں تحقیق و ریسرچ ہو رہی ہے۔ عالم اسلام میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جس کے فکر و خیال کے مختلف گوشوں پر دنیا کی متعدد یونیورسٹیوں میں بیک وقت اتنا کام ہوا ہو۔ اس اتھاہ سمندر کی وسعتوں کا عالم نہ پوچھئے' ابھی تو دنیا کے سامنے اس سمندر کے چند قطرے ہی آئے ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر اہل علم حیراں ہوئے جاتے ہیں کہ جب ان قطروں کا یہ عالم ہے تو اس محیط بیکراں کا کیا عالم ہوگا!!

آج سے ۲۲ سال قبل جب راقم نے پہلی بار امام احمد رضا پر قلم اٹھایا اور آپ کی شخصیت کی طرف دنیا کے دانشوروں کو متوجہ کیا تو سب حیران تھے کہ "احمد رضا" کون ہے؟ اور جب یہ کہا گیا کہ آپ کے حالات و افکار پر دنیا کی یونیورسٹیوں میں کام ہونا چاہئے اور محققین و مستشرقین کو آپ کی عظمت کا اعتراف کرنا چاہئے تو اس کو مبالغہ سمجھا گیا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا' جنھوں نے نہ دیکھا تھا اور جب انہوں نے پرکھا جنھوں نے نہ پرکھا تھا تو سب کو خالص سونا نظر آیا' سب راقم کے ہم زباں ہوگئے اور سب نے امام احمد رضا کی عظیم شخصیت کو دل سے تسلیم کیا۔

امام احمد رضا کے فکر و خیال کے بہت سے پہلو ہیں مگر اس وقت ہم کنزالایمان کے حوالے سے اردو زبان و ادب پر ان کی بے پناہ قدرت کا نظارہ کرانا چاہتے ہیں زبان و ادب کو بہت ہلکا سمجھا جاتا ہے مگر سب سے مشکل یہی ہے۔ اس کا تعلق دل سے ہے۔ اس کا تعلق ذوق سلیم سے ہے۔ ادب کے لئے بڑے ریاض کی ضرورت ہے۔ دل گداختہ اور جگر سوختہ کی ضرورت ہے۔ یہ دل سے پھوٹتا ہے' دماغ سے ابلتا ہے۔ ہر زبان داں اور عالم و فاضل ادیب نہیں ہوتا۔ ادیب اور ہی چیز ہے۔ یہاں اس کے کرم سے کن فیکون کے نظارے آتے ہیں۔ قرآن کریم ادب عربی کا بے مثال نمونہ ہے۔ یہ سہل ممتنع میں ہے اور ادبی لحاظ سے اس کی یہ بڑی خوبی ہے۔ جس کو خود قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے۔ قرآن کریم کا حقیقی مترجم وہی ہے جو اس کا سہل ممتنع میں ترجمہ کرے۔ امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنزل الایمان کی یہی شان ہے اسی لئے پرکھنے والوں نے اس کو "اردو میں قرآن" سے تعبیر کیا ہے۔

بہترین کتاب کے لئے بہترین زبان کی ضرورت ہے۔ ایسی کتاب کا دہقانی زبان میں ترجمہ کیا گیا تو گویا کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند لگایا۔ ترجمہ کرنا تصنیف و تالیف سے بھی مشکل ہے' یہ ایک روح کو نکال کر دوسرے جسم میں ڈالنا ہے۔ اس کی نزاکت کا اندازہ اہل فن ہی کرسکتے ہیں۔

امام احمد رضا کو مضامین قرآن پر ایسی دسترس حاصل تھی کہ سورۃ الضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر کئی سو صفحات پر پھیل گئی۔ لغات عرب میں ایسی مہارت کہ خود اہل عرب ششدر و حیران۔ اردو زبان کا ایسا باکمال ادیب کہ زبان و ادب کے رمزشناسوں نے جس کی زبان کو کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان قرار دیا۔ جو علوم قرآن و حدیث میں ایسا عبور رکھتا تھا کہ پچاس سے زیادہ کتب احادیث اس کے درس و مطالعہ میں رہیں۔ جو قرآن حکیم کا ایسا نکتہ داں کہ الٰہی اشاروں کو پہچانتا تھا۔ جس کی نظران علوم پر بھی تھی جو قرآن کریم کے پردۂ سیمیں سے جھانک رہے تھے۔ وہ ایک باخبر' ہوشمند اور باادب مترجم تھا۔ ترجمہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے آنکھیں بند کرکے ترجمہ نہیں بلکہ جب وہ آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن ان کے سامنے ہوتا تھا اور وہ قرآن کے سامنے ہوتے تھے۔

قرآن حکیم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اور پھر باطن کا باطن ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ ظاہر بیں نگاہ اس گہرائی میں اتر سکتی ہی نہیں۔ ترجمہ کرتے وقت مترجم کی ایک ذہنی فضا ہوتی ہے' باکمال مترجم کی اس ذہنی فضا میں ستارے ڈھلتے ہیں۔ علم و دانش کی وسعت کے ساتھ ساتھ یہ فضا بھی وسیع ہوتی جاتی ہے ورنہ مترجم لغت میں اٹک کر رہ جاتا ہے بلکہ اس کے لئے مختلف المعانی لفظ کے لئے یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے کہ کس معنی کا انتخاب کرے اور کن معانی کو چھوڑدے۔ وہ ایک معنی کی تنگنائے میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی محدود نظر رکھنے والا مترجم ہرگز قرآن جیسی عظیم کتاب کے ترجمے کا حق نہیں رکھتا۔ جس طرح نگینے جڑنے والا زیورات میں رنگ برنگے چھوٹے بڑے نگینے بٹھاتا چلا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح باکمال مترجم الفاظ کے سامنے الفاظ بٹھاتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو الفاظ خود بخود بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کسی حسین کے کمال حسن کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب کوئی اور حسین اس کے پہلو میں بٹھایا جائے۔ ہمیں تو امام احمد رضا کا ترجمہ حسین معلوم ہوتا ہے مگر مولانا ابوالحسن علی ندوی کو مولانا محمود حسن دیوبندی کا ترجمہ حسین معلوم ہوتا ہے۔ شاہ فہد پرنٹنگ کمپلکس (مدینہ منورہ) سے شائع ہونے والے مولانا محمود حسن کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں کسی دیباچہ نگار نے لکھا ہے:۔

جید علمی شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی الندوی نے ترجمہ و تفسیر کی علمی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور اس ترجمہ و تفسیر کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے۔

"اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ و تفسیر ہے اس کی طباعت و اشاعت ہونی چاہئے۔"

ہمارے خیال میں کنز الایمان کو کئی جہتوں سے دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے اور ہر جہت پر ایک تفصیلی مقالہ قلم بند کیا جا سکتا ہے مثلاً ایجاز و اختصار، روزمرہ کا اہتمام، محاورات کا استعمال، لغات سے الفاظ کا انتخاب، ذہانت و فطانت، معنویت و ادبیت، فصاحت و بلاغت، سائنسی امکانات کی نشاندہی، مختلف علوم و فنون کی جلوہ گری، لاینحل علمی عقدوں کی عقدہ کشائی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک امتیاز جس کی طرف شاید ابھی تک توجہ نہیں دی گئی یہ ہے کہ جس طرح قرآن لاریب فیہ ہے اسی طرح امام احمد رضا نے کنز الایمان کو بھی لاریب فیہ بنا دیا اور قرآن حکیم کے اس عظیم امتیاز کو قائم رکھا جس نے اس کو تمام کتابوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ ہاں یہ قرآن "شک کی جگہ نہیں" کنز الایمان بھی "شک کی جگہ نہیں"۔ دوسرے ترجموں کو پڑھئے تو قدم قدم پر ذہن الجھتا چلا جاتا ہے اور شکوک و شبہات جنم لیتے چلے جاتے ہیں۔ جس طرح قرآن حکیم نے ساری الجھنوں کو ختم کر دیا اسی طرح کنز الایمان نے ترجمہ کی ساری الجھنوں کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اب کوئی ترجمہ پڑھنے والا قرآن حکیم پر حرف گیری نہیں کر سکتا اور نہ اہل سنت کے عقائد و افکار پر اعتراض۔ اس وقت ہم امام احمد رضا کے رواں ترجمہ قرآن کے جستہ جستہ چند نمونے سورۃ البقرہ سے پیش کرتے ہیں۔ نکھرے ہوئے صاف ستھرے ادیبوں کی حرف گیری سے پاک۔ زبان دانوں کی نکتہ چینی سے پاک۔ ہر ہر حرف ایسا موزوں جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہو۔ جیسا کہ عرض کیا گیا ہم اپنے حسین ترجمے کے ساتھ ساتھ علی میاں کے حسین ترجمے کو بھی پیش کریں گے پھر آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ حسن و رعنائی کس ترجمے میں ہے۔ ہاں

آفتاب آمد دلیل آفتاب
نہ گر دلیلے بایدت زور و متاب

نمبر شمار نمبر آیت قرآن

۱۔ ۱۷ **فلما اضائت ماحولہ**

پھر جب روشن کر دیا آگ نے اس کے آس پاس کو (محمود حسن دیوبندی)

تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا (مولانا احمد رضا)

۲۔ ۲۰ **و اذا ظلم علیھم قاموا**

اور جب اندھیرا ہوتا ہے کھڑے رہ جاتے ہیں (محمود حسن دیوبندی)

جب اندھیرا ہوا، کھڑے رہ گئے (مولانا احمد رضا)

۳۔ ۴۲ **و تکتموا الحق و انتم تعلمون**

اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر (محمود حسن دیوبندی)

اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ (امام احمد رضا)

۴۔ ۵۰ و اذا فرقنا بکم البحر فانجینکم و اغرقنا آل فرعون و انتم تنظرون

جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچایا ہم
نے تم کو اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے
تھے (محمود حسن دیوبندی)

جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا
اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا
(مولانا احمد رضا)

۵۔ ۵۵ **حتی نرالله جهرة"**

جب تک کہ نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے (مولانا محمود حسن دیوبندی)

جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں (مولانا احمد رضا)

۶۔ ۵۸ **فكلوا منها حيث شئتم رغدا**

اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے (مولانا محمود حسن دیوبندی)

پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کماؤ (مولانا احمد رضا)

۷۔ ۶۰ **فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا**

تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکلے اس سے
بارہ چشمے (محمود حسن دیوبندی)

نے فرمایا' اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ فوراً اس میں سے
بارہ چشمے بہہ نکلے (مولانا احمد رضا)

۸۔ ۷۴ **وما الله بغافل عما تعملون**

اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے (محمود حسن دیوبندی)

اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں (امام احمد رضا)

۹۔ ۸۹ **فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به**

پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر
ہوئے (محمود حسن دیوبندی)

تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر
ہو بیٹھے (امام احمد رضا)

۱۰۔ ۹۰ **بئسما اشتروا به انفسهم**

بری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے کو
(محمود حسن دیوبندی)

کس برے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا (امام احمد رضا)

۱۱۔ ۹۳ **واشربوا فی قلوبھم العجل**

اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اس بچھڑے کی (محمود حسن دیوبندی)

ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا (امام احمد رضا)

۱۲۔ ۹۶ **احرص الناس علی حیوۃ**

سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر (محمود حسن دیوبندی)

سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں (امام احمد رضا)

۱۳۔ ۱۰۱ **کتب اللہ وراء ظھورھم**

کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے (محمود حسن دیوبندی)

اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی (امام احمد رضا)

۱۴۔ ۱۰۲ **یعلمون الناس السحر**

سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو (محمود حسن دیوبندی)

لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں (امام احمد رضا)

۱۵۔ ۱۰۳ **انما نحن فتنۃ**

ہم تو آزمائش کے لئے ہیں (محمود حسن دیوبندی)

ہم تو نری آزمائش ہیں (امام احمد رضا)

۱۶۔ ۱۰۹ **حسدا من عند انفسھم**

بے سبب اپنے دلی حسد کے (محمود حسن دیوبندی)

اپنے دلوں کی جلن سے (امام احمد رضا)

۱۷۔ ۱۱۱ **تلک امانیھم**

یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے (محمود حسن دیوبندی)

یہ ان کی خیال بندیاں ہیں (امام احمد رضا)

۱۸۔ ۱۱۳ **لیست النصری علی شیء**

نصاریٰ نہیں کسی راہ پر (محمود حسن دیوبندی)

نصرانی کچھ نہیں (امام احمد رضا)

۱۹ ۱۱۳ **لیست الیھود علی شیء**

یہودی نہیں کسی راہ پر (محمود حسن دیوبندی)

یہودی کچھ نہیں (امام احمد رضا)

۲۰	۱۱۵	**ولله المشرق و المغرب**
		اللہ ہی کا مشرق اور مغرب ہے (محمود حسن دیوبندی)
		اور پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے (امام احمد رضا)
۲۱	۱۲۱	**ومن یکفر بہ فاولٰک ھم الخسرون**
		اور جو کوئی منکر ہوگا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں (محمود حسن دیوبندی)
		جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں (امام احمد رضا)
۲۲	۱۲۵	**واذجعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا**
		جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماعی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی (محمود حسن دیوبندی)
		اس کے گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا (امام احمد رضا)
۲۳	۱۳۰	**الامن سفہ نفسہ**
		مگر وہی جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو (محمود حسن دیوبندی)
		سوا اس کے جو دل کا احمق ہے (امام احمد رضا)
۲۴	۱۳۱	**اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت**
		یاد کرو جب کہ اس کو کہا اس کے رب نے کہ حکم برداری کر تو بولا کہ میں حکم بردار ہوں (محمود حسن دیوبندی)
		جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا "گردن رکھ" عرض کی "میں نے گردن رکھی" (امام احمد رضا)
۲۵	۱۳۷	**و انما ھم فی شقاق**
		تو پھر وہی ہیں ضد پر (محمود حسن دیوبندی)
		تو وہ نری ضد میں ہیں (امام احمد رضا)
۲۶	۱۳۹	**ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم و نحن لہ مخلصون**
		اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے ہم تو خالص اسی کے ہیں (محمود حسن دیوبندی)
		ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ اور ہم نرے اس کے ہیں (امام احمد رضا)

۲۷	۱۴۰	**وما اللہ بغافل عما تعملون**
		اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے (محمود حسن دیوبندی)
		اور خدا تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں (امام احمد رضا)
۲۸	۱۴۶	**یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم**
		پہچانتے ہیں اس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو (محمود حسن دیوبندی)
		وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ (امام احمد رضا)
۲۹	۱۶۴	**والفلک التی تجری فی البحر بماینفع الناس**
		اور کشتیوں میں جو کہ لے کے چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں (محمود حسن دیوبندی)
		اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے (امام احمد رضا)
۳۰	۱۶۴	**والسحاب المسخر بین السماء والارض**
		اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا درمیان آسمان و زمین کے (محمود حسن دیوبندی)
		اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے (امام احمد رضا)
۳۱	۱۶۸	**ولا تتبعوا خطوات الشیطن**
		اور پیروی نہ کرو شیطان کی (محمود حسن دیوبندی)
		اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو (امام احمد رضا)
۳۲	۱۶۹	**وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون**
		اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے (محمود حسن دیوبندی)
		اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں (امام احمد رضا)
۳۳	۱۷۰	**واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ**
		اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اس کے حکم کی جو نازل فرمایا اللہ نے (محمود حسن دیوبندی)

اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے اتارے
پر چلو (امام احمد رضا)

۳۴	۱۷۱	**لا یسمع الا دعاء ونداء**

جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے چلانے کے (محمود حسن دیوبندی)

خالی چیخ، پکار کے سوا کچھ نہ سنے (امام احمد رضا)

۳۵	۱۷۳	**فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ**

پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے
اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں (محمود حسن دیوبندی)
تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں
کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں (امام احمد رضا)

۳۶	۱۷۴	**ویشترون بہ ثمنا قلیلا**

اور لیتے ہیں اس پر تھوڑا سا مول (محمود حسن دیوبندی)
اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں (امام احمد رضا)

۳۷	۱۷۴	**اولئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار**

بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ (محمود حسن دیوبندی)
وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں (امام احمد رضا)

۳۸	۱۷۵	**فما اصبرھم علی النار**

کس قدر وہ صبر کرنے والے ہیں دوزخ پر (محمود حسن دیوبندی)
تو کس درجہ ان میں آگ کی سہار ہے؟ (امام احمد رضا)

۳۹	۱۷۶	**لفی شقاق بعید**

وہ بیشک ضد میں دور جا پڑے (محمود حسن دیوبندی)
وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں (امام احمد رضا)

۴۰	۱۷۸	**کتب علیکم القصاص فی القتلی**

فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں
(محمود حسن دیوبندی)
تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے
خون کا بدلہ لو (امام احمد رضا)

۴۱	۱۷۸	**ذالک تخفیف من ربکم**

یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے
(محمود حسن دیوبندی)
یہ تمہارے رب کی طرف تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے (امام احمد رضا)

۴۲ ۱۸۴ **ایاما معدودت**
چند روز ہیں گنتی کے (محمود حسن دیوبندی)
گنتی کے دن ہیں (امام احمد رضا)

۴۳ ۱۸۵ **ھدی للناس و بینت من الھدی والفرقان**
ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے
کی۔ (محمود حسن دیوبندی)

لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلے کی
روشن باتیں (امام احمد رضا)

۴۴ ۱۸۶ **واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب**
اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں
تو قریب ہوں (محمود حسن دیوبندی)

اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں
تو میں نزدیک ہوں (امام احمد رضا)

۴۵ ۱۸۷ **ما کتب اللہ لکم**
جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے
(محمود حسن دیوبندی)
جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو (امام احمد رضا)

۴۶ ۱۸۹ **یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج**
تجھ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا کہہ دے
کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے
واسطے (محمود حسن دیوبندی)

تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تو فرما دو وہ وقت
کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے (امام احمد رضا)

۴۷ ۱۹۲ **فاذا انتھوا**
پھر اگر وہ باز آئیں (محمود حسن دیوبندی)
پھر اگر وہ باز رہیں (امام احمد رضا)

۴۸ ۱۹۴ **والحرمت قصاص**

اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے (محمود حسن دیوبندی)

اور ادب کے بدلے ادب ہے (امام احمد رضا)

۴۹ ۱۹۷ **فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج**

تو بے حجاب ہونا جائز نہیں تمہیں عورت سے اور نہ
گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانے
میں۔ (محمود حسن دیوبندی)

نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ
نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت تک (امام احمد رضا)

۵۰ ۲۰۸ **یا ایھا الذین امنو ادخلو فی السلم کافۃ ولا
تتبعوا خطوت الشیطن**

ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور
مت چلو قدموں پر شیطان کے (محمود حسن دیوبندی)

ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان
کے قدموں پر نہ چلو (امام احمد رضا)

۵۱ ۲۱۱ **سل بنی اسرائیل کم اتینھم من ایۃ بینتہ**

پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے
نشانیاں کھلی ہوئی (محمود حسن دیوبندی)

بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی
روشن نشانیاں انہیں دیں (امام احمد رضا)

۵۲ ۲۱۲ **زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا**

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر (محمد حسن دیوبندی)

کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی (امام احمد رضا)

۵۳ ۲۱۲ **واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب**

اللہ روزی دیتا ہے جس کو بے شمار (محمود حسن دیوبندی)

اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے (امام احمد رضا)

۵۴ ۲۱۴ **وزلزلو**

اور جھڑ جھڑائے گئے (محمود حسن دیوبندی)

اور ہلا ہلا ڈالے گئے (امام احمد رضا)

۵۵	۲۲۷	**وان عزموا الطلاق**
		ٹھہرا لیا چھوڑ دینے کو (محمود حسن دیوبندی)
		اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کرلیا (امام احمد رضا)
۵۶	۲۳۳	**وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف**
		اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا
		ان عورتوں کا موافق دستور کے (محمود حسن دیوبندی)
		جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا
		پہننا حسب دستور ہے (امام احمد رضا)
۵۷	۲۳۷	**الذی بیدہ عقدۃ النکاح**
		وہ شخص کہ اس کے اختیار میں ہے گرہ نکاح کی
		یعنی خاوند (محمود حسن دیوبندی)
		جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (امام احمد رضا)
۵۸	۲۳۸	**وقوموا للہ قنتین**
		اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے (محمود حسن دیوبندی)
		اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے (امام احمد رضا)
۵۹	۲۴۸	**فیہ سکینۃ من ربکم**
		جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے
		(محمود حسن دیوبندی)
		جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے (امام احمد رضا)
۶۰	۲۵۱	**ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض**
		اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے
		تو خراب ہو جاتا ملک (محمود حسن دیوبندی)
		اور اگر اللہ لوگوں میں بعض کو بعض سے دفع
		نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے (امام احمد رضا)
۶۱	۲۵۵	**الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم**
		زندہ ہے' سب کا تھامنے والا ہے نہیں پکڑ سکتی اس کو
		اونگھ اور نہ نیند (محمود حسن دیوبندی)
		وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا ہے' اسے نہ
		اونگھ آئے نہ نیند (امام احمد رضا)

۶۲ ۲۵۶ **فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا**

اب جو نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لاوے اللہ
پر اور اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے
والا نہیں (محمود حسن دیوبندی)
تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس
نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں (امام احمد رضا)

۶۳ ۲۵۹ **وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما**

اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر
جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت
(محمود حسن دیوبندی)
اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیوں کر ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں
پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں (امام احمد رضا)

۶۴ ۲۶۰ **قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی**

کیا کہوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین
ہو جاوے میرے دل کو (محمود حسن دیوبندی)
عرض کی "یقین کیوں نہیں" مگر یہ چاہتا ہوں کہ
میرے دل کو قرار آجائے (امام احمد رضا)

۶۵ ۲۶۳ **قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی**

جواب دینا نرم اور درگزر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے
جس کے پیچھے ستانا ہو (محمود حسن دیوبندی)
اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے
جس کے بعد ستانا ہو (امام احمد رضا)

۶۶ ۲۷۱ **ان تبدوا الصدقت فنعما ھی وان تخفوھا وتوتوھا الفقراء فھو خیر لکم**

اور اگر ظاہر کر کے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور
اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو بہتر ہے
تمہارے حق میں (محمود حسن دیوبندی)
اگر خیرات علانیہ دو تو کیا ہی اچھی بات ہے
اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے

بہتر ہے (امام احمد رضا)

۶۷ ۲۶۴ **ینفق مالہ رئاء الناس**

جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو (محمود حسن دیوبندی

جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے (امام احمد رضا)

۶۸ ۲۷۵ **وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولئک اصحاب النار**

اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالے ہے اور جو

کوئی پھر سود لے تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے

(محمود حسن دیوبندی)

اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب

ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے (امام احمد رضا)

یہ چند نمونے سورہ بقرہ سے لئے گئے ہیں' پورے قرآن پاک سے لئے جاتے تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی۔ آپ نے دونوں ترجمے ملاحظہ فرمائے' آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ مولانا محمود حسن دیوبندی چھوٹے سے چھوٹے جملے کا خوبصورت ترجمہ نہ کرسکے۔ علمی اعتراضات اپنی جگہ پر' اس وقت زبان ادب کے حوالے سے یہ جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ دونوں تراجم کا جائزہ لیتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ مولانا احمد رضاخاں بریلوی نے اپنے شاگرد و خلیفہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کو فی البدیہہ یہ ترجمہ املا کرایا تھا' ان کے سامنے نہ سابقہ اردو تراجم تھے اور نہ متعلقہ کتابیں' ہاں وہ دماغ ضرور تھا جس کو دنیا کا عظیم کتب خانہ کہا جائے تو بجا ہے۔ ترجمہ قرآن فی البدیہہ املا کرانے کے باوجود یہ ترجمہ ایسا گٹھا ہوا اور بندھا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے سالوں محنت کی ہو اور مہینوں نوک پلک درست کی ہو۔ راقم برسوں جامعات کا ممتحن رہا ہے' اپنے ۳۵ سالہ تجربے کی بنا پر عرض کرتا ہوں کہ اگر اردو کے کسی ماہر ممتحن کو یہ دونوں تراجم جانچنے کے لئے دیئے جائیں تو مولانا محمود حسن کا ترجمہ ۳۳ فیصد سے زیادہ نمبر حاصل نہ کرسکے گا جب کہ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ۷۰ فیصد سے بھی زیادہ نمبر لے سکتا ہے۔ بہر حال دونوں ترجمے آپ کے سامنے ہیں فیصلہ کریں' سچ کہیں اور حق کہیں۔ راقم کی بات سچی ہے یا مولانا ابوالحسن ندوی کی؟ آپ کو کونسا ترجمہ حسین معلوم ہوتا ہے؟ اور کونسا ترجمہ پڑھ کر آپ کی پیاس بڑھ رہی ہے اور دل پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

جام پہ جام لائے جا' شان کرم دکھائے جا!

پیاس مری بڑھائے جا روز نئی پلائے جا!

امام احمد رضا
بحیثیت امام فن حدیث

از علامہ عبد المصطفٰے الازہری علیہ الرحمہ
(سابق شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ایک بے عدیل و بے مثل فقیہ اور بے شبیہ محدث تھے۔ آپ کی فقاہت مشہور اور آپ کا علم مسلم۔ لیکن آپ کی شان حدیث دانی سے عام لوگ بہت کم واقف ہیں اگر آپ کی ذات پر اس حیثیت سے کوئی نگاہ ڈالے اور آپ کی تصانیف و تالیف و فتاویٰ کا مطالعہ بغور کرے تو فن حدیث پر عبور بلکہ اس صدی میں آپ کی امامت و جلالت روز روشن کی طرح عیاں و بیاں ہو جائے گی جہاں تک آپ کی سند کا متصل ہونا اور اس کا علو ہے' ہند کیا دیگر دیار و امصار میں بھی اس معاملہ میں آپ کا ثانی کوئی نہیں۔ بلکہ باوجود اس قربت مکان و اعلیٰ درجات کے آپ نے اپنے سے کمتر علماء سے بھی حدیث کی سند تیمناً و تبرکاً" اور محدثین اکابر کی پیروی میں حاصل کی ہے۔

سند کے عالی ہونے کے متعلق خود اعلیٰ حضرت کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ جب آپ مکہ شریف پہنچے تو فرماتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ حدیث میں کسی کی سند میری سند سے عالی ہو۔ تو میں ان سے سند لے کر علو حاصل کروں۔ مگر بفضلہ تعالیٰ تمام علماء سے میری ہی سند عالی تھی۔ (الملفوظ ۲۸' ج ۲)

اس ملفوظ میں مولانا سید عبد الحی بن مولانا عبد الکبیر محدث ملک مغرب کہ اس وقت تک ان کی چالیس کتابیں علوم حدیث و دینیہ میں مصر میں چھپ چکی ہیں' کا ذکر فرماتے ہیں کہ اور علوم حدیث کی اجازتیں فقیر سے طلب فرمائیں اور لکھوائیں (ص ۱۱' ج ۲) پھر اسی میں ہے کہ محرم شریف میں نے تقریباً بخار ہی کی حالت میں گزارا۔ اسی حالت میں علماء کرام کو اجازت لکھی جاتیں مولانا صالح جمال کو اللہ تعالیٰ جنات عالیہ عطا فرمائے بان فضل و کمال کہ میرے نزدیک مکہ معظمہ میں ان کے پایہ کا کوئی عالم نہ تھا۔ اس فقیر حقیر کے ساتھ غایت اعزاز بلکہ آداب کا برتاؤ رکھتے تھے بار بار اصرار کے ساتھ مجھ سے اجازت نامہ لکھوایا۔ جسے میں نے ادباً کئی روز تک ٹالا۔ جب مجبور فرمایا لکھ دیا۔ (الملفوظ ص ۲۱ ج ۲)

اعلیٰ حضرت کے علم حدیث کی وسعت کا اگر مطالعہ کرنا ہے تو آپ کی ان دو کتابوں کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہوگی حاجز البحرین اور منیر العین فی تقبیل الابھامین اور اس کے علاوہ فتاویٰ رضویہ کے بالا ستیعاب مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ وسعت علم حدیث کا اندازہ اس طرح ہوگا کہ جس موضوع حدیث پر بھی قلم اٹھایا اسی باب میں اکثر حدیثوں کو ذکر فرمایا اور جس حدیث کا ذکر کیا اسی کے تمام رواتیوں اور طرق و کتب کا احصار فرمایا جمع بین الصلاتین کے بارے میں اثبات مدعا کے لئے ۲۳ صحابہ سے روائتیں ذکر کیں پھر اس میں سے مثلاً حدیث عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتیں دیکھئے۔

بخاری، زہلی، اسماعیلی، نسائی، سند آخر طحاوی، تقیہ الامام محمد، ابو داؤد، نسائی ایضاً، سند آخر اس کے بعد تمام صحابہ کرام کی روایتیں الگ الگ مع حوالہ کتب نقل فرمائیں اور اسی درمیان میں نذیر حسین محدث دہلوی نے جو غیر مقلدوں کے بڑے محدث اور اپنے زعم میں مجتہد بنتے تھے ان کے اعتراضات اور سند پر اعتراضات کو اس طرح سے رد کیا کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور ساتھ ہی علم حدیث اور تاریخ علم رجال سے بے خبری اور فقہ اور معتمد روایات کی تجریح اور پھر اس جرح پر عدم فہم مصطلحات محدثین کے امثلہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک راوی محمد بن فضیل ہیں۔

نذیر حسین نے کلام کیا کہ یہ ضعیف اور رافضی ہیں۔ اس تقریر پر اعتراضات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ یہ محمد بن فضیل بخاری و مسلم کے راوی بھی ہیں اگر یہ رافضی و ضعیف ہوں تو امام بخاری اور امام مسلم کی کتابیں بھی ضعیف ہوں گی۔

۲۔ ابن معین نے محمد ابن فضیل کو ثقہ کہا ہے۔ امام احمد نے حسن الحدیث کہا نسائی نے لاباس بہ امام احمد نے خود ان سے روایت کی۔ نیزان میں ان کے بارے میں کوئی جرح مفسر ذکر نہ کر سکے۔

۳۔ ان کے رافضی ہونے پر نذیر حسین رمی بالتشیع سے استدلال کیا ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے یہ مواخذت کئے ہیں کہ تشیع اور رفض میں فرق نہیں کیا۔ فرماتے ہیں کہ زمانہ متاخرین میں شیعہ رافضی کو کہتے ہیں اور آج کل کے بیہودہ مذہب لوگ ہر رافضی کو شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ غالبًا اسی لئے نذیر حسین نے شیعہ اور رافضی کو ایک ہی سمجھا۔

نذیر حسین محدث نے ایک راوی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بشر بن بکر وہ غریب الحدیث ہے ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب اس قول پر بھی اعلیٰ حضرت نے مواخذہ فرمایا ہے۔

۱۔ یہ راوی رجال صحیح بخاری سے ہے۔

۲۔ تقریب میں بشر بن بکر کو ثقہ فرمایا۔ یہ بات حذف کردی۔

۳۔ تقریب میں ثقہ بغرب ہے اس کا ترجمہ "محدث" صاحب نے غریب الحدیث کیا یہ بات علمی غلطی

ہے۔

۴۔ اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف ہیں۔ یہ تفسیر غلط ہے یہ منکر کی تفسیر ہے غریب کی یہ تفسیر نہیں۔

۵۔ اگر کوئی ثقہ ہو۔ اور اغراب کرے اور یہ بات باعث رد حدیث ہو تو صحیحین غلط روائتوں سے پر ہے اعلیٰ حضرت نے اس مقام پر حاشیہ میں ان روایتوں کے نام بھی درج کئے ہیں۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۲، ج ۲ جن کی کل تعداد مثال کے طور پر نو ہے ورنہ حقیقۃ اس سے زائد ہیں۔

۶۔ میزان میں بشر کے بارے میں جو لکھا ہے محدث صاحب نے اسے نظر انداز کردیا ہے میزان میں ہے۔ **صدوق ثقہ لاطعن فیہ** یعنی خوب سچ بولنے والے ثقہ ہیں جن میں کسی وجہ سے طعن نہیں۔ نذیر حسین نے ایک اور راوی پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے۔

(ولید بن قاسم) روایت میں اس سے خطا ہوئی تھی تقریب میں کہا صدوق محلی اس پر بھی اعلیٰ حضرت کے مواخذات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ یہاں جو محدث نے تعریف شدید کی ہے۔ اسناد نسائی میں ولید غیر منسوب واقع ہوا تھا۔ **اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید حدثنا ابن جابر الخ**

محدث صاحب ملا نذیر حسین نے چالاکی کی ہے اور تقریب میں ولید نام کے راویوں میں ایک شخص قدریہ ہے۔

چھانٹ کر اس سے ولید بن قاسم تراش لیا ہے۔ حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم سے۔ اور آئمہ ثقات حفاظ اعلام میں ان کا شمار ہے۔ چنانچہ اسی کتاب تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر یہاں تدلیس کا احتمال بھی نہیں۔ اس لئے کہ وہ اس حدیث میں حدثنا جابر کہہ رہے ہیں۔ میزان میں ہے۔

الولید بن مسلم الدمشقی احد الاعلام و عالم اہل شام لہ مصنفات حسنت قال احمد عاروایت فی الشامین اعقی عنہ و قال المدینی عندہ علم کثیر فاذا قال حدثنا فھو جہ (ص ۱۲۱ ج ۲)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اب یہ سوال ضرور پیدا ہوسکتا ہے کہ ولید بن مسلم کس دلیل سے ہے۔ تو اس کا قاعدہ اہل علم کے یہاں مقرر ہے۔ (اور وہ ان کے تلامذہ وغیرہ کے یقین سے پتہ چل جاتا ہے۔) اگر بغرض فقط یہ ولید بن قاسم ہی ہیں تو ابن عدی نے انہیں کے متعلق فرمایا ہے **ازلروی عن ثقہ فلا باس** یہ جب ثقہ سے روایت کریں تو کوئی غیب نہیں۔ ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ہی ظاہر ہے۔ اگر کوئی راوی محض صدوق یخطی سے قابل زد ہوجائے۔ تو صحیح بخاری و مسلم میں کتنے حضرات ایسے ہیں ملاحظہ صفحہ ۲۲۱ ج ۲ تیس سے زیادہ ایسے راوی ہیں یہ بھی صرف مثال کے طور پر ہے ورنہ حقیقتاً

اس سے زائد ہیں۔ اسی طرح محدث نذیر نے عطاف راوی کو وہمی لکھا ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے یہ اعتراضات کئے ہیں۔

۱۔ عطاف کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا ہے نیزان میں ان کے متعلق کوئی جرح مفسر منقول نہیں۔ یعنی جرح تفسیر کے بغیر معتبر نہیں جرح مفسر کے معنی یہ ہیں کہ الزام واضح ہو۔

۲۔ وہمی صدوق یہم میں بہت فرق ہے یہ بات متبر کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔

۳۔ اگر یہم کے معنی وہمی کے لے کر ایسے راویوں کو رد کر دیا جائے تو صحیحین میں ایسے وہمی بہت ہیں اعلیٰ حضرات نے ان کے نام حاشیہ پر درج کئے ہیں۔ صفحہ ۲۲۲ ج دوم ۱۹ راوی ہیں۔

۴۔ اگر ایسے راوی واقعی درجہ سقوط میں ہوں تو کثرت طریق سے حدیث صحت نامہ بن جائے گی۔ اس لئے کہ کثرت ضعاف بھی تحسین حدیث کا سبب ہے اور حدیث حسن حجت ہے جیسا کہ مصطلح حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ حدیث اگر متعدد طریق ضعیفہ سے بھی مروی ہے تو وہ حسن کے درجہ پر پہنچ کر قابل استدلال و احتجاج ہو جاتی ہے۔

الحمانی کی ایک روایت ہے۔ **حدثنا الحمانی عن ابن المبارک عن اسامہ بن زید اخبرنی نافع۔**

نذیر حسین غیر مقلد نے اس سند پر یہ اعتراض کیا کہ یہ اسامہ بن زید مدنی ضعیف الحافظہ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جس پر یہ سوال کیا ہے کہ نافع کے دو شاگرد ایک ہی نام کے ہیں ایک یہ دوسرے اسامہ بن زید یعنی مدنی جو رجال صحیح مسلم سنن اربعہ ہے اور تعلیقات بخاری میں بھی مذکور ہیں۔ جسے یحییٰ بن معین نے کہا ثقہ ہے اور ثقہ صالح ہے۔ ثقہ حجت ہے۔ یہ دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد ہیں۔ پھر منشائے تعین کیا ہے۔

دوسرا سوال یہ کیا ہے کہ ثانی سے کیا مراد ہے؟ یہ ثانی حافظ کبیر یحییٰ بن عبدالحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی نے اجوانہ لاباس یہ اور ابن عبدالحمید ھو اکبر من ھنولاء فاھب عنہ' یہ باتیں آپ نے کیوں چھوڑ دیں۔ اسی طرح طبقہ تاسعہ میں عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بھی ہیں جو رجال صحیحین سے ہیں۔ یہ دونوں صحابی کہلاتے ہیں۔ بتائیے آپ کو کچھ معلوم ہے۔ روایت نسائی بطریق کثیر بن قاروندا عن سالم عن ابیہ میں کوئی گنجائش نہ ملی۔ تو اس پر غیر مقلد محدث نے یہ کہہ دیا کہ وہ شاذ ہے۔ مخالف ہے روایت شیخین کے اور شیخین کی روایت ارجح ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس بات پر متعدد سوالات وارد کئے ہیں۔

مثلاً یہ حدیث مخالف شیخین محض دہلوی ہے۔ یہ سب روایتیں ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ جس کی تحقیق اسی فتاوی میں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد یہ جواب غیر

مقلد محدث نے دیا ہے۔ یہ بات ادنی عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول مغرب کے دو تین کوس کی مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہوجاتی ہے اور عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے اس جواب پر اعلیٰ حضرت نے جو مواخذات کئے وہ یہ ہیں۔ حدیث میں میل ہے۔ جسے ترجمۃ "کوس بنادیا ہے۔

۲۔ دو تین کوس چلیں کہہ کر عوام کو مغالطہ دیا کہ حضرت ابن عمر پیدل چلے ہوں گے۔ حالانکہ یہ حدیث میں سواری پر ہونا اور سواری کو بہت تیز چلانا ہے کہ اس دن آپ نے تین منزلیں طے کیں۔ حدیث ابوداؤد میں اس کی تصریح ہے۔

۳۔ بخاری شریف میں اسی حدیث میں ہے کہ نماز مغرب کے بعد انتظار کیا۔ پھر عشاء پڑھی۔ اگر سفر کرنے کے بعد عشاء کا وقت داخل ہوگیا تھا اور عشاء کا وقت ہوچکا تھا تو اب انتظار کیوں کیا؟ جب کہ سفر میں اتنی جلدی تھی کہ بقول تمہارے مغرب کی نماز عشاء کے وقت پڑھی۔

۴۔ غیر مقلد نے اس بحث میں تصریح کی ہے کہ متعلق حجت نہیں۔ بخاری میں یہ ٹکڑا جسے آپ حدیث بتارہے ہیں تعلیقات ہی میں مذکور ہے۔ لہٰذا آپ کا اس سے استدلال غلط ہے۔

۵۔ غیر مقلد نے وہم اور اغراب سے راویوں کو مجروح کیا ہے تو پھر اس حدیث سے استدلال بھی غلط ہے یونس بن یزید کو تقریب میں **ثقہ الا ان فی روایت عن الزھری وھما قلیلا وفی غیر الزہری خطاء** یہ ثقہ ہیں مگر زہری کی روایت میں کچھ وہم ہے اور غیر زہری کی روایت میں غلطیاں ہیں۔ امام سعد نے **لیس بحجتہ** کہا وکیع جراح نے **سیئی الحفظ حافظہ** برا ہے۔ امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا۔ یہ سب باتیں میزان ہی میں ہیں۔

تنبیہ :- یہ سب باتیں آپ کے تعصب اور ظلم کے ثابت کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے آپ نے کہا ویسے ہی جواب دے دیئے ہیں ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم وخطاء جب تک کہ فاحش ہوں موجب رد حدیث ہیں اور نہ یہ حدیث بخاری اصلا تمہارے موافق دیکھئے یہ امام آئمہ سفیان بن عبید جنھوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے امام احمد فرماتے ہیں۔ مجھ میں اور علی بن مدینی میں مذاکرہ ہوا زہری سے روایت میں ثابت تر کون ہے علی نے کہا۔ سفیان بن عینیہ اور میں نے کہا۔ کہ امام مالک کہ ان کی خطا سفیان کی خطاؤں سے کم ہے۔ قریب بیس حدیثوں کے سفیان بن عینیہ نے کی ہیں۔ پھر میں نے یہ سب خطائیں گنادیں۔ اور ان سے کہا کہ آپ امام مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے۔ (میزان) اس کے باوجود سفیان محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ثبت حجت ہیں۔ اس پر علماء امت کا اتفاق ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس سے امام طحاوی اور امام احمد اور ابن ابی شیبہ استادان امام بخاری علیہم الرحمتہ نے روایت کیا اسے رد کرنے کے لئے غیر مقلد نے یہ اعتراض

کیا کہ اس کا ایک راوی مغیرہ بن زیادہ ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا۔

قالہ فی التقریب اس پر امام احمد رضا نے یہ گرفت کی کہ تقریب میں اسے صدوق کہا۔ یہ صدوق میں رکھا لہ اوہام کے معنی وہمی کے لئے جو غلط ہے۔

۳۔ جناب والا یہ مغیرہ بن زیاد موصل امام بخاری اور مسلم کے راوی ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ اس کے راوی بہت سے ہیں۔ جن کے بارے میں صدوق لہ اوہام آیا ہے اس پر عاشیہ میں فرمایا کہ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں لیکن خاص اس لفظ صدوق اوہام سے ۱۹ افراد نام بنام گن لئے کہ سب صحیحین کے راوی ہیں۔ اس طرح گویا صحیحین سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

۴۔ اور یہ مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہیں امام یحییٰ بن معین نے لیس بہ باس فرمایا یحییٰ نے کہا۔ لہ حدیث واحد منک ان کی صرف ایک حدیث منکر ہے اس لئے وکیع نے ثقہ' ابوداؤد نے صالح اور ابن عدی نے عندی لاباس بہ کہا۔ لہٰذا ان کی حدیث کے حسن ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا ص ۲۴۶ ج ۲

یہاں پر مقصود یہ تھا کہ محدثان غیر مقلدین مجتہدان اہل حدیث امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے مقابل ایک طفل مکتب سے زیادہ معلوم نہیں ہوتے۔ اور علوم حدیث میں جو وسعت نظر اور رجال و اسناد پر جو عبور اور مصطلحات علما پر جو احصار اور تدقیق نظر آپ کو حاصل ہے وہ دعویٰ اجتہاد اور غوغائے علم بلند کرنے والوں پر بہت ہی زیادہ سبقت رکھتی ہے جمع بین الصلاتین میں اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت عظیم البرکت حکیم الامت فاضل بریلوی علیہ رحمتہ نے قرآن پاک کی سات آیات سے استدلال کیا۔

۱۔ **ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا**

۲۔ **حافظوا علی الصلواۃ والصلواۃ الوسطی**

۳۔ **قوموا للہ قانتین**

۴۔ **والذین ہم علی صلواتہم لحافظون**

۵۔ **وہم علی صلاتہم یحافظون**

۶۔ **فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلواۃ**

۷۔ **فویل للمصلین الذین ہم عن صلواتہم ساہون**

ان آیتوں کے ساتھ مفسرین کے اقوال بھی ذکر فرمادئے کہ ان سب آیتوں میں وقت پر نماز پڑھنے کا حکم یا ان کی تعریف و توصیف یا وقت پر پابندی نہ کرنے پر زجر و توبیخ ہے۔ اس کے بعد ۳۲ روایتیں صحابہ کرام مختلف عناوین قائم کر کے حدیثیں پیش کی ہے۔

۱۔ حنظلہ کاتب وحی

۲۔ ابودردا

۳۔ عبادہ بن صامت نقیب الانصار

۴۔ قتادہ ابن ربعی الانصاری

۵۔ کعب بن عجرہ

۶۔ عبداللہ بن مسعود

۷۔ انس بن مالک

۸۔ فضالہ زہرانی

۹۔ عبداللہ بن مسعود ایضا

۱۰۔ امیرالمومنین عمر فاروق اعظم

۱۱۔ عن ایضا

۱۲۔ امیرالمومنین فاروق اعظم کا فرمان

یہ بارہ حدیثیں محافظت صلاۃ پر ہیں اس کے بعد حدیث امامت جبریل ہے جس میں ہر نماز کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔

۱۔ ابو مسعود انصاری

۲۔ بشیر بن ابو مسعود

۳۔ ابو ہریرہ

۴۔ جابر بن عبداللہ

۵۔ ابو سعید

۶۔ عبداللہ بن عباس۔ یہ کل چھ عدد ہوئیں۔

اس کے بعد ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کا وقت دریافت کیا تھا۔ حضور نے دو دن نمازیں اپنے ساتھ پڑھوا کر نمازوں کے اوقات کا تعین فرمایا ۱۔ بریدہ ابن حضیب ۲۔ ابو موسیٰ ۳۔ جابر بن عبداللہ ۴۔ انس بن مالک۔ اس کے بعد ایسی حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو وقت گزار کر نمازیں ادا کرتے ہیں اور اس بات کی غیبی خبریں کہ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے۔

۱۔ ابوذر ۲۔ عبادہ بن صامت ۳۔ عبداللہ بن مسعود پھر ایسی حدیثوں کا ذکر جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ جب دوسری نماز کا وقت آگیا۔ تو پہلی نماز کا وقت ختم ہو گیا۔

۱۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص ۲۔ ابو ہریرہ ۳۔ ابو قتادہ انصاری ۴۔ سعد ابن ابی وقاص ۵۔ ابن عباس ۶۔ ابو ہریرہ ایضا ۷۔ عبداللہ بن عباس۔ اس طرح ۳۲ روایتیں صحابہ سے

ہوئیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ آیات قطعیہ اور احادیث متواترہ سے ہر نماز کا وقت کی پابندی سے پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے جواب میں جمع بین الصلاتین والوں کے پاس صرف تین چار حدیثیں ہیں جن کی وجہ سے یہ لوگ بے خبر اور وقت سے بے نیاز ہو کر چلے جا رہے ہیں۔ ایسے مذہب کی کمزوری واضح ہو گئی۔

اعلیٰ حضرت کے علوم حدیثیہ پر وسعت نظر کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۹۵ میں دیکھئے۔ احادیث مرویہ بالمعنیٰ صحیحین وغیرھا صحاح سنن و معاجیم و جوامع و اجزا وغیرہا میں دیکھئے صدہا مثالیں اس کی پائی جائیں گی۔ ایک ہی حدیث کے رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا ٹکڑا کوئی کس طرح کوئی کس طرح کوئی کس طرح پر جمع طریق پر پوری بات کا پتہ چلتا ہے۔

لہٰذا امام الشان ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں۔ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت کو نہ پہچانتے اس بحث کو ص ۲۹۷ میں دیکھئے آخر میں آپ نے اس مسئلہ پر تھوڑی سی روشنی ڈالی ہے کہ اگر کوئی محدث اپنے شیخ کا مجرد نام لے تو اس شیخ کی پوری تعین کس طرح ہو گی۔

غیر مقلدوں کے محدث و مجتہد کا کچھ پتہ نہیں ثقات رواۃ کو ضعیف کر دیا۔ اس مقام پر اعلیٰ حضرت نے ایک لطیفہ بیان فرمایا کہ دیکھئے عبداللہ صحابہ میں بکثرت ہیں خصوصاً عباد اللہ خمسہ رضی اللہ عنہم پھر کیا وجہ ہے کہ مصری عبداللہ کہے تو عبداللہ بن عمرو بن عاص اور کوفی کہے تو عبداللہ بن مسعود اور روایات میں تو سینکڑوں عبداللہ ہیں لیکن جب سوید عبداللہ کہیں۔ تو ابن مبارک مراد ہوتے ہیں محدث بے شمار ہیں لیکن جب بغدادی محمد بن شعبہ کہیں تو منذر کے سوا کوئی مراد نہیں ہو سکتا۔ وعلی ھذا القیاس صدہا مثالیں ہیں جنہیں ادنی سے ادنی خدام حدیث جانتے ہیں سمجھتے ہیں پہچانتے ہیں لیکن مجتہدین اہلحدیث ان باتوں سے بے خبر ہیں۔ سلیمان سے مراد ابن ارقم لیتے ہیں۔ حالانکہ سلیمان بن مہران اعمش امام حدیث امیر المومنین فی الحدیث ہیں اور خالد سے مراد خالد بن حارث ہیں۔ پھر اس بات کے ثبوت کے لئے پندرہ حوالے دیئے جن سے سلیمان سے مراد اعمش ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(بہ شکریہ ماہنامہ فیض رضا لائل پور)

امام احمد رضا پر تحقیقات کی نئی جہات

از: صاحبزادہ **وجاہت رسول قادری**

قرآن حکیم اور احادیث نبوی کا بنظر غائر مطالعہ اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے کہ تفقہ فی الدین کا تعلق کسب و تحصیل سے پہلے ارادہ الٰہی اور رحمت ایزدی سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یئوتی الحکمتہ من یشاء ومن یئوت الحکمتہ فقد اوتی خیرا کثیرا(۱)

"اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی"

اسی طرح ارشاد نبوی ہے **من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین(۲)**

اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہ فی الدین کی دولت گرانمایہ سے مالا مال فرما دیتا ہے۔ ثابت ہوا کہ تفقہ فی الدین کا ملکہ رحمت خداوندی کی عطا ہے اور یہی علم لدنی ہے۔ دین میں تفقہ حاصل کرنے والے ہی صاحب حکمت اور صاحب خیر کثیر کہلاتے ہیں۔ گویا ایک فقیہ اور مجتہد اپنے وقت کا حکیم ہوتا ہے۔ وقت کی نبض کی رفتار پر اس کی نگاہ ہوتی ہے اس کے پاس خیر کثیر ہوتی ہے' وہ اپنے وقت کے تمام علوم پر حاوی ہوتا ہے۔ اپنے منصب کے لحاظ سے مسائل کے استخراج و استنباط اور ترجیح و تطبیق وغیرہ جیسی صورتوں میں رب قدیر کی عطا کردہ باکمال صلاحیتوں کی روشنی میں غور خوض کرتا ہے اور امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتا ہے وہ امت مسلمہ کے تمام معاملات کا مرجع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مجتہد کے لئے دو ثواب ہیں۔ ایک ثواب تو اجتہاد کا اور ایک ثواب اس اجتہاد سے امت مسلمہ کو جو فائدہ پہنچ رہا ہے اس کا۔ دوسرے الفاظ میں مجتہد سے خطا کی صورت میں کوئی مواخذہ نہیں چونکہ اس کی تمام کوششوں کی اساس' نیک نیتی' خدمت دین' اور اخلاص فی اللہ ہے۔ ایسی شخصیات جن کو اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین' علم و حکمت اور خیر کثیر عطا کیا ہے ہمہ وقت امت کی بہتری کی سعی میں مشغول رہتی ہیں۔ مجتہد کون ہے؟ اس کی جامع تعریف کیا ہے؟ یہ خود امام احمد رضا کی زبانی سنئے۔

مجتہد وہ ہے "جو آیات و احکام و اصابت احکام و طرق و شذوذ و نکارت و نقد رجال اسباب جرح و تعدیل و علل غامضہ و وجوہ نظم و ضوح معنی و جمیع مبادی ادبیہ و اصولیہ و ناسخ و منسوخ و مناہج ترجیح، تطبیق و مناشی، حکم و مقاصد شرع و مصالح زمن و عوائد امم' و مظان حکم و اقاویل صحابہ و مواضع اجماع و مشارع خلاف' و علل موثرہ و جوامعہ مغیرہ و مساعد تعدیہ' و موارد و قصر و غیرھا جمیع موادر و حصر کی معرفت کے دریائے زخار ناپیدا کنار اور اس کے ساتھ ذہن ثاقب و فکر صائب و طبع نقاد عقل مقاد و توفیق خداداد رکھتا ہو کہ جملہ مالہ و ماعلیہ کے لحاظ سے منصوص سے مسکوت کا حکم اپنی رائے سے قائم کر سکے"۔(۳)

مجھے اپنی علمی کم مائیگی کا اعتراف ہے لیکن میں یہ بات بلاخوف و تردد کہہ سکتا ہوں کہ مجتہد کی جو جامع تعریف امام احمد رضا کی زبان فیض ترجمان نے بیان کی ہے وہ ان کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم محبوب مکرم' جامع الکلم' صاحب الجود والکرم' عالم ماکان و مایکون کی نگاہ باکرامت کا اثر ہے ورنہ آپ فقہ کی تمام کتب کھنگال ڈالئے کسی ایک جگہ اتنی جامع تعریف مجتہد کی تحریر نہ پائیں گے۔ اس سے امام احمد رضا کی مجددانہ فکر اور اعلیٰ اجتہادی مقام کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ مجتہدین ہی ہیں جن کو اللہ رب العزت علم و حکمت' خیر کثیر اور فکر و نظر کی وہ دولت فرواں عطا کی ہے کہ جس کا اندازہ عام ذہن نہیں کر سکتا۔

بعض مفکرین نے مختلف جہتوں سے امت کی بہتری کرنے والے ان مجتہدین کو ان کے درجات کے حوالے سے پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔(۴)

۱۔ طبقہ اولیٰ مصلحین
۲۔ طبقہ ثانیہ حکماء
۳۔ طبقہ ثالثہ۔ مجتہدین
۴۔ طبقہ رابعہ۔ مجددین
۵۔ طبقہ خامسہ۔ مفہمین

مذکورہ بالا طبقات کو وسیع تناظر میں تین طبقات میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی:

۱۔ مصلحین
۲۔ مجتہدین
۳۔ مجددین

ہیئت اصلیہ یعنی نصوص سے ہیئت کذائیہ کی تشکیل دینے اور تحقیق و تدوین کے بعد حکم لگانے کے اعتبار سے مجتہدین کی درج ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ مجتہد فی الشرع

۲۔ مجتہد فی المذہب

۳۔ مجتہد فی المسائل

۴۔ مجتہد مقید

۵۔ محض مقلد

مجتہد مقید کی مزید اقسام یہ ہیں:۔

ا۔ اصحاب تخریج

۲۔ اصحاب ترجیح

۳۔ ممیزین

جب ہم تاریخ اسلام کے دور اول اور دور اوسط کے حالات کو دیکھتے ہیں تو متعدد جلیل القدر عبقری شخصیات ہمیں ایسی نظر آتی ہیں جو ان میں سے بعض یا ان تینوں خصوصیات کی حامل ہوں لیکن جب ہم برصغیر پاک و ہند کے دور آخر کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو دینی خدمات کے حوالے سے جو شخصیت سب سے قد آور نظر آتی ہیں وہ علامہ بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی علیہ الرحمہ کے بعد صرف امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی ایسی نظر آتی ہے جو بیک وقت شان مصلحیت' شان مجتہدیت اور شان مجددیت کی جامع ہے۔(۵)

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات میں جس طرح تینوں سطحیں جمع ہیں اسی طرح دین حق کے تینوں شعبے بھی آپ کے کام میں جمع ہیں۔

جب آپ کی خدمات کا عقائد و مسلک کے باب میں جائزہ لیا جاتا ہے تو آپ مجدد نظر آتے ہیں' فقہی خدمات کے اعتبار سے دیکھیں تو آپ مجتہد فی المسائل نظر آتے ہیں' اور اگر طریقت و تصوف کے پہلو سے دیکھیں تو مصلح نظر آتے ہیں۔ تفقہ فی الدین کے حوالے آپ کی ہمہ جہت شخصیت میں جو انفرادیتیں نمایاں ہیں ان کے خاص خاص نکات یہ ہیں۔

ا۔ عشق رسول میں سرشاری و فداکاری اور کمال اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اور مجھے کہنے دیجئے کہ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وہ جذبہ ہے جس نے احمد رضا خاں کو مالک کونین قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا ایسا عبد خاص بنا دیا کہ ان کی کنیت ہی عبدالمصطفیٰ مشہور ہو گئی اور اسی جذبہ عشق کے صدقے اس سرکار ابد قرار' قاسم نعمت' و عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہربار سے اس عبد مصطفی کے لئے علم و حکمت کے خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے۔)

۲۔ فکر و نظر میں عمق و دقت

۳۔ مطالعہ میں کمال درجہ کی وسعت اور ہمہ گیریت

۴۔ فہم میں اعلیٰ درجہ کی صحت و تطبیق

۵۔ دلائل میں بے پناہ قوت
۶۔ اخذ نتائج میں کمال درجہ پختگی اور مہارت
۷۔ رائے میں حد درجہ ثقاحت و صلابت
۸۔ علم و بیان میں کمال درجہ نظم و ضبط
۹۔ تحریر و تقریر میں فصاحت و بلاغت اور براعت
۱۰۔ مسائل جدیدہ و قدیمہ پر محیر عقول دسترس۔ وغیرہ وغیرہ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جن سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو "احیاء امت مسلمہ" کا عظیم کام لینا مقصود تھا۔ اس لئے ان کو ان ملکوتی قوت و صلاحیت سے نوازا گیا۔ جن کا تصور بھی کسی عام آدمی کے لئے نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا منہ بولتا ثبوت ستر علوم پر ایک ہزار سے زائد لکھی جانے والی آپ کی تصانیف ہیں۔ (۶)

لیکن ان سب میں قرآن کریم کا اردو ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمہ القرآن" اور ۱۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل فتاویٰ معنون بہ "العطایا النبویہ فی فتاویٰ الرضویہ" امام احمد رضا کی عبقریت، علوم اسلامیہ و فقہ حدیث پر حیرت انگیز استحضار اور علوم نقلیہ و عقلیہ قدیمہ و جدیدہ پر کمال درجہ کی دسترس کا مظہر ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی نادر و نایاب تحقیقات نے علمی اور تحقیقی دنیا کو متحیر کر دیا، یہی وجہ ہے کہ جب امام احمد رضا کے ہم عصر عظیم فلسفی، شاعر اور اپنے وقت کے بلند پایہ اسکالر علامہ اقبال، امام احمد رضا کے فتاویٰ کا مطالعہ کرتے ہیں تو بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ

"ہندوستان کے آخری دور میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ نہیں دیکھا، مولانا بہت غور و فکر کے بعد جو رائے قائم کر لیتے ہیں اسے دوبارہ بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی"۔ (۷)

یہی نہیں بلکہ امام احمد رضا کے علمی قد و قامت کا اعتراف آپ کے معاصرین مخالف علماء نے بھی کیا چنانچہ صاحب نزہت الخواطر اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ حکیم عبد الحئی لکھنوی صاحب جو ندوۃ العلماء کے موجودہ ناظم اعلیٰ جناب ابو الحسن علی میاں، صاحب کے والد ماجد بھی ہیں، فقہ حنفی کی جزئیات پر امام احمد رضا کی دسترس کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"فقہ حنفی کی جزئیات پر ان کو جو عبور حاصل تھا اس کی نظیر ان کے زمانے میں شاید ہی کہیں ملے اس دعوے پر ان کے فتاویٰ شاہد عادل ہیں۔" (۹)

لیکن امام احمد رضا فاضل بریلوی کی بایں ہمہ عبقریت، تبحر علمی اور فطانت و ذکاوت راقم کو یہ اعتراف کرنے میں کوئی تردد نہیں کہ باوجودیکہ پچھلے ۲۵ سالوں میں امام احمد رضا پر بہت سرعت سے تصنیفی اور تحقیقی کام ہوا ہے، خصوصاً رضا اکیڈمی لاہور، مرکزی مجلس رضا لاہور، المجمع الاسلامیہ مبارکپور اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے اس کام کو بہت آگے بڑھایا ہے اور انفرادی طور

سے حکیم موسیٰ امرتسری لاہور اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب پرنسپل پوسٹ گریجویٹ کالج سکھر نے امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کے علمی و فکری سرمایہ پر تحقیق و تدقیق کو کئی نئے زاویئے اور روشن راہیں عطا کی ہیں لیکن فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے کوئی ایسا مستند تحقیقی کام منظر شہود پر نہیں آیا جو مشرق و مغرب کے اسکالرز کی توجہ کا مرکز بن سکے۔
اور ان کے سامنے امام صاحب کی شخصیت کی جامعیت اور ان کی فکر کی وسعت' گیرائی اور گہرائی کیلئے بطور دلیل پیش کیا جاسکے اور ان کو بتایا جاسکے کہ یہ ہیں امام وقت' یہ ہیں مجتہد فی المسائل' یہ ہیں ہمارے اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت!

میں جس اہم نکتہ کی طرف قارئین کرام کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم سب اس کا ہر وقت دعویٰ کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے وقت کے امام ہیں' مجتہد فی المسائل ہیں' مجتہدِ وقت ہیں' اس صدی کی جینیئس یعنی عبقری شخصیت ہیں اور میں واضح کردوں کہ میرا اور آپ سب کا یہ یقین ہے کہ بلاشبہ آپ ایسے ہی ہیں لیکن فتاویٰ رضویہ کے ہزاروں صفحات پر بکھرے ہوئے متعدد علوم و فنون کے گرانمایہ موتی اور فصاحت و بلاغت کی شاہ کار عبارات سے مزین مقالات کو ایک جدید نظم و ضبط اور نئی ترتیب و تدوین کے ساتھ سجا و بنا کر پیش کرنا ہی ہمارے اس دعوے کی دلیل بن سکتی ہے۔

فاضل بریلوی پر تحقیق کی یہی کچھ نئی جہات ہیں جن پر میں آج روشنی ڈالنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ مجھے اپنی علمی بے مائیگی اور اپنے منصب و مقام کا بھی احساس ہے نہ ہی میرا یہ منصب ہے اور نہ میں خود کو اس کا اہل پاتا ہوں۔ کہ امام احمد رضا جیسے عبقری کی تحقیقات اور علمی کارناموں پر کچھ لب کشائی کروں' لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ سے جو سہ آتشہ نسبت ارادت و محبت' سیدی مرشدی حضور مفتی اعظم ہند' والد ماجد مولانا وزارت رسول قادری اور جد امجد مولانا ہدایت رسول قادری برکاتی لکھنوی رحم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے توسط سے احقر کو حاصل ہے اور اہل علم و تحقیق کی جو قربتیں اور شفقتیں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے واسطے سے میسر ہیں اس نے اس ناچیز کو حوصلہ دیا کہ اس ضمن میں چند معروضات پیش کرسکوں اس لئے کہ احمد رضا کی محبت میں اب تو اپنا حال یہ ہے کہ۔

اب اپنا تشخص ہے یہی دیر و حرم میں
چہرے پہ در یار تری خاک ملی ہے

اگر میرے چند بے ترتیب الفاظ و خیالات میں اہل علم و فن کو فکر کے کچھ زاویئے مل سکیں تو میں اسے اپنے اکابر کا کرم خصوصاً فیضان رضا سے تعبیر کروں گا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فتاویٰ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ اہل تحقیق

کے لئے موضوعات کی کوئی کمی نہیں ہے بلکہ بقول ماہر رضویات مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم عالیہ "ہر فن کے جاننے والے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی ہر جلد میں اس قدر موضوعات ہیں کہ محقق کے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ کس موضوع کو لیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے۔"(۱۰)

قطع نظر فتاویٰ رضویہ کے ویسے تو آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا ہر پہلو ایک مستقل موضوع ہے مثلاً یہ کہ

۱۔ آپ طریقت میں کس طرح مصلح ہوئے؟

۔۔ طریقت میں کیا خرابیاں در آئی تھیں؟

۔۔ ترک شریعت کا رجحان کتنا غالب آگیا تھا؟

۔۔ شریعت میں طریقت کو کس کس طرح سے مٹایا جا رہا تھا؟

۔۔ غیر مسلم معاشرے کے اثرات کے پیش نظر آپ نے کیا کردار انجام دیا؟

یہ بذات خود ایک مستقل موضوع ہے۔

۲۔ اسی طرح عقائد کے باب میں کیا کیا خرابیاں در آئی تھیں؟

۔۔ توحید اور رد شرک کے نام پر اہانت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سیلاب کس طرح امنڈ رہا تھا؟

۔۔ امت مسلمہ کے خرمن ایمان کو جلا کر راکھ کر دینے کے لئے کیا کیا سازشیں درون خانہ اور بیرون خانہ ہو رہی تھیں؟

۔۔ آپ نے اس سیلاب اہانت کے آگے کس طرح بند باندھا؟

۔۔ اس سیلاب کا رخ موڑ کر کس طرح امت مسلمہ کے خرمن عقائد کے تحفظ کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم کیں؟

یہ اور اس قسم کے دیگر سوالات تاریخی تحقیق کا الگ موضوع ہے اور آپ کی مجددانہ صلاحیتوں کا مظہر۔ آپ کے تجدیدی کارنامے آپ کی شخصیت کی جامعیت، آپ کی فکر کی بلندی اور خیالات کی گہرائی و گیرائی اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ کے علمی و فکری کارناموں کے کسی ایک جزو کو سمجھنے اور اہل علم تک اس کے ابلاغ کا حق ادا کیا جائے۔

شان مجتہدیت کے حوالے سے فقہ حنفی میں آپ کی خدمات جلیلہ آپ کے مجموعہ فتاویٰ سے آشکارا ہیں بلکہ اگر آپ غور کریں تو آپ کے مجموعہ فتاویٰ کا جو نام ہے وہ خود مبدءِ فیض و عطا کا پتہ دے رہا ہے "العطایا النبویہ فی فتاویٰ الرضویہ" یعنی مبدء فیض و عطا منبع جود و کرم قاسم رزق و نعم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و عطا کا احمد رضا کے فتاویٰ میں نظارہ، آپ احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ

کے اس عنوان کو بار بار پڑھیں اور احمد رضا کی لذت عشق رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیرینی اپنے کام و دہن اور قلب و ذہن میں محسوس کریں اور حظِ روحانی اٹھائیں۔ آپ فتاویٰ کی ۱۲ سو سالہ تاریخ کھنگال ڈالیں کسی بھی مجموعہ فتاویٰ کا آپ یہ نام نہیں پائیں گے' تمام فتاویٰ صاحب فتویٰ کی ذات سے منسوب ہیں لیکن یہ امام احمد رضا ہیں کہ جنہوں نے اپنے اس عظیم علمی و فقہی شاہکار کو اس ذات مقدسہ کی جود و عطا سے منسوب کیا جو عالم ماکان و مایکون ہے' جو شہر علم ہے اور جو تمام علوم آخرین و اولیں کا منبع ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ ان کی محبت کی معراج ہے اور ان کے ایمان کا کمال ہے اسی لئے جب وہ قرآن و حدیث' اور آئمہ کے دلائل دینے کے بعد کوئی قول فیصل صادر فرماتے ہیں تو فرماتے ہیں

واقول باللّٰہ التوفیق

کہ اب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق سے کہتا ہوں' یہ جہاں اللہ تعالی اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے مستحکم ایمان کی دلیل ہے وہیں اس قول مذکورہ کے بعد وہ جو دلائل کے دریا بہاتے ہیں' علم لدنی کے محیرِ عقول رموز و نکات بیان فرماتے ہیں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس بشارت کا مظہر ہیں۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ محققین اور معتبر علماء فتاویٰ رضویہ کا بغور مطالعہ کریں اور اس میں پیش کردہ تحقیقات رضویہ کو اپنی تشریحات و حواشی کے ساتھ دنیائے علم و ادب کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں اور یہ بتائیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں

۔۔۔۔۔ امام تھے تو کس شان کے کہ بقول علامہ شیخ اسمٰعیل خلیل حافظ کتب الحرام اگر امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت میں انہیں پاتے تو اپنا شاگرد خاص بنا لیتے۔ (۱۱)

۔۔ مجتہد فی المسائل تھے تو کس مقام کے کہ بقول شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خاں' چیف جسٹس عبوری حکومت اسلامی جمہوریہ افغانستان "اگر امام احمد رضا شاگردان امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام زفر' امام ابو الحسن' امام یعقوب وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں ہوتے تو وہ ضرور ان کو اپنے مصاحب میں شامل کرتے۔" (۱۲)

۔۔ عربی' فارسی' اردو اور ہندی ادب کے ایسے فاضل کہ بلغاء عرب و عجم ان کو ان کی فصاحت و بلاغت پر داد تحسین دیتے ہیں۔ (۱۳)

۔۔ شان اجتہاد ایسی کہ ہر مسئلہ میں پہلے اصول دیتے ہیں' کلیہ پیش کرتے ہیں اصول کے تحت جزئیات کو پیش کرتے ہیں اور اس بات سے پوری طرح واقف ہیں کہ کون کون سی جزئیات کن کن اصولوں کے تحت ہیں' پھر سیاق و سباق کو بھی دیکھتے ہیں' عبارات' محاورات' اشارات اور اقتضیٰ کو بھی

دیکھتے ہیں الفاظ و کلمات ان کی معانی اور ان کے استعمال سے بھی باخبر ہیں، رسم و رواج اور محاورات اقوام کے بھی عارف ہیں، ۳ ہزار سے زیادہ احادیث جو حلال و حرام سے متعلق ہیں اور ۵ سو سے زیادہ آیات قرآنیہ جن میں حلال و حرام کے احکامات جلی ہیں ان کے متعلق علم الیقین، بلکہ عین الیقین نہیں بلکہ حق الیقین رکھتے ہیں"۔ (۱۴)

تو یقیناً ایسا شخص ہی امام وقت، مجتہد زمانہ اور مجدد ملت کہلانے کا مستحق ہے اور امام احمد رضا یقیناً ایسے ہی تھے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ امام احمد رضا کی مذکورہ شانیں اور عظمتیں اجاگر کرنے کے لئے مندرجہ ذیل جہات سے تحقیق و تصنیف کا کام شروع کیا جائے۔

گزشتہ ۲۰، ۲۲ سالوں میں ماہر رضویات سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے امام احمد رضا کے فکری اور علمی کارناموں پر ایک معتبدہ تحقیقی لٹریچر فراہم کیا ہے جس سے دنیا بھر کے علماء و فضلاء، دانشور اور عالمی جامعات کے اساتذہ اور طلباء امام احمد رضا کے صحیح خدوخال ان کی بلندی افکار اور عبقریت سے واقف ہو سکے اسی طرح گزشتہ ۱۱ سالوں سے الحمدللہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے پلیٹ فارم سے تقریباً ۲۰۰ سے زائد جید علماء، فاضل اسکالرز، دانشور اور محققین نے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی فکری ملی اور علمی پہلو پر تحقیقی مقالے پڑھے ہیں یا مجلّہ "معارف رضا" کے لئے تحریر کئے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آج دنیا کی تقریباً ۲۵ جامعات میں اہل علم و تحقیق امام احمد رضا پر مختلف جہات سے تحقیقی کام میں مشغول ہیں۔ اس طرح اب ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ساتھ اہل علم و تحقیق کا ایک ایسا معتبر ایوان ہے جس میں ہر طبقہ فکر کے انصاف پسند اور حق پرست دانشور شامل ہیں۔ میں اس معتبر ایوان کے سامنے اپنی تجاویز پیش کرتا ہوں اور میں اس ایوان کی معتبر و مستند شخصیتوں کی صلاحیتوں سے بہت پرامید ہوں اور مجھے اپنی تجاویز پر عملدرآمد اور اس کے مقاصد حسنہ کے حصول کے بارے میں انشاء اللہ بہتر نتائج کی توقع ہے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

تجاویز یہ ہیں:۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ کی کتب فقہ کی نہج پر موضوع کے اعتبار سے تدوین کی جائے سوالات حذف کرکے ابواب کے اعتبار سے اس کو تدوین نوع کے ساتھ شائع کیا جائے۔

۲۔ یہ ایک محنت طلب اور طویل المدت عمل ہے، فوری طور سے اس کا ایک وقتی بدل یہ ہو سکتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی ہر جلد سے ہر موضوع اور فن کے اعتبار سے منتخب فتاویٰ کو ان کے عنوانات، حواشی اور تعلیقات اور اضافی تخریج و حاشیہ کے ساتھ ایک علیحدہ جلد کی صورت میں شائع کیا جائے۔

۳۔ فتاویٰ رضویہ کو یا پھر مذکورہ مرتبہ "منتخبہ فتاویٰ رضویہ" کو مدارس دینیہ اور دیگر جامعات کے نصاب میں شامل کیا جائے مدارس دینیہ تک تو یہ قابل عمل کام ہے اور دیگر جامعات کے لئے اسلامک اسٹڈیز کے ڈائریکٹرز یا یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز سے ملاقات و مذاکرات کے ذریعہ اس کی اہمیت' اور ہمہ گیریت کو اجاگر کیا جائے اور اسے ان کے نصاب میں شامل کرنے کی سعی کی جائے۔

فتاویٰ رضویہ کی تدوین نوع کے سلسلہ میں سرزمین لاہور پاکستان میں ایک نئی اور اہم پیش رفت ہوئی ہے۔ علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی زیر نگرانی ایک رضا فاؤنڈیشن قائم ہوا ہے جس کا واحد مقصد فتاویٰ رضویہ کی جدید خطوط پر تدوین نوع ہے۔ اب تک فتاویٰ رضویہ جلد اول کے تین حصے' اضافی تخریج' حواشی' تعلیقات اور عربی عبارت کے ترجمہ کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ چوتھا حصہ زیر طباعت ہے۔ اس اعتبار سے فتاویٰ رضویہ کی ہر جلد کی ۲' ۳' ۴' ۴' مزید جلد یں مرتب ہو جائیں گی اور یہ یقیناً اہل علم و تحقیق کے لئے ایک بڑا سرمایہ ہو گا۔ اور مستقبل میں تحقیق کی نئی راہیں کشادہ ہوں گی۔ ضرورت اس بات کی ہے "رضا فاؤنڈیشن" اور اس قسم کا تحقیقی کام کرنے والے دیگر اداروں کے ساتھ دامے' درمے' قدمے' سخنے عالمی سطح پر مربوط انداز میں کام کرنے اور تعاون کی ضرورت ہے۔

۴۔ قضاۓ سے متعلق تمام فتاویٰ جو ساتویں اور گیارہویں جلد میں سب سے زیادہ ہیں یکجا کر کے ایک مبسوط جلد ترتیب دی جائے اور انہیں اسلامی ممالک کی عدلیہ کے جج اور وکلاء صاحبان کی جدید ضروریات کے اعتبار سے معہ ضروری تخریج و حواشی اور تشریح شائع کیا جائے اور تمام عالمی جامعات' عدلیہ اور بار کونسلوں کی لائبریریوں میں اس کی کاپیاں ارسال کی جائیں۔

۵۔ امام احمد رضا کے تمام غیر مطبوعہ فتاویٰ اور دیگر مسودات و مخطوطات کے حصول کے لئے ایک منظم تحریک چلائی جائے اور اس سلسلے میں امام احمد رضا پر تحقیقی کام کرنے والے برصغیر پاک و ہند کے تمام اداروں اور شخصیات سے مربوط تعاون کی اپیل کی جائے۔ اس سلسلے میں ایک منظم لائحہ عمل بنایا جائے اور اس کو تحریری طور سے تمام تحقیقی اداروں اور اہم شخصیات میں گشت کرایا جائے۔

۶۔ فتاویٰ رضویہ کو جدید تدوین کے ساتھ عربی' فارسی' ترکی اور روسی زبان میں منتقل کرنے کا اہتمام کیا جائے ان کو شائع کر کے مشرق وسطیٰ' افغانستان اور نئی آزاد شدہ مسلم روسی ریاستوں کی یونیورسٹیوں کی لائبریری میں پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔

۷۔ تمام ایسے فتاویٰ جن میں اعلیٰ حضرت نے علوم عقلیہ قدیمہ یا جدیدہ مثلاً طب' ریاضیات' طبیعات' ہندسہ' کیمیا' معاشیات وغیرہ میں اپنی مہارت کی جھلک دکھائی ہے فتاویٰ رضویہ کی جلدوں سے علیحدہ کر کے ان علوم کے ماہرین کی تبصروں اور حواشی کے ساتھ علیحدہ شائع کئے جائیں اور اس کے عربی اور انگریزی تراجم عالمی جامعات کی لائبریریوں اور اس فن کے محققین کو بھیجے جائیں اور ان سے اس

کے مطالعہ اور تبصرے کے لئے درخواست کی جائے۔ ان ماہرین فن کے تبصروں' تاثرات' یا مقالات کو بعد میں کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔

۸۔ کتب فقہ مثلاً ھدایہ' شامی وغیرہ پر اعلیٰ حضرت کے حواشی اور تعلیقات کو اصل کتاب کے ساتھ شائع کیا جائے آپ کے حواشی میں جو خاص دلائل یا نکات میں زیریں حاشیہ پر ان کی تشریح کی جائے اور ان کی خوبیوں کو اجاگر کیا جائے۔

۹۔ اصول فقہ پر اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں بحرالعلوم کی فواتح الرحموت پر ۴۶۵ صفحات پر پھیلا ہوا حاشیہ بہت اہم اہمیت کا حامل ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اصل کتاب فواتح الرحموت اعلیٰ حضرت کے حاشیہ کے ساتھ شائع کی جائے اور اس پر زیریں حاشیہ میں عربی میں اعلیٰ حضرت کے حواشی کی خصوصیات اور خاص خاص نکات پر مختصر نوٹ یا اشارات تحریر کئے جائیں اس کتاب کو مشرق وسطیٰ کی تمام یونیورسٹیوں کی لائبریریوں اور اہم علمی شخصیات کو بھیجا جائے۔ یہ کام کسی ایسے طالب علم کے بھی سپرد کیا جا سکتا ہے جو درس نظامی کا فارغ ہو اور ساتھ ہی ساتھ اسلامک اسٹڈیز میں ایم اے کیا ہو اور وہ فقہ کی فیکلٹی میں اسپیشیالائیزیشن یعنی اختصاص کرنا چاہتا ہو' اس طرح سے اس کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ بھی تیار ہو جائے گا اور اصول فقہ میں اعلیٰ حضرت کی شان بھی اجاگر ہو جائے گی۔ لیکن یہ ڈاکٹریٹ کا مقالہ عربی زبان میں ہونا چاہئے۔

۱۰۔ برصغیر کی تمام جدید جامعات / یونیورسٹیز میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے لٹریچر کو طلباء اور اساتذہ میں متعارف کرانے کی ایک مربوط مہم شروع کی جائے اور جامعات کی لائبریریوں میں حدیث و تفسیر اور فقہ سے متعلق فاضل بریلوی کی اپنی تصانیف اور ان پر تحریر شدہ کتب فراہم کی جائیں تاکہ جدید محققین' طلباء اور اساتذہ مستفیض ہو سکیں امام احمد رضا پر آئندہ تحقیق کی راہ ہموار ہو۔

۱۱۔ ملک کی اہم جامعات یعنی یونیورسٹیز میں امام احمد رضا چیئر قائم کی جائے اور اس کے لئے اہل ثروت حضرات کو راغب کیا جائے کیوں کہ تحقیق کی دنیا میں عالمی سطح پر اس کے دوررس نتائج مرتب ہوں گے۔

۱۲۔ امام احمد رضا کی جاذب نظر اور قد آور علمی شخصیت اور ان کے علمی و فکری کارناموں کو عالمی سطح پر روشناس کرانے کی کوشش کی جائے اور اس کے لئے ذرائع ابلاغ کے تمام جدید تکنیک اور ذرائع استعمال کئے جائیں۔

جو لوگ تحریر و تصنیف کے جدید ذرائع اور تکنیک سے واقف ہیں ان کو اندازہ ہے کہ ابلاغ عامہ کی قوت و طاقت کیا ہے۔

۱۳۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے مقام و منزلت کو سمجھنے کے لئے اس رخ سے بھی غور کرنے اور کام کرنے کی ضرورت ہے کہ آج دین کی غیرت و حمیت اہل حق کا تصلب' باطل کے مقابلہ میں سینہ

سپر ہونے کی ہمت و قوت عظمت الوہیت و تحفظ ناموس رسالت کے لئے جذبۂ جانثاری اور عزت و شان اولیاء کی پاسبانی کا جذبۂ صادق آج سب سے زیادہ آپ ہی کے متوسلین اور متعلقین میں پایا جاتا ہے۔ اگر فتاویٰ رضویہ پر تحقیق کے حوالے سے مذکورہ بالا تجاویز یا ان جیسی دیگر تجاویز پر ہمارے مستند علماء محققین توجہ فرمائیں تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ان کی تحقیقات کے حوالے سے ایسے ایسے نئے گوشے سامنے آئیں گے جس سے مستقبل کے اسکالرز کے لئے ایک آئینہ خانے کا سماں پیدا ہو جائے گا۔ اور ان گوشوں سے مزید ایسے زاویئے سامنے آتے جائیں گے کہ صرف فتاویٰ رضویہ کی ایک ایک جلد سے بیسیوں جلدیں وجود میں آجائیں گی لیکن اہل تحقیق کا نہ تو کام ختم ہو سکے گا اور نہ اہل علم کی تشنہ لبی کو سیر چشمی میسر آسکے گی اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے گا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اشاریہ حوالہ جات

۱۔ البقرہ ۲:۲۶۹

۲۔ بخاری شریف ج ا ص ۱۹

۳۔ امام احمد رضا اُظہار الحق الجلی ص ۲۷ مطبوعہ بزم فیضان رضا (طلباء) دار العلوم محبوب سبحانی بمبئی (انڈیا)

۴۔ پروفیسر طاہر القادری "حضرت مولانا شاہ احمد خان بریلوی کا علمی نظم وضبط" ص ۱۴ مطبوعہ ادارہ منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور

۵۔ شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خاں صاحب صدر محکمہ افتاء والقضا عبوری حکومت اسلامی جمہوریہ افغانستان۔ درسی تقریر فتاویٰ رضویہ ج ۷

۶۔ پروفیسر مجید اللہ قادری قرآن سائنس اور امام احمد رضا ص ۱۴ مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی)

۷۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی "امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں" ص ۹۴ مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی (کراچی)

۸۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" ص ۱۰ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد (پاکستان)

۹۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب "حیات امام اہل سنت" ص ۷ مطبوعہ رضا اکیڈمی (لاہور)

۱۰۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا ایک نجی ملاقات میں راقم سے اظہار خیال۔

۱۱۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب "حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی" ص ۱۲۱۔ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ (سیالکوٹ)

۱۲۔ درسی تقریر شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خاں صاحب صدر محکمہ افتاء و القضاء عبوری حکومت اسلامی جمہوریہ افغانستان

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً

●●●●

فتاویٰ رضویہ جلد نہم

(موضوعاتی جائزہ)

از: پروفیسر مجید اللہ قادری
(استاد شعبۂ ارضیات جامعہ کراچی)

فتاویٰ رضویہ جلد نہم ۱۹۹۰ء میں انڈیا سے مکتبہ رضا بیسلپور سے پہلی دفعہ چھپی جب کہ ۱۹۹۲ء میں کراچی سے ہی مکتبہ رضویہ نے اس کو شائع کردیا۔ یہ جلد ابھی نامکمل ہے اور ۳۹۲ صفحات پر مشتمل ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی اس جلد کا ٦٠ فیصد حصہ باقی ہے اس جلد میں کل ۳۲۴ مسئلے ہیں جلد نہم میں مسائل کلامیہ کے علاوہ کتاب الشتی اور کتاب الفرائض شامل ہیں جبکہ اس جلد میں مندرجہ ذیل ٦ رسائل بھی شامل کیے گئے ہیں۔

۱۔ **طرد الافاعی عن حمی ھاد رفع الرفاعی (۱۳۳٦ھ)**
سیدنا احمد کبیر رفاعی اور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل رسالہ

۲۔ **نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۹ھ)**
زمین و آسمان کی سکونت سے متعلق علم ہیت پر مشتمل رسالہ

۳۔ **المقصد النافع فی عصوبۃ النصف الرابع (۱۳۱۵ھ)**
عصبات کی چاروں اقسام پر بحث علم فرائض سے متعلق

۴۔ **طیب الامعان فی تعداد الجھات والابدان (۱۳۱۷ھ)**
وراثت میں جب کئی رشتے وارثوں کے آپس میں ہوں اس وقت وراثت کی تقسیم کی بحث

۵۔ **تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم (۱۳۲۱ھ)**
علم وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلہ پر بحث۔ اس میں اس مسئلے کے سلسلے میں مولوی عبدالحئی کے دیئے ہوئے فیصلہ کا رد بھی ہے۔

٦۔ **رد الرفضہ (۱۳۲۰ھ)**

روافض سے ہر طرح قطع تعلقی کے بیان میں

امام احمد رضا کی علمی گہرائی اور گیرائی کا آج ہر طبقہ معترف ہے اور علم فقہ میں آپ ایک انفرادی مقام پر فائز ہیں آپ کے تبحر کے اپنے اور غیر سب معترف ہیں۔ اس جلد میں امام احمد رضا کی ایک اور انفرادیت سامنے آئی کہ مولانا کے پاس فارسی نظم میں ایک استفتا آیا تو آپ نے اس کا فارسی ہی نظم میں جواب دیا اہل ذوق حضرات کی توجہ کے لئے اس کو یہاں نقل کیا جارہا ہے۔

مولوی محمد افضل کابلی صاحب نے ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ منظر اسلام بریلی کے طالب علم کی حیثیت سے فارسی نظم میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو ایک استفتا بھیجا جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

سزایم برگنا ہم لازم آمد
پس انگہ رحمتش نہ باہم آمد
بگو مفتی خطائے یا صوابم
بسا اسرار اینجا باہم آمد

الجواب!

مسلماں را سزا لازم کہ کردست
کہ قول اعتزال ظالم آمد
وگر یا بدسزا کامل نیا بد
کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
وگر بالفرض ازوچیز نہ بخشد
زنقصاں رحمتش خود سالم آمد
کہ یرحم من یشاء لاکل فرد
یعذب من یشاء ہم قائم آمد
بدنیار حمتش برجملہ عام ست
بعقبی خاص خط مسلم آمد
ثوابش بہر مومن منتہی نیست
عذابش بہر کافر دائم آمد
برائے ہر صفت مظہر بکار ست
کہ اوزو انتقام و راحم آمد

اس جلد میں اعلیٰ حضرت نے منظوم فارسی فتوی کے علاوہ ۱۸ فتوے فارسی زبان میں جواب دئے ہیں جب کہ اسی جلد میں عربی زبان میں بھی ۵ فتوے موجود ہیں۔ اس جلد میں جن معروف علماء اور مشائخ نے استفتا بھیجے ہیں ان میں سے چند کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا شفیع احمد قادری بیسلپوری تلمیذ، مرید و خلیفہ خطاب امین الفتویٰ

۲۔ مولانا حشمت علی خاں خلیفہ تلمیذ خاص ملقب بہ شیر بیشہ اہلسنت و مظہر اعلیٰ حضرت (المتوفی ۱۹۶۱ء)

۳۔ مولانا محمد رکن الدین الوری ہم عصر شیخ طریقت، عالم دین مصنف رکن الدین...

۴۔ مولوی سید محمد آصف قادری کانپوری

۵۔ مولوی عبداللہ بہاری

۶۔ مولانا محمد ظفرالدین بہاری تلمیذ و خلیفہ و مرید ملقب بہ ملک العلما (مصنف صحیح البہاری)

۷۔ پروفیسر مولوی حاکم علی ہم عصر سائنسداں ریاضی داں (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) (المتوفی ۱۹۴۴ء)

یہاں اب جلد نہم سے چند عبارات نقل کی جاتی ہیں تاکہ قاری اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکے کہ "امام وقت" "فقیہ اسلام" کا خطاب حقیقتاً آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔ بقول شیخ الحدیث مولونا مفتی نصراللہ خاں افغانی (سابق چیف جسٹس آف شریعت کورٹ عبوری حکومت افغانستان) کہ "مولانا عبدالعلی، بحرالعلوم کے بعد اگر کوئی فقیہ اس برصغیر پاک و ہند میں گزرا ہے تو وہ امام احمد رضا خان قادری ہیں" لہذا چند مقامات سے خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مسائل کلامیہ :۔

حضرات اولیا اللہ کے وصال کے بعد زندہ رہنے یا نہ رہنے کے سلسلے میں جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

"حیات شہداء قرآن عظیم سے ثابت ہے اور شہداء سے علماء افضل، حدیث میں ہے:۔

روز قیامت شہدا کا خون اور علماء کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے علما کی دوات کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آئی گی اور علماء سے اولیا افضل ہیں تو جب شہدا زندہ ہیں اور فرمایا کہ انھیں مردہ نہ کہو تو اولیا کے بدرجہا ان سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتری ابدی ہیں قرآن عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں اور اس سے اس کے امثال اور اس سے اشد پر دلالت فرمادیتے ہیں جیسے "لا تقل لھما اف ولا تنھرھما" ماں باپ کو کوھوں کہنے سے ممانعت فرمائی جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہوگیا اور یہیں دیکھئے حیات شہداء کی تصریح فرمائی اور حیات انبیاء کا ذکر نہیں

کہ اعلیٰ خود ہی مفہوم ہو جائے گا اس دلالتہ النص میں اولیا بلا شبہ داخل ہیں۔" (ص ۹)

اعلیٰ حضرت عقائد اور تقلید کے اصول بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں اس طرح عقائد میں بھی چار اصول ہیں۔

فقہ

کتاب سنت اجماع قیاس

عقائد

کتاب سنت سوادِ اعظم عقل صحیح

اعلیٰ حضرت نبوت و ولایت سے متعلق ایک اہم نکتہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں جس میں آپ نے اس مسئلہ کو واضح کیا کہ آیا ولایت مطلقہ افضل ہے نبوت خاص سے یا نبوت خاص افضل ہے ولایت سے۔

"نبوت مطلقاً ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت اس کی نبوت سے اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں۔" (ص ۳۶)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان و زمین کی سلطنت الٰہی میں تصرف فرمانے کے لئے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔ امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں جابجا تصریح فرمائی ہے، امام ابن حجر مکی فتاویٰ کبریٰ باب الجنائز میں فرماتے ہیں۔

"روح نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ربما تظھر فی سبعین الف صورۃ"

"ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس بارہا ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے،" آگے چل کر لکھتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مجالس طیبہ میں تشریف لانا بایں معنی نہیں کہ نہ تھے اور تشریف لائے کہ وہ تو ہر وقت مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہیں۔ ملا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

"لان روح النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اہل الاسلام"

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔ بلکہ یہ

معنی کہ مجلس مبارک میں تجلی خاص فرماتے ہیں یہ ان کے کرم پر ہے ہر جگہ ضروری نہیں اور جس ذلیل سے ذلیل بندے کو نوازیں کچھ دور نہیں۔" (ص ۴۸)

ایمان کی تعریف اور اس کے کامل ہونے کے سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہربات میں سچا جانے حضور کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا ہوا اسے مسلمان جانیں گے جب کہ اس کے قول یا فعل یا حال میں اللہ ورسول عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دل میں اللہ و رسول جل علاو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو ائمہ و رسول کے محبوں سے محبت رکھے اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگویوں سے عداوت رکھے اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں جو کچھ دے اللہ کے لئے دے جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے، سو اس کا ایمان کامل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من احب اللہ وابغض اللہ وعطی اللہ ومنع اللہ فقط استکمل الایمان

واللہ تعالیٰ اعلم (ص ۴۶)

علم کے مختلف اسباب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"علم کے اسباب تین ہیں (۱) عقل (۲) حواس (۳) خبر صادق۔ حواس پانچ ہیں جن میں دیکھنا صرف ایک سے متعلق ہے تو علم کے سات ذریعے ہوئے۔ جو اندھا کہے کہ بے دیکھے نہ مانیں گے وہ سات میں سے چھ ذریعہ علم کو باطل کر چکا اور اگر ظاہر کا بھی اندھا ہو تو وہ ساتواں بھی گیا۔" (ص ۵۶)

کتاب الشتی

ایک سوال کے جواب میں کہ کون کون سی کتابیں معتبر ہیں لکھتے ہیں۔

"ہمارے یہاں قرآن عظیم کے بعد حدیث میں صحیحین اور سنن اربعہ، مسانید امام اعظم، موطا و کتاب الاثار، امام محرر، کتاب الخراج امام ابو یوسف، کتاب الحج امام عیسیٰ بن ابان، شرح معانی الاثار امام طحاوی، مشکلات الاثار امام طحاوی، عقائد میں فقہ اکبر، وصایا امام اعظم، عقائد امام مفتی الانس و الجن عمر نسفی، فقہ میں ہدایہ، بدائع، مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، عزر، درد، تنویر الابصار، درمختار، غنیہ، حلیہ اور ہزارہا کتب بے شمار (ص ۱۰۵)

خوابوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"خواب چار قسم ہے، ایک حدیث نفس کہ دن میں جو خیالات قلب پر غالب جب سویا اور اس طرف سے حواس معطل ہوئے عالم مثال بقدر استعداد منکشف ہوا انھیں تخلیات کی شکلیں سامنے

آئیں یہ خواب مہمل و بے معنی ہے۔"

" دوسرا خواب القائے شیطان ہے اور وہ اکثر وحشتناک ہوتا ہے۔ شیطان آدمی کو ڈراتا یا خواب میں اس سے کھیلتا ہے اس کو فرمایا کسی سے ذکر نہ کرو کہ تمہیں ضرر نہ دے گا ایسا خواب دیکھے تو بائیں طرف ۳ بار تھوک دے اور اعوذ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے۔"

" تیسرا خواب القا فرشتہ ہے اس سے گزشتہ و موجودہ و آئندہ غیب ظاہر ہوتے ہیں مگر اکثر پردہ تاویل قریب یا بعید میں ولہذا محتاج تعبیر ہوتا ہے۔"

" چوتھا خواب کہ رب العزۃ القا فرمائے وہ صاف صریح ہوتا ہے اور محتاج و تعبیر سے بری" (ص ۱۱۹)

اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما مبارکہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرت اسماء شرف مسمی سے ناشی ہے۔ آٹھ سو سے زائد مواہب و شرح مواہب میں ہیں اور فقیر نے تقریباً ۱۴۰۰ پائے اور حصہ ناممکن۔" (ص ۱۵۴)

پیرو مرشد ہونے کے لئے کیا شرائط دیکھنا ضروری ہیں تنبیہہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :۔

" پیر میں چار شرطیں لازم ہیں (۱) اول سنی صحیح العقیدہ (۲) اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے (۳) فاسق معلن نہ ہو (۴) اس کا سلسلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

جس میں یہ چاروں شرطیں جمع ہیں اس کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے" (ص ۱۷۲)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مولوی حاکم علی (المتوفی ۱۹۴۴) کے استفتا کے جواب میں جوانہوں نے زمین و آسمان کی حرکت سے متعلق تحریر کیا تھا ایک مدلل رسالہ بعنوان "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" ۱۳۳۹ھ میں تصنیف فرمایا جس میں قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کرام سے یہ ثابت کیا کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں اپنے خطبہ میں اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

"الحمدللہ الذی بامرہ قامت السماء والارض و الصلوۃ و السلام علی شفیع یوم العرض وآلہ و صحبہ وابنہ و حزبہ اجمعین (آمین)

ایک مقام پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع و غروب و زوال نہیں مگر حرکت یومیہ تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآن عظیم و احادیث متواتر و اجماع امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے نہ کہ حرکت

زمین لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی ہے تو حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہوتی ہے جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل و مردود ہے پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع و غروب و زوال ہے نہ ہوگی مگریوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے تو قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہوا کہ آفتاب حول ارض دائرہ ہے لاجرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہے تو ناممکن ہے کہ زمین گرد شمس دورہ کرے اور آفتاب مدار زمین کے جوف میں ہو تو بحمداللہ تعالیٰ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ و اجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری مداری دونوں باطل ہیں''
(ص ۱۸۸)

آخر میں اعلیٰ حضرت مستفتی کو مخاطب کرتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں :۔

''محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور ازکار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسائل کا اثبات ہو سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں''۔ (ص ۱۹۰)

امام احمد رضا اور تحفظ ناموس رسالت

از پروفیسر مولانا ظہیر احمد زیدی قادری (انڈیا)
(سابق استاد علی گڑھ یونیورسٹی)

بحمدک یااللہ سبحانک لاعلم لنا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے' یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے عصمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ناموس رسالت کی جلالت کے بیان کا جو خوبصورت پیرایہ اپنے اس نعتیہ شعر میں اختیار کیا ہے وہ ان کے کمال ایمان اور کمال عشق کی دلیل ہے۔ اس بحث میں جب ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو عقل سلیم کے سامنے وہ حقائق منکشف ہوتے ہیں جن سے آپ کی ذات اقدس اور آپ کی ناموس رسالت کی عظمت و جلالت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان حقائق میں وہ دقائق ہیں جن کو سمجھنے کے لئے کمال ایمان اور کمال عشق رسول کے منصب پر فائز ہونا ضروری ہے عظمت رسالت اور عشق رسول کی حدود میں داخل ہونے کے لئے مندرجہ ذیل نکات کی طرف توجہ ضروری ہے۔

ا۔ پہلا نکتہ:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل و علا نے قرآن پاک میں دو چیزوں کے تحفظ کا وعدہ فرمایا ایک یہ کہ قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور اس کو اس طرح پورا فرما دیا کہ لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں اس کو محفوظ فرما دیا تاکہ کوئی لفظی تبدیلی و تحریف اور تغیر نہ کر سکے اور اس کے معانی و مفاہیم کی حفاظت اس طرح فرمائی کہ ہر زمانہ میں علماء و صالحین کا ایک گروہ پیدا فرمایا جو قرآن پاک کی معنوی تحریف و تغیر سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ نیز یہ کہ قرآن کی مثل کلام کہنے سے اور اس میں تحریف کرنے سے بندوں کو عاجز رکھا۔

دوسرے یہ کہ اللہ جل و علا نے اپنے محبوب رحمتہ اللعالمین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا جسمانی اعتبار سے بھی آپ کو اعداء سے محفوظ رکھا کہ وہ آپ کو قتل کرنے کی سازشوں اور کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے اور آپ کی عزت و ناموس کی حفاظت بھی کمال درجہ میں فرمائی جب بھی کسی دشمن ناموس رسالت نے آپ کی عظمت و عزت پر حملہ کیا یا آپ کی شان رفیع و اقدس میں ادنیٰ گستاخی کی بارگاہ احدیت و صمدیت سے اس کا بھرپور جواب دیا گیا اور اس گستاخ و بے ادب کو ابدی ذلت و رسوائی اور لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا۔ قرآن کریم کی آیات کریمہ اور بہت سی سورتیں اس کی شاہد عدل ہیں میں اس تفصیل میں جا کر اپنے مضمون کو طوالت نہ دوں گا جس کا جی چاہے قرآن کا مطالعہ کرے سورہ لہب' سورہ کوثر' سورہ ن کی ابتدائی آیات اور ان کے علاوہ ان کثیر آیات کو پڑھے اور سمجھے جن میں حق تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلواۃ والسلام پر اعتراض کرنے والوں کو سخت اور عبرت آموز جواب دیئے ہیں۔

۲۔ دوسرا نکتہ قابل توجہ یہ ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے جو لوگ اس کی ذات اقدس کی طرف امکان کذب کی نسبت کرتے ہیں وہ بدترین جہالت و ایمان سوزی کا شکار ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ جملہ صفات کمالیہ سے متصف ہے اس کی ہر صفت ذاتی ازلی ابدی اور غیر عطائی ہے وجوب وجود اور صرف اسی ذات واحد اور اس کی صفات کمالیہ کا خاصہ ہے اس لئے اس کا کوئی مثیل و نظیر ہو اس کا کوئی امکان ہی نہیں یہ تو عقلاً" نقلاً" ہر جہت سے ناممکن ہے اس نے اپنی عظمت شان اور جلالت ذات کے اظہار کیلئے تنزیہہ' تسبیح' تقدیس اور تحمید کے الفاظ مخصوص فرمائے جب تک ہم اس ذات احد و صمد کو ہر نقص' ہر عیب' ہر برائی اور ہر خرابی سے منزہ اور مبرا نہ جانیں مانیں گے اس پر ایمان قابل تسلیم نہیں اس کی وحدانیت اور الوہیت ادنیٰ سے ادنیٰ شرک اور شائبہ شرک سے منزہ ہے اس نے اپنی وحدانیت' الوہیت اور ذات و صفات میں شرک کو ناقابل معافی قرار دیا اور مشرک کی مغفرت نہ کرنے کا اعلان کر کے جلالت توحید و عظمت الوہیت کو محفوظ فرما دیا اور اپنے عظمت والے رسول فخر انبیاء و رسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی محبوبیت ختم نبوت' شرف اولیت' سرور کشور رسالت' رحمت عالم و عالمیاں اور صلوٰۃ و سلام جیسی عظیم و منفرد خصوصیات سے سرفراز فرمایا اور ان خصائص میں کسی غیر کو آپ کا مثیل و نظیر اور شریک نہ بنایا آپ کی عظمت و ناموس رسالت کے تحفظ کا یہ انتظام فرمایا کہ اعلان فرما دیا **"واللہ یعصمک من الناس"** اور تمام اہل ایمان کے لئے آپ کی محبت' آپ کی اتباع اور آپ کی تعظیم و توقیر لازم قرار دے دی۔ اگر کسی نے آپ کی تعظیم و توقیر میں کوئی کوتاہی کی یا ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کا پہلو اختیار کیا اس کے

قلب اور سمع و بصر پر مہر لگا دی اور اسے توفیق توبہ سے محروم فرما کر ابدی عذاب کا مستحق بنا دیا۔
مومنوں کو بارگاہ رسالت کے آداب تعلیم فرمائے آپ کو آپ کا نام لے کر پکارنے سے منع فرما دیا آپ کی شان تو ارفع اعلیٰ آپ کی ازواج مطہرات کو بھی تمام عورتوں میں بے مثل رکھا۔ آپ کی بارگاہ رسالت میں حاضری کے طریقے سکھلائے۔ آپ کی محبت و عظمت کو ہر مومن کے لئے اس کو جان و مال' اولاد و ماں باپ اور ازواج و اعزاء بلکہ اپنی ذات سے بھی زیادہ اور ضروری قرار دیا اس طرح رب تعالیٰ نے تحفظ ناموس رسالت کے تمام طریقے اختیار فرمائے۔ اور سلسلہ وحی منقطع ہونے کے بعد یہ خدمت علماء صالحین اور اولیاء کاملین کے سپرد فرما دی کہ وہ تاقیام قیامت ناموس رسالت کے تحفظ کا فریضہ انجام دیتے رہیں "لتئومنن بہ ولتنصرنہ" کا حکم بہ تبعیت انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر مومن کے لئے بھی ہے۔
ان نکات کے پس منظر میں امام اہلسنت حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر پڑھئے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دراصل امام احمد رضا بارگاہ رب جلیل میں اور بارگاہ رسالتماب میں بڑے ہی باادب ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اس کی جلالت شان اور عظمت توحید کا اس درجہ پاس و لحاظ ہے کہ وہ اس کی شان الوہیت کی عظمت کے نامناسب کوئی لفظ نہ خود استعمال کرتے ہیں اور نہ کسی سے سن سکتے ہیں انہوں نے اپنی تمام تصانیف' ملفوظات' خطوط اور تحریروں میں اس کا شدت سے التزام کیا کہ کہیں فقط لفظ "اللہ" استعمال نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اس کی عظمت و جلالت کے اظہار کے لئے تبارک تعالیٰ' جل و علا' عز و جل جیسے الفاظ استعمال فرمائے جو اس کی جلالت شان کے مظہر ہیں اور اس کے ساتھ ہی خاص ہیں اسی طرح اس کے حبیب پاک صاحب لولاک کی ناموس رسالت کا بھی آپ کو وہ پاس و لحاظ ہے کہ قرآن کریم کے بتلائے ہوئے آداب بارگاہ رسالت سے آپ سرمو باہر قدم نہیں رکھتے اور ہر اس طریقہ کو اختیار و پسند فرماتے ہیں جس میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور آپ کے ادب و احترام اور تعظیم کا زیادہ سے زیادہ اظہار ہو۔ قرآن پاک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثنا میں کفار و مشرکین اور منافقین' معاندین کی ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کو برداشت نہیں کرتا اور ان کو سخت ترین اور رسوا کن جواب دیتا ہے اور ان کو ابدی عذاب کی خبر دیتا ہے امام احمد رضا رضی

اللہ تعالیٰ عنہ بھی قرآن کریم کی تعلیم و تلقین کے ماتحت اس کے طریقہ کو اپناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے

امام اہلسنت امام احمد رضا نے اس شعر میں نجد کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کیوں کہ بفرمان حدیث پاک یہی علاقہ مطلع قرن الشیطان ہے اسی علاقہ سے ایمان سوز فتنے پیدا ہوتے رہے اور آج بھی اسی علاقے سے کھلے ہوئے فتنے اٹھ رہے ہیں جنہوں نے دین اسلام کی صورت مسخ کرنے کی کوشش کی ہے فتنہ دیوبندیت وہابیت ہو یا فتنہ غیر مقلدین' فتنہ امکان کذب ہو یا فتنہ قادیانیت' حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر بتانے کی گمراہی ہو یا شیطان کے علم کو عالم ماکان و مایکون سید المرسلین محبوب رب العالمین علیہ الصلوۃ والسلام کے علم سے زیادہ بتلانے کی ضلالت' شان الوہیت اور بارگاہ رسالت میں بے ادبی اور گستاخیوں کا طوفان ہو یا صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی تنقیص و تذلیل ان تمام ہی فتنوں کا سرچشمہ نجد ہی ہے کفر و ضلالت کا وہ سیلاب جو سرزمین نجد سے چلا اس نے تمام ممالک اسلامیہ کے کم علم ضعیف الایمان اور دین میں رخنے ڈالنے والے افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ہندوستان کے دیوبندی' قادیانی' غیر مقلدین' ندوی' نیچری سب ہی وہابیت کے سیلاب میں بہہ گئے اور اپنا دین و ایمان کھو بیٹھے دین اسلام اور شان الوہیت اور بارگاہ رسالت میں انہوں نے کتنے فتنوں کے دروازے کھولے اور کیا کیا ایمان سوز گستاخیاں کیں اس کے کچھ نمونے ہم مختصراً یہاں بیان کرتے ہیں (۱) مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنے رسالہ "یکروزی" میں ص ۱۷ پر بارگاہ الوہیت میں نہایت درجہ بے شرمی سے یہ کفریہ کلمات کہتے ہیں کہ "اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لا نسلم الی آخرہ" یعنی "شان الٰہی سے کذب کا صدور محال ہے اگر محال سے مراد ممتنع بالذات ہے کہ کذب یعنی جھوٹ بولنا قدرت الٰہیہ میں داخل ہی نہیں تو یہ ہمیں تسلیم نہیں۔"

اس کی تائید میں فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰ پر مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں "امکان کذب (یعنی اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنے کا امکان) بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر اختیار خود اس کو نہ کرے گا۔ یہ عقیدہ بندے کا ہے یعنی مولانا رشید احمد کا۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹ پر مزید ہمنوائی کرتے ہیں "کہ الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت

قدرت باری تعالی ہے۔"

۳۔ مولوی محمود الحسن صاحب اپنی کتاب الجہد المقل حصہ دوم ص ۴۰ پر اپنے مقتدیٰ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کفری عبارت کی تائید و تصدیق میں لکھتے ہیں افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ اور در قدرت باری جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں آگے چل کر مزید گستاخی بارگاہ الٰہی میں کرتے ہیں کہتے ہیں کہ "اب افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق تعالی شانہ سے کیوں کہ خارج کر سکتے ہیں۔"

۴۔ براہین قاطعہ میں مولوی خلیل احمد انیٹھوی لکھتے ہیں کہ "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید جائز ہے یا نہیں۔" معلوم ہوتا ہے کہ انیٹھوی صاحب لفظ وعد اور وعید کے فرق سے واقف نہیں۔

۵۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں یہ ایمان سوز اور اسلام سے دور کرنے والی عبارت رقمطراز ہیں "اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب جی چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔" ص ۲۳

۶۔ یہی مولوی اسمٰعیل اپنی دوسری تصنیف انصاح الحق ص ۵۳ پر ایک اور کفری عبارت لکھتے ہیں کہ "تنزیہ او تعالیٰ زمان و مکان

ہیئت و اثبا... رویت بلاجہت و محاذات..... ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است"

۷۔ براہین قاطعہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ کیجئے "شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔" ص ۵۱

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کو بچوں پاگلوں اور حیوانات بہائم سے تشبیہ دی حفظ الایمان مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کا یہ انکشاف کس درجہ کفر میں مبتلا کرنے والا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں ص ۶۴ پر کہا کہ "اگر بالفرض زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جاوے۔" آخر میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارگاہ رسالت پناہ میں گستاخانہ کفری عبارتیں اور ملاحظہ فرمائیں صراط مستقیم ص ۸۶ پر ہے "بمقتضائے **ظلمات بعضها مافوق بعض** از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ و خر خود است۔" تقویت

الایمان ص ۱۶ پر بارگاہ رسالت پناہ میں یہ گستاخی کی گئی ہے کہ "یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے" مزید گستاخی کرتا ہے کہ "وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہوئے۔" یہ گستاخی و بے ادبی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے وہ یہ لکھتا ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

ان کی کفریات، لغویات، بیہودہ گوئی، گستاخیوں کے یہ چند نمونے ہیں ورنہ ان کی کتابیں اس قسم کی کفری عبارتوں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ ہیں وہ فتنے اور دین میں رخنے جو موج در موج سرزمین نجد سے اٹھے اور شرق و غرب اور عرب و عجم میں پھیل گئے ان عقائد باطلہ وضالہ کو پھیلانے کے لئے تلوار اور جنگ کا سہارا لیا گیا اور اسلام دشمن عیسائیوں اور یہودیوں سے فوجی امداد بھی لی گئی اور سخت ترین گمراہی پھیلانے والی کتابیں بھی شائع کی گئیں ان اسلام سوز اور گمراہ عقائد کو پھیلانے کا کام ہندوستان میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کیا اور تقویت الایمان صراط مستقیم اور انصاح الحق نامی کتابیں لکھ کر امت مسلمہ ہندیہ کے ایمان پر شیطانی یلغار کی۔ اور مسلمانوں کے دین و ایمان کے لئے عظیم خطرہ بن گئے تمام علماء دیوبند خود کو سنی حنفی کہنے کے باوجود وہابیت کے اس سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے اور وہابیت و نجدیت کے وہی بولی بولنے لگے جو نجد کے عبدالوہاب اور ہندوستان کے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے سکھلائی ان تمام فرق باطلہ اور گستاخان بارگاہ الوہیت اور گستاخان بارگاہ رسالت کو جواب دیتے ہوئے ان کا زور توڑنے اور بھولے بھالے مسلمانوں کا دین و ایمان اس شیطانی یلغار اور دین کے راہزنوں سے بچانے کے لئے علماء حق نے اپنے اپنے علاقوں میں بھرپور کوشش کی علمائے دہلی، علماء فرنگی محل لکھنؤ، علماء جونپور، علماء خیرآباد، علماء رامپور، علماء پنجاب، علماء سندھ و بنگال سب ہی نے وہابیت کے اس فتنہ بد سے عامتہ المسلمین کو دور رکھنے اور محفوظ رکھنے کی جدوجہد کی لیکن باطل پرستوں کا پروپیگنڈہ اتنا زبردست تھا کہ وہابیت کا یہ سیلاب آندھی اور طوفان کی طرح بڑھنے لگا۔ گستاخان بارگاہ الٰہی اور بے ادبان بارگاہ مصطفوی کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے کہ وہ علی الاعلان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جناب میں بیہودگیاں اور بدتمیزیاں کرنے لگے اور اللہ کی تنزیہہ و تقدیس میں بھی شک و شبہات کے راستے نکال لئے اور دعویٰ کیا کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی ذات سے جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ اس وقت امام اہلسنت امام احمد رضا ان گمراہ بے دینوں کا مقابلہ کے لئے تحفظ ناموس ربانی و تحفظ ناموس نبوی کا جھنڈا لئے ہوئے مجاہدانہ شان کے ساتھ میدان میں اترے آپ کے ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں حدیث سر پر نصرت الٰہی کا سایہ

عظمت الٰہی اور تعظیم مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثنا پر دلائل کا انبار لگاتے ہوئے آپ نے قدم بڑھایا اور دشمن دین کو للکارا۔ کہ

کلک رضاؔ ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ نے نہایت جرات و بہادری سے ناموس رسالت کے دشمنوں پر واضح کر دیا کہ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ بارگاہ مصطفیٰ میں گستاخیاں کرنے والوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا آپ نے حق پرستوں کو آواز دی۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

آپ نے اعلان فرما دیا کہ "مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور ان کی لگن مجھے عطا کی گئی ہے۔ (۱) تحفظ ناموس رسالت سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حمایت کرنا (۲) ان کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعوے دار ہیں حالانکہ مفسد ہیں (۳) حسب استطاعت اور واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی (الاجازۃ الرضویہ لمجل المکتہ البہیتہ ۳۷، ۳۸ قلمی) اپنی عظیم تصانیف میں بھی یہی فرمایا کہ فقیر کے سپرد ناموس رسالت کا تحفظ اور خدمت فقہ کی گئی جس کو یہ حسب استطاعت انجام دے رہا ہے آپ نے ان گستاخان بارگاہ رسالت وہابیوں اور دیوبندیوں وغیرہ کے عقائد باطلہ کے رد میں دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں (الدولتہ المکیہ ۴۹)۔ اخلاقی مسائل میں عقائد حقہ اہلسنّت کو ثابت کرنے کے لئے اور عقائد باطلہ کے رد کے لئے قرآن کریم، احادیث نبویہ اور فقراء و علماء و صلحاء سے دلائل کے انبار لگا دیئے بعض بعض مسائل پر دو سو سے زائد دلیلیں پیش کیں کہ دشمن دین کے فرار کے تمام راستے بند کر دیئے۔ امام اہلسنّت نے ان بے ادب وہابیوں اور دیوبندیوں کے بے ادبی کے قلعوں اور مرکزوں پر قرآن و حدیث اور اقوال فقہائے کرام سے عظمت مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثنا کے وہ تیر برسائے کہ ان بے ادبوں کے قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ان کے فرار کے تمام راستے بند کر دیئے پھر ان کے تمام اقوال باطلہ اور عقائد ضالہ کی دھجیاں اڑا دیں فرقہائے باطلہ بالعموم اور وہابی و دیوبندیوں سب ہی کو امام اہلسنّت فاضل بریلوی نے ایسا رائیگاں کر دیا تھا کہ بچہ بچہ پہچان گیا تھا کہ یہ تمام باطل پرست اور گمراہ عقیدے سے رکھنے والے اور تمام وہابی اور دیوبندی توحید و رسالت کی توہین کرنے والے ہیں اللہ عزوجل اور اس کے رسول معظم حضور سرور کائنات ارواحنا فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں بدترین بے ادبی اور گستاخی کرنے والے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی نے ان گستاخوں پر تعظیم محبوب رب العالمین کی وہ گولا باری کی کہ ان کے مسخ شدہ چہروں پر بے ادبی کی چھاپ لگ گئی اور لفظ وہابی اور دیوبندی ایک بدترین مذہبی برائی سمجھی جانے لگی یہ لوگ خود کو وہابی یا دیوبندی بتلاتے ہوئے شرماتے تھے یہی حال شیعوں' قادیانیوں' دہریوں' چکڑالویوں اور ندویوں کا تھا۔ میں جب ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ قصبہ دادوں ضلع علی گڑھ بغرض حصول تعلیم درس نظامی دادوں پہنچا ہوں مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت علی گڑھ میں کسی کی جرات نہ تھی کہ خود کو وہابی یا دیوبندی یا ندوی کہہ سکتا یا بتلا سکتا حالانکہ اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال کو چودہ سال گزر چکے تھے مگر اس وقت تک امام رضا کی قلعہ شکن اور جگر شگاف تیر اندازی اور گولہ باری کا وہ خوف اور وہ دہشت تھی کہ وہابی اور دیوبندی چھپا چھپا رہتا تھا سامنے آنے کی ہمت نہ تھی غرض امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے تحفظ ناموس رسالت کا فریضہ نہایت حسن و خوبی کے ساتھ اعلیٰ درجہ پر ادا فرمایا اور اس پر قرآن کریم کی آیات کریمہ' احادیث مبارکہ' اقوال علماء و فقہاء سے وہ ذخیرہ جمع فرما دیا جو کئی صدیوں تک تحفظ ناموس رسالت کیلئے ڈھال اور سپر کا کام دیتا رہے اور باطل پرستوں اور گستاخ و بے ادب لوگوں کی زبانوں کو گونگا بناتا رہے گا۔ امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمتہ بڑے پراعتماد اور نہایت فاتحانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

یہ گمراہ اور باطل فرقے جب اعلیحضرت فاضل بریلوی کے دلائل و براہین کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے دجل و فریب اور مکر و کید کا راستہ اختیار کیا بجائے جواب دینے لکھنے کے یا اپنا باطل دعویٰ ثابت کرنے کے (اور یہ دونوں کام یہ لوگ تاقیامت نہ کر سکیں گے) ان باطل پرستوں نے اعلیحضرت کی ذات کو نشانہ بنایا ان کی جلالت علم کو تو وہ کچھ نہ کہہ سکے اس کو تو چار و ناچار ماننا ہی پڑا جیسا کہ ابوالحسن ندوی کے والد سید عبدالحئی صاحب اپنی کتاب نزہتہ الخواطر میں دس برائیاں ڈالنے کے باوجود اعلیٰ حضرت کی علمی وجاہت و جلالت کا اعتراف کیا۔

آپ کی ذات پر ان وہابیوں اور دیوبندیوں نے کیا کچھ کیچڑ اچھالی وہ اگر دیکھنا ہو تو مولوی احمد حسین دیوبندی کی تصنیف "الشہاب الثاقب" کا مطالعہ کرو کوئی گالی ایسی نہیں جو مولوی حسین احمد نے فاضل بریلوی کو نہ دی ہو لیکن اس عشق رسول کے متوالے اور ناموس مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثنا پر اپنا جان و مال اور سب کچھ قربان کرنے والے نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اطمینان کا اظہار کیا کہ جتنی دیر یہ مجھے گالیاں دیں گے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی

بیہودہ گوئی سے محفوظ رہیں گے میری جان اور میرا مال ان پر قربان۔ فاضل بریلوی نے رد عقائد وہابیہ و دیوبندیہ میں ناموس مصطفیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کی حفاظت کے لئے جو تصنیفات کیں ان میں سے کچھ کے نام لکھ رہا ہوں اصحاب ذوق ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں اگر یہ مقالہ نہ ہوتا بلکہ کتاب ہوتی تو میں ان کتابوں پر مفصل روشنی ڈالتا۔

(۱) الاستمداد (۲) حسام الحرمین (۳) الدولتہ المکیتہ (۴) سبحن السبوح (۵) فتاویٰ الحرمین (۶) الکوکبتہ الشہابیہ (۷) تجلی الیقین (۸) منیر العین (۹) اقامتہ القیامہ (۱۰) الامن والعلا (۱۱) فتاویٰ الرضویہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ امام اہلسنت فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ کی ان تمام علمی و ایمانی اور جملہ جدوجہد کو قبول فرمائے جو انہوں نے دین کی خدمت اور تحفظ ناموس رسالت کے لئے کیں اور جنت میں ان کے مراتب بلند فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے صدقہ اس ناچیز کی عاقبت بخیر فرمائے **آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الوف التحیہ والتسلیم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین۔**

الفقیر ظہیر احمد زیدی القادری غفرلہ

تلمیذ خاص حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی و خلیفہ مجاز حضرت مفتی اعظم

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ، ۲۵ مارچ ۱۹۹۲ء

بیت السادات دودھ پور

علی گڑھ

محدث بریلوی کا ذوقِ عبادت

مکتوبات کے آئینے میں

از محمد نظام الدین رضوی (انڈیا)
(استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

میں اس ذات گرامی کی زندگی کے لیل و نہار اور عملی نمونے آپ کی نگاہوں کے سامنے لانا چاہتا ہوں جس کو میری محروم نگاہوں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا' لیکن اس کے مکتوبات کے جھلکتے آئینوں میں اس کے جمال جہاں آرا کا نظارہ ضرور کیا ہے اور وہ عکس ہائے رنگا رنگ دیکھے ہیں جن میں اس کی جلوت بھی ہے اور خلوت بھی' ظاہر بھی ہے اور باطن بھی' سفر بھی ہے اور حضر بھی' غم والم کے جان گداز مظاہر بھی ہیں اور فرح و سرور کے دلنواز مناظر بھی' شباب کے اسوے بھی ہیں اور پیروی کے نمونے بھی ---------- یہ سب اس ذات والا صفات کے پرتو جمال ہیں' بلکہ آئینہ خدو خال ہیں اور اس سے آگے بڑھ کر ان کی گہرائی میں اتر کر دیکھئے تو وہ اتباع سنت کی نور منیر شعاعیں اور ایمان کو تازگی دینے والے محبوب ادائیں ہیں' ایک ایک عکس اپنی جگہ حب الٰہی کا در آبدار ہے اور عشق رسالت کو نور گہربار' وہ خود نغمہ سرا ہیں:۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

لیکن ان حقائق و معارف کا صحیح وجدان اہل بصیرت ہی حاصل کرسکتے ہیں نہ کہ مجھ جیسا کوتاہ نظر' ظاہر بیں۔

حدود عشق کی منزل خدا جانے کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

ہم نے ان عکوس کی روشنی میں آپ کی زندگی کے شب و روز کا جہاں تک مشاہدہ کیا ہے اس کے لحاظ سے ان کا ہر ہر لمحہ اور ایک ایک آن اتباع رسول کا زندہ شاہکار ہے اب بطور نمونہ خاص کر آپ کے ذوق عبادت کے تعلق سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں جن سے یہ واضح ہو گا کہ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی زندگی کو شریعت کے سانچے میں کس طرح ڈھال رکھا تھا۔

(۱)۔ نماز کی پابندی

نماز وہ عظیم عبادت ہے جس کا رتبہ اعمال میں سب سے بڑا ہے' سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے "اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک" بتایا۔

ارشاد فرماتے ہیں:۔

وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ (۱) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔

سفر' حضر ہر جگہ' وقت پر اس کی ادائیگی کو لازم قرار دیا گیا اور اس سے غفلت ولاپروائی پر عذاب نار کی دھمکی سنائی گئی۔

○ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول! اسلام میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سی چیز پیاری ہے؟ فرمایا:۔ وقت پر نماز ادا کرنا۔

ومن ترک الصلاۃ فلا دین لہ' والصلاۃ عماد الدین (۲)

"جس نے نماز چھوڑی اس کے لئے دین نہ رہا اور نماز دین کا ستون ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ (سرکار نے تین بار یہی فرمایا' اور ہر بار) صحابہ نے عرض کیا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں! تو آپ نے فرمایا تمہارا پرودگار کہتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اسے جنت میں داخل فرماؤں گا' اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں تو اس پر رحم کروں' اور چاہوں تو اسے عذاب دوں۔ (طبرانی .سند صالح)

○ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

ویل للذین ھم عن صلاتھم ساھون "خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔"

ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔ (بزاز و محی السنۃ)

یہ اللہ کے محبوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات طیبات ہیں جنھوں نے ایک

---

(۱) مشکوۃ شریف ص ۴۴۹' باب فضل الفقراء' بحوالہ احمد و نسائی

(۲) فتاوی رضویہ جلد دوم بحوالہ شعب الایمان بیہقی۔

طرف اپنی امت کو نماز کی محافظت و پابندی کا یہ درس دیا اور دوسری طرف اس پر عمل کرکے دنیا کو دکھا بھی دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز صحابہ کرام کے ساتھ اس کے وقت میں ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔

امام احمد رضا ان ہی رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے پیروکار تھے اس لئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہتے سنا وہی کہنے لگے (۱) اور جو کرتے دیکھا اسی پر عمل پیرا ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے **صلوا کما رائیتمونی اصلی** کا عکس زیبا جھلکتا ہے اور سفر و حضر ہر جگہ آپ نماز کے اوقات میں اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سجدہ ریز نظر آتے ہیں جیسا کہ واقعات ذیل شاہد ہیں۔

(۱) ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں اعلیٰ حضرت نے عیدالاسلام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب علیہ الرحمتہ کی دعوت پر جبل پور کا سفر بیماری کی حالت میں کیا، آغاز سفر کا ذکر حضرت برہان ملت علیہ الرحمتہ یوں کرتے ہیں۔

"صبح چار بجے اعلیٰ حضرت .... اور خادم برہان گاڑی پر (بریلی ریلوے) اسٹیشن کے لئے روانہ ہوئے، میں نے عرض کیا حضرت عین نماز کے وقت گاڑی روانہ ہوگی، نماز فجر کہاں ادا کی جائے گی؟ اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔

"ان شاء اللہ پلیٹ فارم پر"

اسٹیشن پہنچنے پر معلوم ہوا کہ گاڑی چالیس منٹ لیٹ ہے، پلیٹ فارم پر جاء نماز، چادریں، رومال بچھا لئے گئے اور بعونہ تعالیٰ کثیر جماعت نے اعلیٰ حضرت کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی کہ اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہوئے۔

(۲) حضرت مولانا عبدالسلام صاحب اپنے رفقاء کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کے استقبال کے لئے کٹنی تک چلے آئے تھے آگے کا واقعہ حضرت برہان ملت یوں لکھتے ہیں۔

"ٹرین چار بجے کٹنی پہنچی .... اعلیٰ حضرت کے لئے وضو کا انتظام کیا گیا، فرمایا: نماز فجر کہاں ہوگی؟ عرض کیا سلیمناباد مین، لیکن صرف تین منٹ گاڑی ٹھہرتی ہے حضور وضو فرمائیں۔ خادم حاضر ہوتا ہے۔ میں انجن کی طرف بڑھا، دیکھا ڈرائیور مسلمان ہیں اور وہ بھی اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کرکے جارہے ہیں، مجھ سے مصافحہ کیا، میں نے کہا سلیمناباد میں نماز فجر ادا کرنا ہے، پوچھا کتنا

---

(۱) درج بالا تین حدیثیں فتاوی رضویہ جلد دوم رسالہ حاجز البحرین میں اعلیٰ حضرت نے نقل کی ہیں۔

(۲) اکرام امام احمد رضا (مجموعہ مکاتیب اعلیٰ حضرت) ص ۸۶، ۸۷

وقت لگے گا؟ میں نے کہا' ۱۲ یا ۱۵ منٹ۔ کہا میں لیٹ کردوں گا۔ گارڈ بھی مل گیا اس نے بھی اطمینان دلایا' گاڑی بڑے وقت پر سلیمنا باد پہنچی' پلیٹ فارم پر جاء نماز' چادریں' رومال بچھا کر تقریباً ۳۰۰ کی جماعت ہوئی' پوری ٹرین کے مسافر دیکھ رہے تھے اعلیٰ حضرت اطمینان کے ساتھ وظیفہ سے فارغ ہو کر گاڑی میں تشریف لائے۔"(۱)

(۳) "جبل پور کے قیام کے دوران اعلیٰ حضرت کے معمولات سے حضرت برہان ملت نے ایک یہ بھی شمار کیا ہے کہ نماز کے لئے پانچوں وقت مسجد پیدل تشریف لاتے۔"(۲)

ان دنوں عید الاسلام اس مسجد میں نماز ادا فرمانے جاتے یہ قدیم کوتوالی کی طرف ہے اس کا فاصلہ آپ کے دولت خانہ سے پانچ سو قدم سے زیادہ ہے ---------- ایک نحیف و ناتواں کے لئے اتنا فاصلہ بھی بہت ہے بلکہ یہ فاصلہ استطاعت سے کہیں زیادہ ہے۔

(۴) جبل پور سے واپس ہو کر ۲۲ رجب ۳۷ھ کو اعلیٰ حضرت نے بریلی سے حضرت عید الاسلام کو یہ اطلاع نامہ بھیجا۔ "شب دو شنبہ ۸ بجے مع الخیر اسٹیشن بریلی پر آیا' راہ میں بڑی نعمت بفضلہ عزوجل یہ پائی کہ نماز مغرب کا اندیشہ تھا' شاہ جہانپور ۶۔ ۳۳ پر آمد تھی کہ ہنوز وقت مغرب نہ ہوتا اور صرف ۸ منٹ قیام۔ مگر گاڑی بفضلہ تعالیٰ ۱۵ منٹ لیٹ ہو کر شاہ جہاں پور پہنچی اور ۱۰ منٹ ٹھہری کہ بہ اطمینان تمام نماز اچھے وقت ادا ہوئی' وللہ الحمد .... موٹر بلحاظ ہمراہیاں (جو استقبال کے لئے اسٹیشن پر کثیر تعداد میں آئے تھے) بہت آہستہ خرامی کے ساتھ بہ دیر مکان پر پہنچا' فقیر نے ابتداء بہ مسجد کی' نماز عشاء ہوئی"(۳)

(۵) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ و الرضوان نے ۵۲ برس کی عمر میں دوسری بار سفر حج کیا' مناسک حج کی ادائیگی کے بعد آپ ایسے علیل ہوئے کہ دو ماہ سے زیادہ صاحب فراش رہے جب کچھ روبہ صحت ہوئے تو ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو زیارت روضہ انور کے لئے مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر جدہ سے بذریعہ کشتی رابغ پہنچے اور وہاں سے مدینتہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اونٹ کی سواری کی' اب آگے کا واقعہ خود اعلیٰ حضرت کی زبانی سنئے:

"راہ میں جب "پیر شیخ" پر پہنچے ہیں منزل چند میل باقی تھی اور وقت فجر تھوڑا۔ جمالوں (اونٹ والوں) نے منزل ہی پر روکنا چاہا اور جب تک وقت نماز نہ رہتا۔ میں اور میرے رفقاء اتر پڑے' قافلہ چلا گیا' کرچ کا ڈول پاس تھا' (لیکن) رسی نہیں اور کنواں بھی گہرا۔ عمامے باندھ کر پانی بھرا' وضو کیا' بحمد اللہ تعالیٰ نماز ہو گئی۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ طول مرض سے ضعف شدید ہے اتنے

---

(۱) اکرام امام احمد رضا ص ۸۸

(۲) اکرام امام احمد رضا ص ۸۹

(۳) اکرام امام احمد رضا ص ۹۹

میل پیادہ (پیدل) کیونکر چلنا ہوگا' منہ پھیر کر دیکھا تو ایک جمال (اونٹ والا) محض اجنبی' اپنا اونٹ لئے میرے انتظار میں کھڑا ہے' حمد الٰہی بجالایا' اس پر سوار ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسا لائے؟ کہا ہمیں شیخ حسین نے تاکید کردی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کمی نہ کرنا۔ کچھ دور آگے چلے تھے کہ (دیکھا کہ) میرا اپنا جمال اونٹ لئے کھڑا ہے' اس سے پوچھا' کہا کہ جب قافلے کے جمال نہ ٹھہرے' میں نے (دل میں) کہا شیخ کو تکلیف ہوگی قافلے میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا۔

یہ سب میرے سرکار کرم کی وصیتیں تھیں **صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم وعلیہ وعلی عترتہ قدر رافتہ ورحمتہ** ورنہ کہاں یہ فقیر' اور کہاں سردار رابع شیخ حسین جن سے جان نہ پہچان۔ اور کہاں وحشی مزاج جمال اور ان کی یہ خارق العادات روشیں" (۱)

سبحان اللہ! یہ ہے ذوق نماز اور شوق عبادت! کہ نماز کے فوت ہونے کے اندیشے سے دل بے قرار اور بے چین ہوگیا' وقت سے نماز ادا ہوگئی تو دل کو قرار مل گیا اور جان میں جان آگئی' مہینوں کی طویل علالت اور ضعف شدید کے باوجود ہر طرح کی کلفت و مشقت سے بالکل بے پروا ہو کر قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیا مگر "احب العبادات" نماز کو چھوڑنا گوارا نہ فرمایا' یہ عاشق رسول اسے "نعمت عظمیٰ" سمجھتا ہے اور خدائے پاک کی اس نوازش پر وہ اس کا شکر بھی ادا کرتا ہے۔۔۔۔۔ یقیناً جو چیز خدائے ذوالجلال کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو' بہت ہی زیادہ پیاری ہو وہ ایک "مومن کامل" کے لئے "نعمت عظمیٰ" ضرور ہوگی۔

اور قربان جایئے اتباع سنت کے اس جذبہ کامل پر کہ آپ سوا ماہ کے بعد باہر سے اپنے وطن عزیز میں پہونچے تھے لیکن بچوں سے ملنے سے پہلے کشاں کشاں خانہ خدا میں حاضر ہو رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچوں سے ملنے میں جماعت فوت ہو جائے۔

یہ ہے نماز کی محافظت' اور یہ ہے شوق سجدہ۔

(۲) بیماری کی حالت میں نماز

نماز بڑی سے بڑی بیماری اور انتہائی کمزوری کی حالت میں بھی معاف نہیں' ہوش و حواس اگر باقی ہیں تو ہر حال میں اس کی ادائیگی بعض خاص صورتوں کے سوا فرض قرار دی گئی ہے البتہ اس کی ادائیگی کے طریقوں میں نرمی اور آسانی کا یہ لحاظ کیا گیا ہے کہ کھڑا ہونا مشکل ہو تو عصاء کے سہارے نماز پڑھو' بیٹھنے کی سکت نہ ہو۔

---

(۱) الملفوظ ص ۳۲' ۳۳ ج ۲

تو کسی چیز سے ٹیک لگالو' اس کی بھی قدرت نہ ہو تو لیٹے ہی لیٹے اشارے سے اس کا سجدہ بندگی بجالاؤ' ارشاد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

صل قائما' فان لم تستطع فقاعدا' فان لم تستطع فعلی جنب تومی ایماء(۱) "کھڑے ہو کر نماز پڑھو' اگر اتنی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو' اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو لیٹ کر اشارے سے ادا کرو۔"

خود سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل یہی رہا ہے کہ اپنی بیماری اور ضعف و کمزوری کی حالت میں بیٹھ کر نماز ادا کی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و عمل کی مکمل عملی تصویر تھی' قیام پر قدرت ہے تو کھڑے ہو کر ہمہ تن شوق مولیٰ سے راز و نیاز میں مشغول ہیں' بدن میں طاقت نہیں تو عصاء کے سہارے قیام ہو رہا ہے اسی کے سہارے رکوع و سجود ادا ہو رہے ہیں لیکن کبھی راحت نفس کے لئے نماز نہیں چھوڑتے(۱) حضرت مولانا عبدالسلام صاحب علیہ الرحمتہ کے نام اپنے ایک مکتوب (مورخہ ۴ ربیع الاخر ۳۴ھ) میں آپ لکھتے ہیں:

"ڈھائی سال سے اگرچہ امراض درد کمر و مثانہ و سر' وغیرہا امراض کا لازم ہوگئے ہیں' قیام و قعود' رکوع و سجود بذریعہ عصاء ہے مگر الحمد اللہ کہ دین حق پر استقامت عطا فرمائی ہے کثرت عبادت روز افزوں ہے اور حفظ الٰہی تفضیل نامتناہی شامل حال' والحمدللہ رب العالمین۔" (اکرام ص ۱۲۸)

(۲) اعلیٰ حضرت کے قیام جبل پور کے دوران ایک روز حضرت عبدالسلام نے عرض کیا: "جبل پور خوش نصیب ہے کہ یہاں حضور کی صحت بہت اچھی ہے بریلی شریف میں .... کبھی کبھی نماز میں رکوع و سجود میں عصاء کا سہارا لینا پڑتا تھا' یہاں نہیں دیکھا۔ (اکرام ص ۹۸)

(۳) اعلیٰ حضرت اپنے مرض الموت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اس مرض کے ساتھ ہی .شدت کھانسی و زکام' اور بلغم میں لزوجت ایسی کہ دس دس جھکوں کے بعد بہ دشواری جدا ہوتا' کھانسی اس قدر شدت کی' اتنے جھٹکے ہوتے اور جگر و پہلو میں درد' ان کو ان جھکوں کی اصلاً خبر نہ ہوتی' یہ وہ مرض تھا کہ بائیس دن میں بازو کا گوشت صحیح پیائش سے سوا انچ گھل گیا' رانوں کا ابتدائی حصہ اتنا رہ گیا جتنے بائیس دن پہلے بازو تھے۔ شدت قبض و ہیجان ریاح کا سلسلہ اب تک (جاری) ہے۔ .... اب مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی' پندرہ روز سے اسہال (دست) شروع ہوئے۔ اس نے بالکل گرا دیا نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار ہمت سے ہوتا۔ الحمدللہ کہ اب تک فرض و وتر' اور صبح کی سنتیں بذریعہ عصاء کھڑے ہی ہو کر پڑھتا ہوں مگر جو دشواری ہوتی ہے' دل جانتا ہے۔ نبض کی یہ

---

(۱) الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ باب صلاۃ المریض بحوالہ بخاری و سنن اربعہ

حالت ہے ایک ایک منٹ میں چار چار بار رک جاتی ہے' دو دو قرع کی قدر رکی رہتی ہے پھر باذنہ تعالیٰ چلنے لگتی ہے۔ (اکرام ص ۱۱۴' ۱۱۵ خلاصہ بلفظہ)

شریعت کا قانون ہے کہ جب تک مریض کسی چیز کے سہارے قیام و قعود اور رکوع و سجود پر قادر ہو اس سے نماز معاف نہیں ہے اور نہ ہی اسے رکوع و سجدہ کے لئے اشارہ کی اجازت ہے اس لئے آپ نفس پر مشقت و تکلیف برداشت کر کے نماز کو تمام شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں مگر محبوب کی "آنکھوں کی ٹھنڈک" نماز میں کوئی کمی گوارا نہیں کرتے۔

یہ اتباع سنت کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے جس کی نظیر آج کے زمانے میں نظر نہیں آتی۔

(۳) جماعت کا التزام

احادیث کریمہ میں جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے' مئونہ انداز میں طرح طرح سے اس کی تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کے ترک کو تعزیر شدید کا باعث قرار دیا گیا ہے ایک حدیث میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے متعلق یہاں تک فرمایا:

ثم اخالف الی رجال لا یشھدون الصلوۃ فاحرق بیوتھم(۱) (میں نے ارادہ کرلیا کہ) جو لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے' ان کے گھر ان کے سمیت آگ سے جلادوں۔

ایک حدیث میں سرکار نے فجر و عشاء کی جماعت کی اہمیت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی:

ولو تعلمون ما فیھما لا تیتموھما ولو حبوا علی الرکب(۱)۔ "اگر تمہیں نماز فجر و عشاء کا ثواب عظیم معلوم ہو جائے تو یقیناً تم لوگ ان نمازوں کے لئے آؤ گے اگرچہ گھٹنوں کے بل چل کر' یا پیٹ کے بل گھسیٹ کر (یعنی گرتے پڑتے) آنا پڑے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا اور دوسرے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا (مشاہدہ کی روشنی میں) یہ فیصلہ ہے کہ

ما یتخلف عن الصلاۃ الا منافق قد علم نفاقہ' او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یاتی الصلواۃ

نماز جماعت سے صرف دو شخص پیچھے رہتے ہیں۔ ایک تو منافق جس کا نفاق لوگوں پر ظاہر و آشکار ہو چکا ہو' اور دوسرے بیمار' بے شک بیمار آدمی بھی دو آدمیوں کے بیچ میں ان پر ٹیک لگا کر چلتے ہوئے مسجد میں حاضر ہوتا۔

یعنی جس مریض کی یہ حالت ہوتی کہ دو آدمیوں کے درمیان چل کر ان کے سہارے کس طرح مسجد تک پہنچ سکے۔ وہ بھی عہد رسالت و عہد صحابہ میں مسجد میں حاضر ہو کر شریک جماعت ہوتا اور جو مریض انتہائی ضعیف اور کمزوری کی وجہ سے اسی طور پر بھی حاضری سے معذور ہوتا وہی جماعت

سے پیچھے رہ جاتا' یا پھر کوئی کھلا منافق ہی پیچھے رہتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مرض وصال میں ایک بار اسی انداز سے مسجد میں تشریف لائے تھے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لگن (نہانے کا برتن) میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا۔ پھر کھڑے ہونے لگے تو غشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو پھر وہی بات پوچھی ہم نے وہی جواب دہرایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا' کھڑے ہونے کے وقت غشی طاری ہوئی' افاقہ کے بعد پہلے ہی کی طرح سوال و جواب ہوئے' غسل فرمایا' غشی آئی' افاقہ ہوا' اور اس بار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے عرض کیا نہیں' اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ نماز عشاء کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں اس مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر بھیجی کہ وہ نماز پڑھا دیں' تو انہوں نے نماز پڑھائی' بیماری کے دنوں میں وہی نماز پڑھاتے رہے۔

ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجد من نفسہ خفتہ فخرج بین رجلین احدھما العباس الصلواۃ الظھر۔ قال (ابن عباس) الذی کان مع العباس ھو علی رضی اللہ عنہ

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تو آپ نماز ظہر کے لئے دو آدمیوں کے بیچ میں (ان کے سہارے) چل کر تشریف لے گئے۔ دو آدمیوں میں سے ایک حضرت عباس تھے اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وقام یھادی بین رجلین ورجلاہ تخطان فی الارض

آپ دو آدمیوں پر ٹیک لگا کر ان کے بیچ میں ادھر ادھر جھکتے ہوئے یوں چل رہے تھے کہ آپ کے قدم ناز زمین سے گھسٹ رہے تھے۔

ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ واقعہ آپ کے عرض وصال کا ہے **لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرضہ الذی توفی فیہ۔**

ان احادیث کو ذہن میں رکھ کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمتہ والرضوان کی زندگی پاک کا جائزہ لیجئے تو اس میں نمایاں طور پر صحابہ' کرام' بلکہ خود سرکار علیہ الصلواۃ واسلام' کی حیات طیبہ کا عکس جمیل جھلکتا ہوا نظر آئے گا' اور آپ محسوس کریں گے کہ اعلیٰ حضرت نے زندگی بھر ماہ رسالت اور اس کے نجوم ہدایت سے جو کسب نور کیا تھا وہ نور خود ان کی ذات انور میں جگمگا رہا ہے

------ بڑھاپے کا زمانہ ہے کثرت کار' ہجوم افکار' نزول بلایا' وشدت امراض کے باعث آپ کے قویٰ ساتھ چھوڑتے جارہے ہیں۔ نقاہت اور کمزوری حد درجہ کو پہنچ چکی ہے' چند قدم چلنے کی بھی بدن میں طاقت نہیں رہ گئی۔ گویا۔

اڑائے کچھ ورق لالہ نے' کچھ نرگس نے' کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں ان کی

مگر اس مرد باخدا کے عزم و حوصلہ کی بلندی کا عجب حال ہے کہ وہ تمام دشواریوں' مجبوریوں' اور معذریوں کے باوجود قرب مولیٰ کے شوق میں جانب منزل یوں رواں دواں ہے کہ۔

ان کا پتہ نہ پوچھو' بس آگے بڑھے چلو
ضعف مانا' مگر اے ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

وہ منزل ""مسجد"" ہے جہاں اتباع رسول کا جذبہ صادق انہیں کھینچ لئے جارہا تھا' آپ بھی اس کا ایک منظر ملاحظہ کیجئے۔

"اجل نزدیک' اور عمل رکیک وحسبنا اللہ ونعم الوکیل"

چار دن کم پانچ مہینے ہوئے' آنکھ دکھنے آئی اور اس پر اطوار مختلفہ وارد ہوئے' ضعف قائم ہوگیا' سیاہ خیالات نظر آتے ہیں' آنکھیں ہمہ وقت نم رہتی ہیں۔ اول تو مہینوں کچھ لکھ پڑھ ہی نہیں سکا' اب یہ (حال) ہے چند منٹ نگاہ نیچی کرنے سے آنکھ بھاری پڑجاتی ہیں۔ کمزوری بڑھ جاتی ہے۔ پانچ مہینے سے مسائل و رسائل سب زبانی بنا کر لکھے جاتے ہیں۔ بارہویں ربیع الاول کی شام سے ایک ایسا مرض لاحق ہوا کہ عمر بھر میں نہ ہوا تھا نہ اللہ تعالیٰ کسی سنی کو اس میں مبتلا کرے۔ پچھتر گھنٹے کامل اجابت نہ ہوئی' پیشاب بھی بند ہوگیا۔ مولیٰ تعالیٰ نے فضل فرمایا مگر ضعف بدرجہ' غایت ہے' نواں روز ہے بخار کا دورہ ہوا' ضعف کو اور قوت بخشی' روز تجربہ کیا مسجد تک جانے آنے کے تعب سے فوراً" بخار آجاتا ہے مجبورانہ کئی روز سے یہ ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں ظہر کو جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں' طالب دعا ہوں"

(۲ تا ۵) اس بیماری کا تذکرہ آپ کے مختلف خطوط میں اجمال یا تفصیل کے ساتھ ملتا ہے' آپ نے یہ خطوط ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب بہاری رحمتہ اللہ علیہ (۲) جناب مولانا حکیم عبد الرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ' احمد آباد گجرات اور مجاہد کبیر حضرت مولانا حاکم علی صاحب علیہ الرحمتہ موتی بازار لاہور' پاکستان کے ضروری استفسار یا اہم دینی مکتوب کے جواب میں ارقام فرمائے ہیں۔ حضرت مولانا حاکم علی صاحب کے استفسار کے جواب میں آپ نے رسالہ مبارکہ نزول آیات فرقان .سکون زمین و آسمان تصنیف فرمائے ہیں'' وہی کیفیت اب تک ہے اب

بھی اسی طرح چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں" (۴)

حضرت مولانا احمد بخش صاحب کے جواب میں ایک مبسوط فتویٰ تحریر فرمایا ہے اس کے شروع میں تاخیر کا عذر پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"۱۱ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام سے سخت علیل ہوا' ایسا مرض کبھی نہ ہوا تھا' میں نے وصیت نامہ لکھوادیا' اسی دوران میں آپ کا قصیدہ حمیدہ نعتیہ آیا' مجھ میں دیکھنے کی قوت کہاں تھی وہ کاغذات میں مل گیا اور مہینوں گم رہا' زوال مرض کو مہینے گزرے مگر جو ضعف شدید اس سے پیدا ہوا تھا اب تک بدستور ہے فرض وتر اور صبح کی سنتیں بدقت کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں' باقی سنتیں بیٹھ کر۔ مسجد میرے دروازے سے دس بارہ قدم ہے وہاں تک چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر لے جاتے اور لاتے' اور باقی امراض کہ کئی برس سے کا للازم بدستور ہیں کبھی ترقی' **کبھی تنزل والحمدللہ علی کل حال و اعوذ باللہ من حال اھل النار' حاش للہ استغفر اللہ معاذ اللہ** یہ بطور شکایت نہیں' بلکہ صرف معذرت کے لئے اظہار واقعیت' اس کے وجہ کریم کو حمد ابدی ہے۔"

(۶) حضرت ملک العلماء رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مکتوب (نوشتہ ۵ محرم شریف سن ۳۷ھ) میں اپنا حال اس طرح لکھتے ہیں۔

"۲۲ ذی قعدہ سے آج ۲۲ ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی' مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا' جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بیٹھا کر لے جاتے اور لے آتے' ۱۱ محرم شریف سے بارے حاضری کا شرف پاتا ہوں۔ لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں نقاہت و ضعف اب بھی بشدت ہے دعا کا طالب ہوں" (۲)

(۷) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے ماہ وصال و مرض وصال میں حضرت عبدالاسلام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کئی حوادث سے دوچار ہوئے آپ نے تعزیت کے لئے عدم حاضری کی وجہ ذکر کرتے ہوئے تفصیل سے اپنی جانکاہ اور انتہائی صبر آزما و حوصلہ شکن بیماریوں کا حال پر ملال لکھا ہے اسی کا ایک مختصر اقتباس یہ ہے۔

"شدت قبض و ہیجان ریاح کا سلسلہ اب تک ہے ۱۴ محرم کو پہاڑ (بھوالی) سے واپس آیا' لاری والے میرے احباب تھے مولیٰ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ لاری میں میرے لئے پلنگ بچھا کر لائے اور بفضلہ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا۔ یہاں جب تک آیا ہوں اتنی قوت باقی تھی کہ عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر لے گئے' عصر بھی مسجد میں ادا کی پھر بخار آگیا اور اب مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی پندرہ روز سے اسہالی شروع ہوئے اس نے بالکل گرا دیا ———— آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے' مکان سے مسجد تک جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنتیں بھی بدقت تمام پڑھی جاتی ہیں اور اس تکان سے عشاء تک بدن چور رہتا ہے

نبض کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک منٹ میں چار چار بار رک جاتی ہے ------- لہٰذا بادل ناخواستہ حاضری سے معذور ہوں" (۳)

یہ مکتوب ۹ر صفر ۱۳۴۰ھ کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمتہ والرضوان نے املا کیا اور اس کے صرف دو ہفتہ بعد ۲۵ر صفر کو ظہر کے وقت آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان خطوط کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ والرضوان کو اتباع سنت کا بے پناہ شوق تھا' کہنے کو تو وہ یہ کہتے ہیں ۔

حشر میں کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پاکے وہ دامان عالی ہاتھ

لیکن سرکار علیہ التحیہ والثنا سے ان کی وارفتگی' عشق کا عالم یہ ہے کہ دنیا میں ہی آپ کے ایک ایک قول و فعل پر عمل کے لئے دیوانہ وار مچل رہے ہیں۔ بدن میں طاقت نہیں لیکن جماعت میں شرکت کے لئے بے چین ہیں کہ سرکار علیہ الصلواۃ والسلام کو کسی بھی حال میں وسعت کے باوجود جماعت سے غیر حاضری گوارا نہ تھی۔ لوگوں کے سہارے کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں حاضر ہو رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ یہ آمد و رفت بھی آپ کے لئے سخت کلفت و مشقت کی باعث ہے یہ سب اس جذبہ شوق میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی بیماری و ناتوانی کی حالت میں دو آدمیوں کے بیچ میں چل کر جماعت میں شرکت ہوا کرتے تھے اور ایک دفعہ خود حضور جان نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اسی انداز سے مسجد میں تشریف لائے تھے بلاشبہ اعلیٰ حضرت کا یہ مثالی کردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی اسی سنت کے اتباع میں تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ادا جو آپ کے دو آدمیوں کے بیچ میں چل کر جانے میں تھی کرسی پر جانے میں ادا نہیں ہوتی اس لئے اعلیٰ حضرت بسا اوقات دو آدمیوں کے بیچ میں چل کر بھی مسجد تشریف لے گئے تاکہ محبوب کی وہ ادا بھی ادا ہو جائے۔

ایک عاشق کے لئے ادائے محبوب میں مشابہت کا جو لطف ہے وہ صرف متابعت میں کہاں؟

ذوق این مے نہ شناسی بخد اتانہ چشی

اعلیٰ حضرت کے مکتوبات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ دنوں انتہائی ضعف اور کمزوری کی بناء پر مسجد میں حاضر نہ ہو سکے مگر یہ اس لئے تھا کہ شریعت نے بے بسی کی حالت میں حاضری کا مکلف ہی نہیں کیا ہے خود سرکار علیہ الصلواۃ والسلام کے عمل سے بھی اس کی شہادت فراہم ہوتی ہے البتہ سرکار کا یہ عمل عذر کی وجہ سے بادل ناخواستہ تھا اس لئے یہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد سے اپنی غیر حاضری کو دل سے گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ اسے اپنی محرومی سمجھتا ہے وہ بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ اپنے قرۃ العین و درۃ الزین (حضرت ملک العلماء) کو لکھتا ہے کہ

"مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا"

خدا کی قسم! یہ امام احمد رضا قدس سرہ کے اتباع سنت کا وہ بے مثال نمونہ ہے جسے دیکھ کر عہد رسالت و عہد صحابہ کی یاد دلوں میں تازہ ہو جاتی ہے۔

(۴) صحرا میں اذان کی صدا

اذان اہم شعائر اسلام سے ہے حدیث پاک میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا یسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شئی الا شہد لہ یوم القیمۃ (رواہ البخاری)

"موذن کی آواز پہنچنے کے آخری مقام تک جن و انسان اور حیوانات و نباتات و جمادات سے ہر چیز جو یہ آواز سنتی ہے وہ سب کے سب قیامت کے دن موذن کے لئے اس کے ایمان اور فضل و کرامت کی گواہی دیں گے۔"(۱)

ایک حدیث میں ہے۔

ویشہد لہ کل رطب ویابس (۱)

"ہر خشک و تر موذن کے لئے گواہ ہو جاتے ہیں۔"

ایک دفعہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بنفس نفیس اذان دی، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں "در مختار میں ضیاء کے حوالہ سے ہے کہ ایک سفر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اذان دی، اقامت فرمائی، اور نماز ادا کی ---------------- ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں اذان دی اور اپنے صحابہ کرام کے ساتھ نماز ادا کی، امام ابن حجر مکی کی تحفۃ الاسلام میں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تو تشہد میں اشھد انی رسول اللہ کہا۔ علامہ ابن حجر نے اس حدیث کی صحت کا اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے جو قابل تاویل نہیں"(۲)

امام احمد رضا نے اس سنت کی پیروی کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ بڑا ہی قابل رشک ہے جمادی الاخرہ ۱۳۳۷ھ میں قیام جبل پور کے دوران ایک روز آپ سیر و تفریح کے لئے نربدا ندی تک چلے گئے وہیں پر نماز مغرب کا وقت ہو گیا، اب آگے کا واقعہ حضرت برہان ملت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے۔ رقمطراز ہیں۔

"بندر کودنی کے خشک ریت کے میدان میں مصلے اور رومال وغیرہ بچھالئے گئے، میں نے اذان دینے کے ارادے سے کان میں انگلیاں لگائیں کہ اذان کی آواز سنائی دی، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت اذان دے رہے تھے۔ حضرت ہی نے اقامت فرمائی اور نماز مغرب پڑھائی، فارغ ہونے پر ہم سب قدم بوس ہوئے تو اپنے دست مبارک میں خادم کا ہاتھ لیکر فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اذان

کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں کا ہر فرد شاہد اور گواہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے اذان دی کہ یہاں کا بہتا ہوا دریا' پہاڑ' درخت' سبزہ اور ریت سب مجھ فقیر کے لئے شاہد ہو جائیں" (۳)

سبحان اللہ! بڑی قابل رشک ہے یہ نیت' کہ اذان کے ساتھ اس مبارک نیت کے حسین امتزاج سے نہ صرف یہ کہ اس کا ثواب دوبالا ہوگیا بلکہ بڑی بات یہ ہوئی کہ رسول کی سنت کامل طور سے ادا ہوگئی ---------- رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نیت حسنہ سے خالی نہیں ہوتا وہ خود فرماتے ہیں **انما الاعمال بالنیات نیتہ المومن خیر من عملہ** تو آپ نے سفر میں جو اذان دی تھی وہ یقیناً" نیت حسنہ (جو بھی ہو) کی مظہر ہوگی' اس لئے اعلیٰ حضرت اتباع رسول میں جب سفر میں اذان کی صدائے حق بلند کرتے ہیں تو اسے نیت حسنہ سے مزین و آراستہ کرکے بلند کرتے ہیں تاکہ ظاہر و باطن ہر طرح سے رسول کے اسوہ حسنہ کا کامل اتباع ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اقامت فرما کر امامت بھی کی تھی۔ اس لئے اعلیٰ حضرت بھی خود ہی اقامت و امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں کہ شیوہ محبت یہی ہے کہ محبوب جو کچھ کرے محب وہ سب کچھ اس انداز سے بجالائے۔ آپ نے یہ سبق صحابہ کرام کے مکتب عشق سے سیکھا ہے مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چوپائے پر سوار ہو کر دعا پڑھی پھر ہنس پڑے' ان سے پوچھا گیا اے امیرالمومنینؓ اس وقت آپ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا (**رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنع کما صنعت ثم ضحک**) میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایسا ہی کیا میں نے بھی ایسا ہی کیا پھر آپ ہنس پڑے (مطلب یہ ہے کہ میں نے اس موقعہ سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے دیکھا ہے اس لئے میں بھی ہنس پڑا مقصود صرف سرکار کی ادا کا لحاظ ہے اور بس)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ والرضوان اسی مکتب عشق کے پروردہ تھے اس لئے آپ نے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کرتے دیکھا اسی پر عمل پیرا ہوگئے اور رسول کو جیسے چلتے دیکھا اسی انداز سے چل پڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو اپنا حرز جان بنالیا اور آپ کے نقش قدم کی پیروی کو دین و ایمان۔

دعوتِ حق
مکتوباتِ رضا کی روشنی میں

از علامہ ارشد القادری (انڈیا)
(مبلغ اسلام صدر ورلڈ اسلامک مشن)

میرے اس مقالے کا ماخذ "مکتوبات امام رضا" نامی کتاب ہے جسے اہل سنت کے مشہور مورخ حضرت مولانا محمود میاں صاحب قادری نے مرتب فرمایا ہے اور جو محل پبلیکیشنز جامع مسجد دہلی سے شائع ہوئی ہے۔

اس مجموعہ مکاتیب میں سے جن مکتوبات کا تعلق میرے اس مقالہ سے ہے وہ صرف چھ ہیں۔ تین مکتوبات تو وہ ہیں جو شیخ الاسلام علامہ شاہ انوار اللہ خان صاحب بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد کے نام لکھے گئے ہیں۔ اور تین مکتوبات مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء کے نام مرقوم ہیں۔

تعارفی تمہید کے بعد اب مقالے کے عنوان کی طرف آپ کی گرانقدر توجہ مبذول کراتے ہوئے عرض پرداز ہوں کہ جو لوگ امام احمد رضا کی زبان پر شدت پسندی اور تلخ بیانی کا الزام عائد کرتے ہیں وہ عصبیت کی عینک اتار کر دیدہ انصاف سے ان خطوط کی زبان ملاحظہ فرمائیں جن کے اقتباسات ذیل میں پیش کر رہا ہوں۔ اور اسی کے ساتھ یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دعوت کی زبان اور فتوے کی زبان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ دعوت کا تعلق مسئلے کے افہام و تفہیم سے ہے جب کہ فتوے کی منزل اتمام حجت کے بعد آتی ہے۔ امت کے ایک دردمند مصلح اور دین کے ایک عظیم مجدد کی حیثیت سے امام احمد رضا کو اصلاح مفاسد کے سلسلے میں ان دونوں مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ مسئلہ کے افہام و تفہیم اور دعوت کے مرحلے میں زبان کی فروتنی اور نیاز مندی دیکھنے کے قابل ہے دل اگر پتھر کی طرح سخت نہیں ہے تو پیرائیہ بیان کی لجاجت مخاطب کو پانی پانی کر دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن حجت تمام ہو جانے کے بعد جہاں فتوے کی زبان انہوں نے استعمال کی ہے وہ بالکل وہی ہے جو شرعی تعزیرات کے مزاج کا فطری تقاضا ہے۔

جو لوگ صرف فتویٰ پڑھ کر زبان کی سختی کا شکوہ کرتے ہیں وہ دوسرے لفظوں میں اپنے ناقص مطالعہ کا پردہ فاش کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اس زبان کا بھی مطالعہ کریں جو دعوت اور اتمام حجت کے مرحلے میں امام احمد رضا نے استعمال کی ہے۔

اتنی وضاحت کے بعد اب شیخ الاسلام حضرت علامہ شاہ انوار اللہ صاحب کے نام امام احمد رضا کے خطوط کے اقتباسات پڑھئے اور زبان کی لجاجت اور عاجزی کا پیرائیہ بیان ملاحظہ فرمایئے۔

اس خط کا پس منظر یہ ہے کہ اذان ثانی کے مسئلے میں اپنے زمانے کے مشہور فاضل مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے القول الاظہر کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جو امام احمد رضا کے موقف کی تردید میں تھا۔ اس رسالہ کی پیشانی پر "حسب حکم شیخ الاسلام حضرت علامہ شاہ انوار اللہ صاحب" کا فقرہ مرقوم تھا۔ اس تعلق سے امام احمد رضا نے حضرت شیخ کو یہ مکتوب گرامی تحریر فرمایا تھا۔

پہلا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ والائے حضرت بابرکت، جامع الفضائل، لامع الفواضل، شریعت آگاہ، طریقت دستگاہ، حضرت مولانا الحاج مولوی محمد انوار اللہ صاحب بہادر بالقابہ العز۔

سلام مسنون، نیاز مشحون مجلس ہمایوں

یہ سگ بارگاہ بیکس پناہ قادریت غفرلہ، ایک ضروری دینی غرض کے لئے مکلف اوقات گرامی ہے۔ پرسوں روز سہ شنبہ شام کی ڈاک سے ایک رسالہ القول الاظہر مطبوعہ حیدر آباد سرکار اجمیر شریف سے بعض احباب گرامی کا مرسلہ آیا۔ جس کی لوح پر حسب الحکم عالی جناب لکھا ہے۔ یہ نسبت اگر صحیح نہیں تو نیازمند کو مطلع فرمائیں ورنہ طالب حق کو اس سے بہتر تحقیق حق کا کیا موقع ہوگا۔

کسی مسئلہ دینیہ شرعیہ میں استکشاف حق کے لئے نفوس کریمہ جن جن صفات کے جامع درکار ہیں .بفضلہ عزوجل ذات والا میں وہ سب آشکار ہیں۔ علم و فضل، انصاف، عدل، حق گوئی، حق جوئی، حق دوستی، حق پسندی، پھر بحمدہ تعالیٰ غلامی خاص بارگاہ بیکس پناہ قادریت جناب کو حاصل اور فقیر کا منہ تو کیا قابل ہاں سرکار کا کرم ضرور شامل۔

اس اتحاد کے باعث حضرت کی جو محبت و وقعت، قلب فقیر میں ہے مولیٰ عزوجل اور زائد کرے یہ اور زیادہ امید بخش ہے۔

اجازت عطا ہو کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے اور خالص کریمانہ جواب لے۔

یہاں تک کہ حق کا مالک حق واضح کرے۔ فقیر بارہا لکھ چکا اور اب بھی لکھتا ہے کہ اگر اپنی غلطی ظاہر ہوئی بے تامل اعتراف حق کرے گا۔ یہ امر جاہل متعصب کے نزدیک عار ہے مگر عنداللہ اور عندا لعقلاء باعث اعزاز و وقار ہے۔ اور حضرت تو ہر فضل کے خود اہل ہیں۔ وللہ الحمد!

امید ہے کہ ایک غلام بارگاہ قادری طالب حق کا یہ ماسول یہ حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے واسطے مقبول ہو۔ اللھم آمین بالخیر یا ارحم الراحمین۔

اگرچہ یہ ایک نوع جرات ہے کہ رجسٹری جواب کے لئے تین آنے کے ٹکٹ ملفوف نیاز نامہ ہیں۔ والتسلیم مع التکریم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

(مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۷۹)

انصاف فرمائیں! شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خاں صاحب امام احمد رضا کے بزرگوں میں نہیں ہیں بلکہ معاصرین میں ہیں لیکن اس کے باوجود نیازمندی اور فروتنی کے اظہار میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔ الفاظ و بیان کی لجاجت اپنی جگہ پر ہے' مزید انعطاف قلب کے لئے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے بار بار واسطے بھی دئے جا رہے ہیں۔ کلمہ حق کی سربلندی کی حرص میں کیا اس سے بھی زیادہ کوئی کسی کے آگے جھک سکتا ہے۔ معاصرت کی تاریخ میں بے نفسی کا اس سے زیادہ واضح نمونہ ہمیں اب تک نہیں مل سکا۔

پھر امام احمد رضا کی یہ شان احتیاط بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ القول الاظہر کی لوح پر حسب الحکم کا دلخراش فقرہ دیکھ کر کاغذ قلم بھی سنبھالا تو دفاع کے لئے نہیں بلکہ یہ تحقیق کرنے کے لئے کہ حضرت شیخ کی طرف سے اس فقرے کا انتساب صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یہیں سے امام احمد رضا کے احتساب کی یہ سرشت سمجھ میں آتی ہے کہ تحقیق کے سارے مراحل سے گزرنے کے بعد ہی انہوں نے کسی کے خلاف قلم کی تلوار اٹھائی ہے۔ اس کے پیچھے طبیعت کا کوئی جذبہ انتقام کارفرما نہیں ہے بلکہ حقائق کا تقاضا پورا کیا ہے۔

اپنے تبصرہ کے آخری مرحلے میں امام احمد رضا کے اس خط کی زبان کی طرف بھی اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرنا چاہوں گا کہ یہ اسی برس پہلے کی اردو زبان ہے فتوے کی زبان بھی ہم نے پڑھی ہے لیکن خط کی یہ شگفتہ عبارت پڑھ کر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ زبان کے مختلف اصناف پر امام احمد رضا کو کتنی عظیم دسترس حاصل تھی۔

دوسرا خط

حضرت شیخ الاسلام نے امام احمد رضا کے اسی مکتوب کا جواب چونتیس (۳۴) دن کے بعد عنایت فرمایا۔ حضرت شیخ کا جواب اگرچہ ہمارے سامنے نہیں ہے لیکن جواب الجواب میں امام احمد رضا نے جو مکتوب انہیں لکھا ہے اس کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے حسب الحکم کے انتساب کی صحت سے انکار نہیں فرمایا بلکہ اپنے جواب میں امام احمد رضا کو مشورہ دیا کہ اس مسئلے میں آپ سکوت اختیار فرمائیں' جیسا کہ خط کے ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے۔

پہلا اقتباس

بشرف ملاحظہ حضرت بالقابہ دام فضلکم

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

کرمنامہ بہ عین انتظار ۳۴ دن کے بعد تشریف لایا۔ حضرت نے اس کے بارے میں ترک مکالمہ کے بعض وجوہ تحریر فرمائے ہیں۔

دوسرا اقتباس

"۔ ایک سنی مسلمان کی غلط فہمی اور وہ بھی ایسی کہ اس کا دفع فرض خصوصاً جبکہ وہ درخواست کر رہا ہے کہ میرے شبہات کی تسکین ہو جائے میں قبول حق کے لئے حاضر ہوں۔ اس کو یہ جواب کہاں تک مناسب ہے کہ تو نہ بول یہ مصلحت کے خلاف ہے۔ طلب حق میں وقت صرف کرنا بے ضرورت نہیں ہو سکتا۔ مگر نیازمند نے حضرت سے مطارحہ نہ چاہی تھی۔

حضور پر نور سیدنا و سیدکم مولانا و مولیکم حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا واسطہ عظیمہ دے کر اس اجازت کی درخواست کی تھی کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے اور کریمانہ جواب لے۔ یہ مسئول کسی طرح قابل رد نہ تھا خصوصاً اس حالت میں کہ حضرت کے اسی رسالہ مجازہ کے ص ۳ میں تصریح ہے کہ سائل کا سوال رد کرنا گناہ کبیرہ ہے"

مکتوب شریف کے اس اقتباس میں خاص طور پر قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ دینی مصالح پر مبنی ایک جائز درخواست کے مسترد کر دیئے جانے کے باوجود اس کا کوئی ناخوشگوار رد عمل تحریر سے ظاہر نہیں ہوتا۔ تکریم و ادب کا لب و لہجہ مثل سابق اپنی جگہ برقرار ہے۔ اس خط میں "نیازمند" اور "کریمانہ جواب" کے الفاظ جتنے عاجزانہ اور ملتجیانہ ہیں اہل ادب سے مخفی نہیں۔

تیسرا اقتباس

رسالہ القول الاظہر میں اندرون مسجد خطبہ کی اذان کی بابت اجماع کا دعویٰ کیا گیا تھا' امام احمد رضا نے اپنے جوابی مکتوب میں اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

"ابھی اجماع ہی کی نسبت عرض کرنا ہے کہ اجماع کا ذکر حضرت نے اپنے کرمنامہ میں بھی فرمایا اور واقعی اجماع ایسی چیز ہے کہ اس کے بعد پھر نزاع کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا پہلے اس کی نسبت فقیر مستفیدانہ سوال پیش کرتا ہے اور الحمدللہ! کہ حضرت کے نزدیک سوال کا رد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

خصوصاً سائل بھی ایک سگ بارگاہ قادری ہے جو اپنے اور حضرت کے اور ثقلین کے مولیٰ و آقا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ دے رہا ہے۔ اب حضرت جیسے غلام سرکار غوثیت' کریم النفس سے یہ سوال زنہار متوقع نہیں۔

والحمدللہ رب العلمین و حسبنااللہ و نعم الوکیل و صلی اللہ تعالیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ وا بنہ و حزبہ اجمعین"

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۸شوال المکرم ۱۳۳۳ (مکتوبات ص ۸۶)

......☆☆☆......

اس کے بعد امام احمد رضا نے اجماع کے دعوے پر بیس ایسے قاہر سوالات معروض خدمت کئے کہ وہ سوالات ہی اجماع کے دعوے کو مسمار کرنے کے لئے کافی تھے۔ لیکن افسوس کہ ان سوالات کا بھی کوئی جواب بارگاہ شیخ سے موصول نہیں ہوا۔ لیکن طالبان حق کو یہ روشنی ضرور ملی کہ حق کا احترام شخصیت کے احترام سے کہیں بالا تر ہے۔ اور اس کے ساتھ آئین جوانمردی کا یہ راز بھی آشکار ہوا کہ اگر کسی مقام پر ادب کا تقاضا اعتراض کی زبان کھولنے سے مانع ہو تو سوالات کے ذریعہ بھی حقیقت تک پہنچنے کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے۔

تیسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد تحیتہ مسنونہ سنیہ۔ گزارش نیاز کی پہلی رجسٹری کا جواب تو ۳۵ دن میں مل گیا تھا لیکن اس دوسری رجسٹری کو آج سو دن کامل ہوئے ۱۸ شوال کو گئی تھی۔

آج ۲۹ محرم الحرام ہے یہ تو احتمال نہیں کہ جناب جواب سوالات پر مطلع ہو کر حق اپنی طرف سمجھ لیں اور جواب سے اغماض فرمائیں کہ جناب اس رسالہ میں تصریح فرما چکے ہیں کہ سوال سائل کا رد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اور یہ احتمال اس سے بھی بعید تر ہے کہ حق اس نیازمند کی طرف سمجھ کر قبول سے عدول ہو کہ ترک صواب ترک جواب سے بدرجہا بدتر ہے۔ جناب کے فضائل ان دونوں احتمالوں کو گنجائش نہیں دیتے۔ لاجرم یہی شق متعین ہے کہ ہنوز رائے شریف متردد ہے۔ ایسی حالت میں تاخیر بیجا نہیں۔ـــ ع نکو گو اگر دیر گوئی چہ غم!

حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ـ فقیر احمد رضا عفی عنہ

۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ (مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۸۸)

اس آخری خط کا رنگ خاص طور پر ملاحظہ فرمانے کے قابل ہے کہ انتظار کی جھنجلاہٹ میں بھی احترام و تکریم کا پیرائیہ بیان اپنی جگہ پر ہے۔ امام احمد رضا پر شدت پسندی اور سخت کلامی کا الزام عائد کرنے والے ان کے ساتھ اگر انصاف کر سکتے ہوں تو اس حسن ظن کی داد دیں کہ "لاجرم یہی شق متعین ہے کہ ہنوز رائے شریف متردد ہے۔ ایسی حالت میں تاخیر بیجا نہیں۔"

شیخ الاسلام علامہ شاہ انوار اللہ خان حیدر آبادی کے نام امام احمد رضا کے خطوط پر میرا تبصرہ ختم ہو گیا۔ اب آپ مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوہ کے نام امام احمد رضا کے خطوط کی زبان کا خاص طور پر جائزہ لیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ امام احمد رضا کا اختلاف صرف علمی سطح کا تھا اسی لئے تحریر میں ان کی شخصیت کی عظمت کا اعتراف سطر سطر سے نمایاں ہے۔

لیکن مولانا محمد علی مونگیری چونکہ عقیدہ کے الزام میں ملوث تھے اس لئے آپ واضح طور پر محسوس فرمائیں گے کہ ان کے خط میں امام احمد رضا کی تحریر کا رنگ کافی بدلا ہوا ہے۔ اس کے باوجود "جاں پر سوز" اور "سخن دلنواز" کی خوشبو سے پورا خط معطر ہے۔

پہلا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ"

بگرامی ملاحظہ مولوی صاحب نامی مراتب، سامی مناقب مولوی سید محمد علی صاحب ناظم ندوہ ادامہ اللہ بالھدیٰ والمواھب

بعد ماھو المسنون ملتمس۔ بعض خدام اجلہ علمائے اہل سنت کے سوالات محض بنظر استفاح حق حاضر ہوئے ہیں۔ اخوت اسلامی کا واسطہ دے کر بہ نہایت الحاح گزارش کہ للہ خالص انصاف کی نگاہ سے غور کامل فرمایا جائے۔ واقعی عرض ہے کہ ان میں کوئی غرض نفسانیت ملحوظ نہیں صرف تحقیق حق منظور ہے۔ لہٰذا باوصف خواہش احباب ہنوز ان کی اشاعت نہ کی کہ اگر آپ حضرات بتوفیق الٰہی جل و علا خود ہی اصلاح مقاصد و دفع مفاسد

فرمالیں تو خواہی نخواہی افشائے زلات کی کیا حاجت؟"

خط کے اس اقتباس میں پردہ پوشی اور خیر اندیشی کا یہ جذبہ خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ ملزمین کو عوام کی نگاہوں میں رسوا کرنے کے بجائے خود انہیں اپنی اصلاح کا موقع دیا جائے۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود معاصرین امام احمد رضا کو جارح کہتے ہیں۔

دوسرا اقتباس

"مولانا! للہ رجوع الی الحق بہتر ہے یا تمادی فی الباطل؟ مولانا! ہم فقراء کو آپ کی ذات خاص سے علاقہ نیاز ہے۔ خود اپنے علم نافع اور فہم ناصح سے تامل فرمائیں۔ ان اخلاط کی مشاکت میں براہ بشریت خطائی الفکر واقع ہوئی ہو تو رجوع الی الحق آپ جیسے علمائے کرام و سادات عظام کے لئے زین ہے معاذ اللہ عار و شین!

اس اقتباس میں ریشم کی طرح نرم شبنم کی طرح لطیف و شفاف اور ورق گل کی طرح شاداب و خوش رنگ پیرائیہ بیان کی نزاکتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

تیسرا اقتباس

"مولانا! اس وقت ہم فقراء کا آپ کی جناب میں یہی خیال ہے کہ بوجہ سلامت نفس بعض چالاک صاحبوں کی ظاہری باتوں سے دھوکا ہوا ہے ورنہ عیاذاً باللہ آپ کو ہرگز مخالفت و اضرار مذہب اہل سنت پر اصرار مقصود نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعض اکابر علماء کی طرح فوراً بہ طیبیب خاطر مدافعت فرمائیں گے۔ مبارک وہ دن کہ ہمارے معزز عالم آل پاک سید لولاک اپنے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مراجعت اور تلبیس مبتدعین و تلبیس متفمین سے بالکلیہ مجانبت فرمائیں۔۔۔۔ الٰہی! صدقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی آل کو ان کی سنت ان کی جماعت پر مستقیم فرما اور فریب و مغالطۂ اصحاب بدع و ہوا سے بچا۔

آمین یا ارحم الراحمین۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ از بریلی ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ

(مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۸۹)

دوسرا مکتوب

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

جناب مولانا دام فضلکم ہدیۂ مسنونہ مہداہ۔

نامۂ نامی آیا ممنون لایا۔ مظنون تھا کہ یہ قبل وصول نیاز نامہ صرف پرچہ سوالات

دیکھ کر تحریر ہوا ہے۔ فقیر کی گزارش کا جواب اقرب الی الصواب عطا ہو گا۔ لہٰذا تین دن منتظر رہا۔ اب جانا کہ ساری گزارشوں کا یہی پاسخ تھا کہ سوال نہ سنیں گے۔ جواب نہ دیں گے۔"

دوسرا اقتباس

"مولانا! مکرما! بحمدہ تعالیٰ یہی جان کر تو گزارش کی تھی کی ملازمان سامی نہ صرف مومن بلکہ عالم صافی صوفی صفی ہیں اسی بنا پر امید کی تھی اور ہنوز یاس نہیں کہ مذہب اہل سنت کے صریح ضرر پسند نہ فرمائیں گے۔ آپ نے سوالات بالاستیعاب ملاحظہ فرمائے تو غور نہ فرمایا یا غور فرمایا تو انھیں تحریرات کتب و مضامین ندوہ سے نہ ملایا ورنہ یہ آپ جیسے فضلا پر مخفی رہنے کی بات نہ تھی"

تیسرا اقتباس

"یہ عام بدمذہبوں سے جو اتحاد' اتفاق' اختلاطؔ لیتلاف پکارا جا رہا ہے۔ للہ احادیث و اقوال آئمہ ونصوص کتب عقائد وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ کس قدر بدخواہی دین و سنت میں ڈوبا ہوا ہے۔ احادیث و اقوال ائمہ تو اگر ضرورت دے گئی تو بحمد اللہ تعالیٰ سبھی سن لیں گے۔ بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافر است"

چوتھا اقتباس

مولانا! خدارا انصاف! آپ یا زید یا اور اراکین مصلحت دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد و ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانئے اور جب وہ حق ہے اور بے شک حق ہے تو کیوں نہ مانئے! جس سے ظاہر کہ کافروں کے بارے میں فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین کا حکم ایک حصہ ہے تو بدمذہبوں کے باب میں سو حصے سے بھی زیادہ ہے۔

مولانا! اشدک اللہ باللہ العزیز الجبار و بحق دین الاسلام و بحق النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ چند سوالات کو اول تا آخر بنظر غور صاف قلب سے ملاحظہ فرمایئے"

پانچواں اقتباس

"مولانا! میں آپ کو سنی فاضل نہ جانتا تو بار باریوں بالحاح گزارش نہ کرتا۔ پھر عجب عجب ہزار عجب کہ آپ نظر نہ فرمائیں یا سچے خادم سنت و اہل سنت کی گزارشوں کو معاذ اللہ تعصب و نفسانیت کے سوء ظن پر لے جائیں۔۔۔۔۔۔ میں شہادت رب العزت کہتا ہوں۔ و کفیٰ باللہ شہیدا کہ فقیر کے اعتراضات زنہار زنہار تعصب و نفسانیت پر مبنی نہیں۔ صرف دین حق کی حمایت اور اہل سنت کی خیر خواہی مقصود ہے۔ بغرض باطل یہ فقیر نالائق ننگ خلائق نفسانیت بھی کرتا تو حضرت افضل العلماء تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی محمد عبد القادر بدایونی کو معاذ اللہ نفسانیت پر کیا حامل تھا۔ فرض کرو کہ آپ ان کی صفات ملکیہ سے آگاہ نہیں تو کیا استاذ المدرسین بقیۃ الماہرین جناب مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب کو بھی ندوہ سے تعصب نفسانیت ہے۔

خدارا کسی ضدی عامی کی نہ سنئے اپنے سچے خیر خواہوں کی بات پر کان رکھئے۔ چلئے یہ بھی مانا کہ یہ سب کسی کے خیال میں نفسانیت پر ہوں مگر جو بات کی گئی ہے اسے غور تو فرما لیجئے۔" (مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۹۲)

تیسرا خط

"مولانا! آپ کے سچے نیاز مند کو ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ باوصف یاد دہانی آیات قرآنی و احکام ربانی ان محدود سوالوں کے جواب سے بھی پہلو تہی فرمائی جائے گی۔ میں پھر دست بستہ ہزار منتوں کے ساتھ کتاب اللہ و کتاب الرسول یاد دلاتا اور ستر سوالوں کا جواب آپ اور جملہ اراکین اور ان آٹھ کا فوری جواب آپ جیسے عالم مکین سے مانگتا ہوں۔ خدارا انصافی نگاہ سے جواب دیں تو دیکھئے انشاء اللہ تعالی حق ابھی کھل جائے گا جب تک سوالوں پر غور نہیں شب درمیان ہے ان پر نظر ہو سکے وہ دیکھئے آفتاب حق روشن و عیاں ہے۔" (مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۱۰۱)

اپنے ان مکتوبات گرامی میں امام احمد رضا۔ نے جس جذبۂ اخلاص خیر اندیش اور انکسار و تواضع کے ساتھ اتمام حجت کے مراحل سے اپنے آپ کو گزارا ہے اس کی مثال کسی مصلح کی زندگی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ بجائے اس کے کہ امام احمد رضا کی اس ادائے دلنوازی اور اس کرشمہ دلیری پر لوگ اپنی جان چھڑکتے۔ اپنے محسن ہی پر طعنہ زن ہو گئے. اگر امام احمد رضا کی ناز برداری یاد رکھنے کے قابل ہے تو لوگوں کی ہٹ دھرمی بھی بھولنے کی چیز نہیں ہے۔۔۔

اصلاح معاشرہ میں امام احمد رضا کی سعی

سراج احمد القادری ،ستوی۔ ایم اے' ریسرچ اسکالر یونیورسٹی آف کانپور۔ بھارت

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے **العلماء ورثۃ الانبیاء** "علماء انبیاء کے وارث ہیں" نیز ایک اور حدیث مذکور ہے **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں"۔(۱) اسی طرح کی ایک حدیث حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف اصلاح معاشرہ کی عظیم شاہکار مکاشفتہ القلوب میں بھی نقل کیا ہے۔ "سب لوگوں سے افضل وہ مومن عالم ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہو جائے۔ پورے قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے زیادہ آسان ہے۔"(۲)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علماء انبیاء کے کس چیز کے وارث ہیں اور وہ کون سی دولت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تقسیم ہوتی چلی آرہی ہے مگر ختم ہونا نہیں جانتی اور قیامت تک تقسیم ہوتی رہے گی مگر ختم نہ ہوگی۔ جبکہ حضور کی
میراث کے سلسلہ میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ تو مسلم حدیث کے ماہرین یعنی محدثین نے مذکورہ حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ علماء کرام انبیاء کی دولت علم کے وارث ہیں۔

اور جو دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں تو سوال پیدا ہوا کہ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے علماء کس چیز میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں تو اس کا جواب محدثین کرام نے یہ دیا کہ جس طرح انبیاء بنی اسرائیل ہر ملک ہر شہر ہر قریہ ہر قبیلہ اور ہر بستی کی طرف نبی بن کر اللہ کی طرف سے تشریف لاتے رہے اور ان کو اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور راہ ہدایت سے گم گشتہ لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ اور ان کو اپنی تعلیمات کے ذریعہ ہر عیب و برائی سے پاک کر کے ایک بہترین مذہبی اور معاشرتی انسان بناتے رہے جو انبیاء کی آمد کا مقصد حقیقی تھا۔

لیکن اب جبکہ نبوت و رسالت کا دروازہ مسدود ہو چکا ہے رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اب آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں پیدا ہو گا تو اب ایسی صورت میں اصلاح قوم کا کام امت کے علماء کرام ہی انجام دیں گے۔ اور جس جگہ بھی وہ جلوہ فگن ہوں گے وہاں کے لوگوں کو تبلیغ و تنذیر کے ذریعہ ہر عیب و برائی سے پاک کر کے ان کی قوت ایمانی کو جلاء و توانائی بخشتے رہیں گے۔ اور ان کو ایک بہترین و خوشگوار زندگی گزارنے کیلئے آپس میں حسن سلوک' حسن معاشرت' ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کی تلقین کرتے رہیں گے اس طرح سماج میں پیدا شدہ ہر عیب و برائی کی بیخ کنی کر کے ایک بہتر صاف ستھرا سماج و معاشرہ عطا فرمائیں گے۔ جو منصب وراثت نبوت کا اہم فریضہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے بھی انبیائے کرام و رسولان عظام تشریف لاتے رہے ان کی بنیادی تعلیمات کے دو اہم پہلو تھے ایک تو مذہب اسلام سے ہم کنار کرنا دوسرے معاشرہ کی اصلاح۔ اس طرح جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی سیرت میں یہ دونوں باتیں نمایاں طور سے ملتی ہیں۔

چنانچہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ دو صحابیہ تھیں جن میں ایک رات کو نماز پڑھا کرتی دن کو روزے رکھتی صدقہ و خیرات بھی کرتیں۔ مگر زبان کی تیز تھیں زبان سے پڑوسیوں کو ستاتی تھیں لوگوں نے ان کا حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ تو فرمایا ان میں کوئی نیکی نہیں ان کو دوزخ کی سزا ملے گی۔ پھر صحابہ نے دوسری کا حال سنایا جو فرض نماز پڑھ لیتیں اور معمولی صدقہ دے لیتیں مگر کسی کو ستاتی نہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بی بی جنتی ہوں گی۔(۳)

اس حدیث سے اس بات کا درس ملتا ہے کہ اپنے کسی ہمسایہ کو تکلیف دینا مذہبی اخلاقی اور سماجی نقطۂ نظر سے بڑی نازیبا حرکت ہے اور عنداللہ عذاب نار کا سبب۔ اور ہمسایہ کی دلجوئی اس کے دکھ درد میں شریک ہونا تخلیق انسانی کا اولین فریضہ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا سبب۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "سب لوگوں میں افضل وہ مومن عالم ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہو جائے۔" (حدیث)

یقیناً سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی علماء کی پرکھ کے سلسلے میں ایک معیار ہے۔ جو اس فرمان مقدس پر پورا اترے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہی عالم ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ یقیناً عالم نہیں ہے۔

اب اسی حدیث کی روشنی میں چودھویں صدی کے مجدد حضور اعلیٰ حضرت الشاہ مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کو پرکھیں تو بلاشبہ آپ حق گوئی کا جو معیار موصوف کے یہاں پائیں گے۔ دوسرے کے یہاں شاذ و نادر ہی ملے گا۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو بڑے اونچے اونچے القاب و آداب سے جوڑنے کی سعی ناکام کی ہے۔ مثلاً حکیم الامت، شیخ الاسلام و المسلمین، محدث اعظم، مفسر اعظم، فقیہہ عصر، مجدد وقت وغیرہ وغیرہ۔

مگر امام اہلسنت الشاہ مولانا احمد رضا بریلوی کی حق گوئی کا یہ عالم ہے کہ غلط بات چاہے اپنا کہے یا غیر اپنا ہے تو اس کے لئے بھی وہی حکم ہے اور اگر بیگانہ ہے تو اس کے لئے وہی حکم۔ اس سلسلہ میں آپ کی تصنیفات سے چند ایسے اقتباسات نقل کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں جس سے حقائق کا انکشاف ہوگا اور آپ کی سچی تصویر کھل کر سامنے آجائے گی۔ کون نہیں جانتا ہے کہ میلاد کے سلسلے میں مولانا احمد رضا بریلوی کا نظریہ کیا ہے مگر اپنے نظریات پر قائم رہ کر آپ نے اس کے خلاف ہر اس بات کی سخت مذمت کی ہے جو قرآن و سنت کے معارض ہو۔ حتیٰ کہ بعض معاندین آپ کو میلاد خوان مولوی ہی کہتے ہیں۔ مگر میں ان معاندین کو دعوت فکر دینا چاہتا ہوں جن کے پاس عقل سلیم ہے۔ ان کو سب سے پہلے مولانا احمد رضا بریلوی کے لٹریچر کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس کے بعد پھر فیصلہ۔

یوں تو میلاد کی بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ان سب کتابوں میں سب سے زیادہ شہرت و اہمیت کی حامل میلاد گوہر اور میلاد اکبر ہیں۔ میلاد سے متعلق ایک روایت کے بارے میں فاضل بریلوی کی حق گوئی و حق بیانی ملاحظہ فرمائیں۔ ایک مرتبہ کسی صاحب نے میلاد گوہر سے متعلق اس روایت کے بارے میں پوچھا!

سوال:۔ شب معراج جب براق حاضر کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہوئے۔ جبریل نے سبب پوچھا فرمایا آج میں براق پر جا رہا ہوں۔ کل قیامت کے دن میری امت برہنہ پا پل صراط کی راہ طے کرے گی یہ تقاضائے محبت و شفقت کے موافق نہیں۔ ارشاد باری ہوا یوں ہی ایک ایک براق بروز حشر تمہارے ہر امتی کی قبر پر بھیجیں گے یہ روایت صحیح ہے کہ نہیں؟

ارشاد:۔ بالکل بے اصل ہے ایسی ہی بہت سی روایات بالکل بے اصل اور بے ہودہ ہیں۔(۴)

یہ روایت امام احمد رضا نمبر میں اجمالی طور سے نقل کی گئی ہے مگر اس کی تفصیل میلاد گوہر کے ص ۸۲ ناشر محمد عادل اینڈ سنز بک سیلر رام پور (یوپی) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ایک اور روایت میلاد گوہر کی ملاحظہ ہو۔

سوال:۔ یہ صحیح ہے کہ شب معراج مبارک جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش بریں پر پہنچے نعلین پاک اتارنا چاہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی ایمن میں نعلین شریف اتارنے کا حکم

ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی اے حبیب تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت و عزت زیادہ ہوگی۔

ارشاد: یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔(۵)

اس روایت کی تفصیل بھی میلاد گوہر کے ص ۷۹/۸۰ ناشر محمد عادل خان اینڈ سنز بک سیلر رام پور (یوپی) میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ فاضل بریلوی کی حق گوئی کا کیا عالم ہے آپ نے اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا کہ یہ بات کس کے منہ سے نکلی ہے اس کا قائل کون ہے؟ اپنا ہے کہ بیگانہ۔ جب بھی آپ سے کسی طرح کے بھی امور میں رجوع کیا گیا تو آپ نے کسی کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے شریعت کا اصلی حکم صادر فرمادیا۔

مگر محدث بریلوی کی عبقریت تبحر علمی اور جلالت علم کا یہ عالم ہے کہ آپ نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بے پناہ لوگوں کو نفع کثیر سے بہرہ مند کیا نہ معلوم کتنے گمراہ اور گم گشتہ لوگوں کو راہ حق سجھائی۔ آپ سے جس نے بھی جس طرح کا بھی سوال کیا آپ نے اس کا شریعت کی روشنی میں معقول جواب مرحمت فرمایا۔ اور بعض سوالوں کے جواب تو اتنی تفصیل سے دیا ہے کہ مستقل ایک کتابی شکل اختیار کر گیا جسے دیکھ کر وراثت علم نبوت کی سچی تصویر ہماری نگاہوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے۔

اسلامی معاشرے کے متعلق آپ نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے اور کس طرح سے اسلامی معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کی سعی پیہم کی ہے جس کا اندازہ آنے والے حوالوں سے کیا جا سکتا ہے اس طرح اسلامی معاشرے کی اصلاح کا تصور کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتا اگر امام احمد رضا محدث بریلوی کو اس صدی کا سب سے بڑا سماج سدھارک کہا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا۔ یہ بات مسلمات سے ہے کہ ہر دور میں معاشرہ اور سماج میں کچھ غلط رسمیں رواج پا جاتی ہیں۔ ان کے خلاف آواز اور قلم اٹھانا ان کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کرنا ایک مومن عالم کی اولین ذمہ داری ہے اس لئے کہ اس کے سر پر نبی کی وراثت کا تاج ہے۔ اب میں ان باتوں کو ضروری خیال کرتا ہوں جن کو بنیاد بنا کر حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کو بدنام کیا گیا ہے۔ اور ان پر کافر' مشرک' بدعتی جیسے قبیح الفاظ سے وار کیا گیا ہے۔ مگر جن کو اللہ نے عقل سلیم عطا کی ہے اور جو لوگ دیانت دار ہیں اور بغض و عناد سے قطع نظر کسی شخصیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسے لوگ قابل صد ستائش ہیں اور اسی طرح کا انداز دوسرے لوگوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے۔ جس سے معاشرے سے برائیاں ختم ہوں اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت پیدا ہو اور پورا سماج بھائی چارگی اور باہمی الفت و محبت کا گہوارہ ہو جائے۔

بزرگوں کے اعراس میں افعال شعیہ

عرض:۔ حضور بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟

ارشاد:۔ بلاشبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی ورنہ پہلے جس قدر فیوض ہوتے تھے وہ اب کہاں۔(۵)

عرض:۔ حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ غنیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے۔ لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب الواجبات ہے قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا ہے۔(٦)

طواف قبر اور بوسہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیاء کرام اور طواف کرنا گرد قبر اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے۔ اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تفصیل کیوں کر مقصود ہے؟ یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ **لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسائل اللہ حسن المال۔(۷)**

آداب زیارت روضہ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

"خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ کے ساتھ ہے۔ والحمدللہ (۸)

"زیارت روضہ انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت نہ دیوار کریم کو ہاتھ لگائے نہ چومے

نہ اس سے چمٹے نہ طواف کرے نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں۔ بوسہ میں اختلاف ہے اور چومنا چٹنا اس کے مثل اور احوط منع اور علت خلاف ادب ہونا شرح لباب میں ہے۔

رہا مزار کو سجدہ تو وہ قطعی حرام ہے تو زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکا نہ کھائے بلکہ علماء باعمل کی پیروی کرے۔(۹)

اس مقام پر دوٹوک بات کہہ کر گزرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ امام احمد رضا محدث بریلوی کو بدعتی اور قبر پوجوا وغیرہ الفاظ شنیعہ سے مطعون کرتے ہیں ان کو موصوف کی اس تحریر سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہئے آپ سوچیں کہ کسی کے عقائد و نظریات اس سے زیادہ کیا مبرہن ہوں گے۔ آپ نے قبر کی زیارت کے سلسلہ میں اپنا موقف صاف اور واضح کردیا ہے اور اس بات کی تنبیہہ فرمادی ہے کہ اس امر میں باعمل علماء کے فعل کی پیروی کرنا چاہئے نہ کہ بے عمل عالم اور جاہل عوام کے افعال کی' اب اگر کسی جاہل کو قبر کا طواف یو بوسہ لیتے یا سجدہ کرتے دیکھ کر یہ خیال کرے کہ یہی امام احمد رضا محدث بریلوی کے عقائد اور ان کی تعلیمات ہیں تو یہ صرف نادانی و کور فہمی ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور یہ خیال وخیاص قیاس مع الفارق ہے جو باطل ہے۔

قبر پر چراغ جلانا

امام احمد رضا محدث بریلوی سے قبروں پر چراغ جلانے کے لئے پوچھا گیا تو اس کو بدعت اور مال کا ضیاع قرار دیا البتہ اس صورت میں جائز قرار دیا کہ قبر مسجد میں ہو یا سرراہ ہو اور چراغ سے نمازیوں اور مسافروں کو فائدہ پہنچے۔ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے نزدیک جو کام دینی فوائد اور دنیوی نفع سے خالی ہو وہ عبث و بیکار ہے اور عبث خود مکروہ ہے اور اس میں مال صرف کرنا اسراف اور اسراف حرام ہے۔(۱۰)

قبر پر لوبان اور اگربتی

قبر پر لوبان وغیرہ جلانے کے لئے دریافت کیا تو اس کو منع کیا اور اسراف و اضاعت مال قرار دیا اور لکھا کہ اس خوشبو کی میت صالح کو کوئی حاجت نہیں وہ اگربتی اور لوبان سے غنی ہے۔ اور اگر حاضرین کیلئے فاتحہ خوانی ذکرو تلاوت کے وقت قبر سے قریب خالی زمین پر سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔(۱۱)

چادر ڈالنا

صالحین کی قبروں پر چادر ڈالنے کے لئے دریافت کیا تو اس کو مشروط طور پر اس لئے جائز قرار دیا کہ عوام الناس ان کی طرف متوجہ ہو کر مستفیض ہوں اور وہ صرف ایک چادر جب پھٹ جائے تو دوسری نہ یہ کہ لامتناہی سلسلہ شروع کردیا جائے یہ چادر بہرحال ان کی نظر میں جائز نہیں۔ جب اس کا مصرف غرباء

کے لئے نہ ہو رسم کے طور پر چادر چڑھانے کو انہوں نے فضول قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔(۱۲)

بچوں کے سر پر اولیاء کے نام کی چوٹی رکھنا

اور اگر وہ مقصود جو بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ معیاد مقرر کرتی ہیں اس معیاد تک کتنے ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں پھر معیاد گزار کر مزار پر لے جا کر وہ بال اتارتی ہیں تو یہ ضرور محض بے اصل و بدعت ہے۔(۱۳)

سوم چہلم وغیرہ کا کھانا اور ان کے مراسم

مسلمانوں میں فاتحہ ' سوم ' چہلم ' برسی وغیرہ کا رواج عام ہے۔ مولانا بریلوی نے اس کی روح کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس میں غیر ضروری لوازمات کو بے اصل اور متعین یوم کو آسانی و سہولت کے لئے جائز سمجھتے ہیں اور اس خیال کو غلط تصور کرتے ہیں کہ متعین دنوں ہی میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اس طرح نیت کو ایصال ثواب کی روح تصور کرتے ہیں اور اس قسم کی رسم کو پسند نہیں کرتے کہ اہتمام کے ساتھ کھانا سامنے لا کر رکھا جائے ان کے نزدیک اس کو ضروری سمجھ کر کرنا جائز نہیں البتہ سامنے رکھنے میں مضائقہ بھی نہیں کہ ایصال کو فوراً بعد تقسیم کر دیا جائے میت کی فاتحہ و ایصال ثواب میں وہ غرباء و مستحقین کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے خلاف ہیں کہ امیروں اور برادری کے لوگوں کو بلا کر اہتمام سے کھانا کھلایا جائے۔(۱۴)

دعوت میت

میت کے گھر عورتوں اور مردوں کا جمع ہو کر کھانا پینا اور میت کے گھر کو زیر بار کرنے کے عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے یہ رسالہ لکھا جلی الصوت لنھی الدعوت امام الموت۔(۱۵)

بے پردگی

دور جدید کی بدعات میں عورتوں کا بے محابا گھومنا پھرنا نامحرموں کے سامنے آنا سب کے گھر جمع ہو کر کھانا پینا رہنا سہنا زیارت قبور کے لئے قبروں پر جانا اور نامحرم پیروں کو محرم سمجھ کر ان کے سامنے آنا عام ہے۔ مولانا بریلوی نے ان بدعات کی مخالفت کی۔ ایک سوال کے جواب میں کہ عورت اپنے محارم اور غیر محارم کے یہاں جا سکتی ہے؟ یہ رسالہ تصنیف کیا۔ **روج النجا لخروج النساء**۔(۱۶)

مرد کو۔ سونا ' چاندی ' پیتل ' کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی بٹن یا گھڑی پہننا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سونے' چاندی' پیتل' کانسہ' وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں:

الجواب: چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے کانسے' پیتل' لوہے' تانبے' کی مطلقاً جائز نہیں۔ گھڑی کی زنجیر سونے کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی بنی ممنوع ہے۔ اور چیز ممنوع کی گئی ہے ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔(۱۷)

مزارات پر فاتحہ کس طرح پڑھی جائے

الجواب: مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز میں باادب سلام کرے اسلام علیک یا سیدی رحمتہ اللہ وبرکاتہ پھر درود غوثیہ تین بار' الحمد شریف تین بار' آیت الکرسی ایک بار' سورہ اخلاص سات بار' پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورہ یٰسین اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے الٰہی اس قرات پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے۔ اور اسے مری طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب ہو جائز شرعی ہو اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے پھر اس طرح سلام کرکے واپس ہو مزار کو ہاتھ نہ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام (۱۸)

اس مقالے کے شروع میں میں نے چند ایسے گوشوں کی وضاحت کی ہے۔ جس میں ہمارے حلقہ اہل علم میں کچھ ایسی کتابیں مروج تھیں جس کے مضامین صرف توھمات پر مبنی تھے اور جن کا تعلق حقیقت سے دور کا بھی نہیں تھا اس طرح کی ایک کتاب دلیل احسان ہے جس کی ایک حکایت سے متعلق حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے استفسار کیا گیا ہے تو آپ نے اس کا کس طرح ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور شریعت کے دامن کو داغدار ہونے سے بچایا ہے کہ اس میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اب ایک حکایت بیان کرتا ہوں دلیل الاحسان مطبع مصطفائی لاہور تصنیف مولوی معنوی میاں عبداللہ ملتان ا............ نقل است کہ روزے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در مسجد مدینہ منورہ نشستہ بودند باتمامی اصحابان صغار و کبار وعظ و حدیث شریف بیان می فرمودند کہ وحی جبریل علیہ السلام درخدمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در آمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از سبب بیان حدیث و وعظ بطرف وحی علیہ السلام متوجہ شدند و وحی علیہ السلام در دل خود وسوسہ و کدورت بسیار در خاطر کردند گفت عجب است کہ کلام ربانی از جانب باری تعالیٰ بہ آنحضرت می رسانم الحال یمن التفات نہ کردند بموں وقت حضرت را از روے کشف باطنی معلوم و مفہوم شد کہ بخاطر جبریل علیہ السلام کدورت گزشت پس جبریل علیہ السلام را نزد خود طلیدہ پرسید کہ

اے اخی جبریل کلام ربانی از کدام مقام بگوش می رسد گفت یا رسول اللہ بالائے عرش یک قبۂ نور است بمثل حجرہ دراں جایک سوراخ است از انجا بگوش من آواز می رسد حضرت رسول علیہ السلام فرمودہ باز نزد آں قبہ برو ازاں جا خبر گرفتہ زود من برساں لکن اندرون قبہ لرزی چوں مہتر جبریل علیہ السلام بموجب فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باز رفت و اندروں قبہ در آمد چہ بیند کہ اندرون قبہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم است و حضرت خود نشستہ اند و الحال مہتر جبریل علیہ السلام بازہ جلدی پرواز فرمودہ برزمین وردود نمد چہ بیند کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم در ہمون مکان با صحابان در حدیث وعظ مشغول اند جبریل علیہ اسلام از معاینۂ این حال تعجب بماند و حیران گشت و شرمناک شدہ گفت اے خدا یا از من خطا شدہ مارا معاف فرمایند۔

(اردو ترجمہ) منقول ہے کہ ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی مسجد میں بیٹھے تھے اور اپنے تمام چھوٹے بڑے صحابہ کرام سے وعظ و حدیث بیان کر رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حدیث و وعظ بیان کرنے کی وجہ سے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ حضرت جبریل نے اپنے دل میں بہت زیادہ وسوسہ اور کدورت محسوس کی اور فرمایا کہ تعجب ہے کہ کلام ربانی کو باری تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتا ہوں۔ اور آپ کا حال یہ ہے کہ میری طرف ملتفت نہیں ہوتے۔ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ کشف باطنی معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل کو پاس بلا کر پوچھا برادرم جبرئیل کلام ربانی کس مقام سے پہنچتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ عرش کے اوپر ایک نور کا قبہ ہے حجرہ کی طرح اور اسی جگہ ایک سوراخ ہے اسی جگہ سے میرے کانوں میں آواز پہنچتی ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوبارہ اس قبہ کے پاس جائیے اور اس جگہ کا جائزہ لے کر جلد مجھ کو بتائیے۔ لیکن قبہ کے اندر نہ جائیے گا جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور کے فرمان کے مطابق سے واپس گئے اور قبہ کے اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ قبہ کے اندر حضور کا نور ہے اور حضور خود تشریف فرما ہیں۔ حاصل کلام جبرئیل علیہ السلام پھر فوراً زمین پر تشریف لائے کیا دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام اسی جگہ اپنے صحابہ کرام سے حدیث و وعظ میں مشغول ہیں۔ جبریل علیہ اسلام اس واقعہ سے تعجب میں پڑ گئے اور بہت نادم و شرمندہ ہوئے۔ عرض کیا اے اللہ تعالیٰ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ معاف فرمائیے۔

اب عرض یہ ہے کہ یہ نقل اہلسنت والجماعت کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں اور اس عریضہ کے لائق حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تعظیم دینا ثواب عظیم ہے۔ اور آپ کے رسالہ تمہید ایمان بآیات قرآن کے ص ۴ میں حدیث۔ تمہارے پیارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **لایومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وللہ والناس اجمعین** تم میں کوئی مسلمان نہ ہو گا جب تک میں اس کے ماں باپ اور اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں گا صلی اللہ علیہ وسلم حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اس نے تو بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے گا ہرگز مسلمان نہیں۔ اگر کوئی یہ بھی سوال کرے کہ علم غیب ذات انھی کے سوا کسی کو نہیں تو علم غیب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین کا ہے یہ ثبوت آپ کا رسالہ انبا المصطفیٰ بحال سر و اخفا میں بدلیل قاہرہ ثابت کیا گیا ہے کہ از روز اول تا آخر تمام ماکان و مایکون اللہ تعالیٰ کی دین سے حضور سید کائنات و باعث ایجادات علیہ افضل ا [illegible] پر روشن ہیں۔

الجواب:۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جل و علا و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ عز جلا لہ و علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم مدار ایمان ہے جو ان کی تعظیم نہ کرے کافر ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت عین ایمان ہے جسے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے نہ ہوں مسلمان نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اتباع حق میں ہے معاذ اللہ ان پر افترا کرنا گویا دشمنی ہے بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے تمام ماکان و مایکون کے ذرے ذرے کا علم محیط اور اس سے کروڑوں درجے اور زیادہ علم عطا فرمایا مگر یہاں اس کی بحث نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جبریل امین کے قلب پر کیسے اطلاع ہوگی بلکہ بحث اس کے معنی کی ہے جو اس حکایت سے نکلتے ہیں اس کے ظاہر سے جو عوام جہال کے خیال میں آئے وہ تو صاف صاف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خدا کہنا ہے اس کی کفر صریح ہونے میں شک کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے۔ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ان کے کمالات دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی ہمارے حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات اعلیٰ کے برابر کس کے کمال ہو سکتے ہیں جس کے کمال ہیں سب حضور ہی کے کمال کے پرتو اجلال ہیں امام بوصیری قدس سرہ کے ہمزیہ شریف میں ہے۔

انما عشر اصفاتک للنا ---- کما مثل النجوم الماء

یعنی تمام کمالات والے حضور کی صفتوں کا عکس و پرتو دکھاتے ہیں جیسے پانی میں ستاروں کا عکس نظر آتا ہے۔ اے عزیز کہاں ستارے اور کیسے سیارے چشم حقیقت کو یہاں ہر شان سے الوہیت کے جلوے نظر آتے ہیں کہ آئینہ ذات ہیں ذات مع جملہ صفات ان میں متجلی ہے **من رانی فقد رای الحق** جس نے

مجھے دیکھا بے شک اس نے حق دیکھا تو ان تجلیوں کے سامنے کون تھا کہ **ھذا ربی ھذا اکبر** نہ بول اٹھا لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمومنین روف الرحیم کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان کے لئے ہر آن ہر ادا سے ایسی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرمادی کلمہ شہادت میں رسولہ سے پہلے عبدہ رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ وہابیو کہ جاہلوں سے بدتر جاہل اور ایسے مقام پر جہاں مسلمان کی تکفیر نکلتی ہو جان بوجھکر متجاہل ہیں وہ تو اس حکایت کے یہی معنی لیں گے کہ قرآن خود حضور کا کلام ہے۔ فوق العرش وہی خدا ہیں اور زمین پر محمد جیسے بعض جھوٹے زندیق بے دین کہا کرتے ہیں یہ صریح کفر کی غلیظ میں سننا اور نصرانی سے بدتر نصرانی بننا ہے جو اس کا معتقد ہو بلکہ جو اسے جائز ہی رکھے یقیناً کافر مرتد ہے اس کی موت و حیات میں تمام وہی احکام ہیں جو مرتدین ملعونین پر ہیں اور جب یہ حکایت کے معنی قرار دے لئے تو اس کے کاتب پر آپ ہی حکم کفر جڑیں گے مگر اہل علم و ادارک جانتے ہیں وہ اسے یہ مطلب سمجھیں گے کہ فوق العرش تبنہ نور میں حقیقت محمد علی صاحبھا افضل الصلواۃ و التحیتہ جلوہ فرما ہے اور از انجا تمام عالم پر فیوض اسی کی ذات سے ہیں۔ **انما انا قاسم واللہ المعطی** دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں اور نزول وحی بھی ایک فیض جلیل ہے تو یہ بھی بارگاہ الوہیت سے ابتداء حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا ہے اور وہ حقیقت کریمہ کہ قبہ نور بالائے عرش میں ہے۔ جبریل امین علیہ السلام پر القا فرماتی ہے جبریل امین ذات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہ زمین پر جلوہ افروز ہے پہنچاتے ہیں یہ معنی کسی طرح معاذ اللہ کفر کیا ضال بھی نہیں البتہ یہ واقعہ صرف بے ثبوت ہی نہیں بلکہ حقیقتاً غلط ہے محال ہے کہ جبریل امین علیہ والسلام وحی لائیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التفات نہ فرمائیں۔ شوق وحی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ کچھ دنوں رک گئی تھی۔ تو پہاڑوں پر تشریف لیجاتے جبریل امین فوراً حاضر ہوتے اور عرض کرتے واللہ حضور اللہ کے رسول ہیں یعنی بیشک وہ حضور کو ضائع نہ چھوڑے گا وحی آئے گی اور ضرور آئیگی **رواہ البخاری عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا** یہ شوق ذات محمدی علیہ افضل ا[illegible] ہے اور ذات ہی یہاں مشغول وعظ و ہدایت انام ہے تو وحی کی طرف اس کا متوجہ نہ ہونا کیونکر معقول۔ نہ ہرگز القائے حقیقت کے سبب استغنائے ذات لازم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حفظ وحی میں کس درجہ کوشش بلیغ تھی جبریل امین علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے کہ کوئی حرف ضبط سے نہ رہ جائے جس پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا **لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ و قرانہ** جلدی کے لئے ختم وحی سے پہلے قرآن عظیم پڑھنے میں اپنی زبان کو جنبش نہ دو بے شک ہمارے

ذمے ہے تمہارے سینہ پاک اسے جمع کرنا اور تمہارا اسے پڑھنا۔ پھر کون سے حدیث و وعظ ہیں جو وحی الٰہی سے اہم ہیں (بلاشبہ) ملک جبار ذوی الاقتدار اپنے مقرب وزیر اعظم کے پاس اپنے پیام واحکام لے کر بھیجے اور وزیر اعظم اس وقت رعایا سے بات میں مشغول رہے فرمان سلطان کی طرف التفات نہ کرے اس میں معاذ اللہ فرمان کو گویا ہلکا جاننے کا پہلو نکلتا ہے۔ جو یہاں محال قطعی ہے بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعتبار حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلواۃ والتحیۃ جس طور پر، ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس بدرجہا زاید کے لائق ہیں مگر یہ واقعہ غلط بالکل باطل ہے بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہہ ضروری:۔ سوال میں جو عبارت دلیل الاحسان سے نقل کی اس میں اور خود عبارت سوال میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ صلعم لکھا ہوا ہے اور یہ سخت ناجائز ہے یہ بلا عوام تو عوام چودہ صدی کے بڑے بڑے اکابر و فحول کہلانے والوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی مللم کوئی فقط ص کوئی علیہ الصلواۃ والسلام کے بدلے عم یہ ءم۔ ایک ذرہ سیاہی یا انگلی کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لئے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑتے اور محرومی و بے نصیبی کا ڈنڈا پکڑتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں پہلا وہ شخص جس نے درود شریف ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ علامہ سید طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں فتاویٰ تاتار خانیہ سے منقول ہے **من کتب علیہ السلام الھمزۃ و المیم یکفرونہ تخفیف و تخفیف الانبیاء کفر۔** یعنی کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے کہ یہ ہلکا کرنا ہوا۔ اور معاملہ شان انبیا سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے شک نہیں کہ اگر معاذ اللہ قصداً شان استخفاف ہو تو قطعاً کفر ہے حکم مذکور اسی صورت کے لئے ہے یہ لوگ صرف کسل کاہلی نادانی جاہلی سے ایسا کرتے ہیں۔ تو اس حکم کے مستحق نہیں مگر بے برکتی بیدولتی کم بختی زبون قسمتی میں شک نہیں۔

قول ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ احد اللسانین قلم بھی ایک زبان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ مہمل بے معنی صلعم لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یوں ہیں کچھ الم غلم بکنا اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ **فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون** جس بات کا حکم ہوا تھا ظالموں نے اسے بدل کر اور کچھ کر لیا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کے فسق کا وہاں بنی اسرائیل کو فرمایا گیا تھا۔ قولوا حطۃ یوں کہو کہ ہمارے گناہ اترے انہوں نے کہا۔ حنطتہ یہ لفظ بامعنی تو تھا اور اب بھی ایک نعمت الٰہی کا ذکر تھا یہاں حکم یہ ہوا ہے **یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما** اے ایمان والو اپنے نبی پر درود و سلام بھیجو **اللھم صل و سلم و بارک علیہ و علیٰ الہ و صحبہ ابدا** اور یہ حکم وجوبا خواہ استحبابا ہر نام اقدس سننے یا

زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے پر ہے تحریر میں اس کی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے میں تھی اسے بدل کر ص۔ ۶۔ م کرلیا جو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا کیا اس پر نزول عذاب کا خوف نہیں کرتے والعیاذ باللہ رب العالمین یہ تو محل درود ہے جس کی عظمت اس حد پر ہے کہ اس کی شخصیت میں پہلو کفر موجود ہے اس سے اتر کر صحابہ و اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کی جگہ رض لکھنے کو علماء کرام نے مکروہ و باعث محرومی بتایا سید علامہ طحاوی فرماتے ہیں۔ **یکرہ الرمذ بالترضی بالکتابتہ بل یکتب ذالک کلہ بکمالہ** امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں **ومن اغفل ھذا حرام خیرا عظیما و فوت فضلا جسیما** جو اس سے غافل ہوا خیر عظیم سے محرم رہا اور بڑا فضل اس سے فوت ہوا والعیاذ باللہ تعالیٰ یو ہیں قدس سرہ یا رحمتہ اللہ تعالیٰ کی جگہ ق یا رح لکھنا حماقت و حمان برکت ہے ایسی باتوں سے احتراز چاہئے اللہ تعالیٰ توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔...... آپ سینہ پر ہاتھ رکھ کر سوچیں اور مذکورہ عبارت کا تعمق نظری سے مطالعہ کریں تو خود محسوس کریں گے کہ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی پوری زندگی ایسا مثالی کارنامہ انجام دیا کہ جس کی نظیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی نیز اسی طرح کی ایک اور حکایت فتاویٰ افریقہ کے ص ۱۶۳ پہ دیکھی جا سکتی ہے آپ نے اس کا بھی اس طرح ناقدانہ جائزہ لیا اور بڑے حسن و خوبصورتی سے شریعتہ کا موقف واضح کیا ہے الغرض امام احمد رضا نے اسلامی معاشرے کی اصلاح میں جو تاریخ ساز اور اہم کردار انجام دیا وہ تاریخ اسلام میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ بلاشبہ آپ عالم اسلام کے عظیم مجدد اور مصلح تھے۔

●●●●

ماخذومراجع

(۱) سبع سنابل میر عبد الواحد بلگرامی رحمتہ اللہ علیہ رضوی کتاب گھر۔ بھیونڈی ص ۱۱
(۲) مکاشفتہ القلوب حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ رضوی کتاب گھر بھیونڈی ص ۵۸۶
(۳) مقالات سیرت محمد میاں صدیقی۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد پاکستان۔ ص ۱۱۸
(۴) امام احمد رضا نمبر ماہنامہ قاری دہلی ص ۱۷۰
(۵) امام احمد رضا نمبر ماہنامہ قاری دہلی ص ۱۷۰
(۶) فاضل بریلوی اور امور بدعت۔ مولانا محمد فاروق القادری۔ بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ص ۲۳۶
(۷) فاضل بریلوی اور امور بدعت۔ مولانا محمد فاروق القادری۔ بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ص ۲۰۹
(۸) فاضل بریلوی اور امور بدعت۔ مولانا محمد فاروق القادری۔ بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ص ۲۲۳
(۹) انوار البشارت فی مسائل الحج والزیارت۔ امام احمد رضا بریلوی احمد عمر صاحب قادری ڈوسا بمبئی ص ۱۳۸
(۱۰) فاضل بریلوی اور امور بدعت۔ مولانا محمد فاروق القادری۔ بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ص ۱۹۳
(۱۱) ہفت روزہ ہجوم (امام احمد رضا نمبر) نئی دہلی ص ۶
(۱۲) ہفت روزہ ہجوم (امام احمد رضا نمبر) نئی دہلی ص ۶
(۱۳) ہفت روزہ ہجوم (امام احمد رضا نمبر) نئی دہلی ص ۶
(۱۴) فاضل بریلوی اور امور بدعت۔ مولانا محمد فاروق القادری بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ص ۲۴۳
(۱۵) ہفت روزہ ہجوم (امام احمد رضا نمبر) نئی دہلی ص ۶
(۱۶) ہفت روزہ ہجوم (امام احمد رضا نمبر) نئی دہلی ص ۶
(۱۷) ہفت روزہ ہجوم (امام احمد رضا نمبر) نئی دہلی ص ۶
(۱۸) فاضل بریلوی اور امور بدعت مولانا محمد فاروق القادری بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ص ۱۵۷
(۱۹) فاضل بریلوی اور امور بدعت مولانا محمد فاروق القادری بزم فیضان رضا کرلا بمبئی ص ۲۷۰
(۲۰) فتاویٰ افریقہ۔ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کاشف بک ڈپو دہلی ص ۶۱۔ ۵۵

فتاویٰ رضویہ اور عشق وادب

قاضی حسن رضا بن قاضی عبدالدائم
مہتمم جامعہ سیفیہ محمدیہ ہری پور ہزارہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کا ایک عظیم مجموعہ فتاویٰ ہے جو "فتاویٰ رضویہ" کے نام سے مشہور ہے۔ آج کل یہ فتاویٰ جدید انداز میں رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام لاہور سے چھپ رہا ہے۔ جہاں تک اس فتاویٰ کے علمی و فقہی مقام کا تعلق ہے تو اس کا تعین میرے جیسا ہیچمدان کرنے سے قاصر ہے' البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ آج تک اتنا عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا نہیں لکھا گیا۔ جدید انداز میں طباعت کے بعد یہ فتاویٰ تقریباً چھتیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہو گا اور میرے خیال میں اتنا مبسوط فقہی شاہکار نہ امام احمد رضا سے پہلے کسی نے پیش کیا ہے' نہ ان کے بعد آج تک کوئی اتنا بڑا کارنامہ انجام دے سکا ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

امام احمد رضا کے دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری حد تک رچا بسا تھا اس لئے وہ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں اس میں عشق نبی کو ملحوظ رکھتے ہیں اور آقا کی عظمت و تقدیس کو جابجا اتنے خوبصورت انداز میں اجاگر کرتے ہیں کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ بنیادی طور پر ایک فقہی کتاب ہے مگر اس میں بھی امام احمد رضا کا عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح جلوہ گر نظر آتا ہے۔ چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے!

(۱)۔ امام احمد رضا کا ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان النور والرونق ہے۔ اس میں مختلف پانیوں کے احکام ذکر کئے ہیں۔ آب زمزم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے ساتھ استنجا کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ وہ ایک مقدس پانی ہے۔ یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زمزم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے' کیونکہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آب زمزم سے بلکہ آب کوثر سے بھی افضل ہے۔ اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"سب سے اعلیٰ' سب سے افضل' دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل' زمزم سے افضل' کوثر سے افضل' وہ مبارک پانی ہے جو۔۔۔ بارہا' براہ اعجاز۔۔۔ حضور انور' سید اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ

پانی زمزم و کوثر سب سے افضل ہے۔ مگر اب وہ کہاں نصیب!" (۱)

اللہ اکبر۔۔۔۔ 'کیا عجب انداز ہے۔۔۔! حرف حرف عشق مصطفیٰ کی خوشبو سے مہک رہا ہے اور ...... آخری جملے "وہ کہاں نصیب۔!" میں جو حسرت کی دنیا پنہاں ہے اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔۔

اس مبارک پانی کو امام احمد رضا نے اپنے نعتیہ کلام میں بھی انتہائی لطیف انداز میں نظم کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

انگلیاں ہیں فیض پر' ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری' واہ واہ !

ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ انگلیوں کے لئے "پنج آب رحمت" کی ترکیب میں کیسی بلیغ تشبیہ پوشیدہ ہے۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔۔!

اپنے مشہور عالم سلام میں اسی معجزے کو یوں بیان کیا ہے۔

نور کے چشمے لہرائیں' دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

۲۔ ایک مقام پر یہ مسئلہ بیان کیا کہ کسی سے سوال نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے سے منع فرمایا ہے۔ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوا کہ خود سرکار نے بارہا اپنے صحابہ کرام سے مختلف چیزیں طلب فرمائی ہیں 'اگر مانگنا ممنوع تھا تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیوں نہ فرمایا۔۔۔؟

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر باقی لوگوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ لوگوں کے لئے مانگنا واقعی منع ہے۔ لیکن اگر آقا کسی سے کوئی چیز طلب فرمائیں تو یہ بالکل صحیح اور جائز ہے۔۔۔۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ اس لئے کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں۔ اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذ اللہ 'سوال نہیں ہے بلکہ یقیناً ایسا ہے جیسے مولیٰ اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لے۔ کہ غلام اور اس کی کمائی سب مولیٰ کی ملک ہے۔ اسی لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔۔ **ھل انا و مالی الا لک یا رسول اللہ!**۔۔۔۔ میں اور میرا مال کس کے ہیں۔۔۔؟ حضور ہی کے ہیں یا رسول اللہ!" (۲)

النبی اولی بالمومنین من انفسھم کی کیسی عمدہ تفسیر ہے! **جزاہ اللہ فی الدارین خیراً** واضح رہے کہ مذکورہ بالا مسئلے کا تعلق چونکہ مسلمانوں سے تھا اسی لئے امام احمد رضا نے بھی یہاں اسی قدر بیان فرمایا

کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں" ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مسلمانوں کی جان و مال کے 'بلکہ پوری کائنات کے مالک ہیں' چنانچہ امام احمد رضا اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں:-

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک کونین کہنے سے کوئی کوتاہ فہم شرک کا فتویٰ نہ جڑ دے' واضح فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالذات مالک نہیں مانتے' ذاتی ملکیت تو صرف اللہ وحدہ لا شریک کی ہے' رسول اللہ کو تو ہم اس بنا پر مالک عالم کہتے ہیں کہ ان کو مالک الملک نے اس کائنات کا مالک بنایا ہے۔ فرماتے ہیں:-

ان کو تملیک ملیک الملک سے
مالک عالم کہا' پھر تجھ کو کیا!

(۳)۔۔۔جب کائنات کے مالک آپ ہیں تو ظاہر ہے کہ معطی بھی آپ ہیں اور جب کسی کو کوئی فیض ملتا ہے وہ آپ ہی کی عطا سے ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے امام احمد رضا اس حقیقت کو کیسے زوردار الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔

"ہر خیر' ہر نعمت' ہر مراد' ہر دولت۔۔۔دین میں' دنیا میں' آخرت میں۔۔۔روز ازل سے آج تک' آج سے ابدالاباد تک' جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کو بانٹنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔" (۳)

اسی حقیقت کو حدائق بخشش میں یوں بیان فرمایا!

لا ورب العرش! جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

فتاویٰ رضویہ میں جو بے مثال تحقیقات اور لازوال تشریحات پائی جاتی ہیں' وہ بھی امام احمد رضا کے نزدیک سرور عالم کا فیضان و عطیہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے فتاویٰ کا نام ہی یہ رکھا ہے۔

"العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔"

(۴)۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پایاں عشق کا لازمی نتیجہ ہے کہ جن مقدس ہستیوں کو رسول اللہ کا قرب حاصل رہا ان سے بھی محبت رکھی جائے اور ان کا ادب و احترام ہردم ملحوظ رکھا جائے۔

امام احمد رضا کو صحابہ کرام سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ ان کی شان سے گرا ہوا کوئی لفظ سننا ناقابل برداشت ہو جاتا تھا اور اس پر اپنی ناگواری کا برملا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے تھے' خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی سے کیوں نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ علامہ طحطاوی جیسے عظیم فقیہ نے ایک جگہ پر یہ جملہ کہہ دیا۔ **کما توھم بعض الصحابہ** جیسا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے۔۔ صحابہ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا امام احمد رضا کو سخت ناگوار گذرا اور فوراً تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا!۔

"**اقول' ھذا اللفظ بعید عن الادب' فلیجتنب!**"(۴) میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ ادب سے بعید ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے!

جان نثاران بدر و احد پر درود
حق گزاران بیعت پہ لاکھوں سلام

(۵) صحابہ کرام کی تو خیر' شان ہی بہت بڑی ہے' امام احمد رضا تو ان بے جان چیزوں کا بھی ادب ضروری سمجھتے ہیں جو آقائے کونین سے کسی طرح نسبت رکھتی ہوں' چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک یا جبہ مقدسہ یا نعل شریف یا کاسہ مطہرہ تبرک کے لئے جس پانی میں دھویا' قابل وضو ہے...... ہاں پانی پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری کیا' منہ کا وضو ہو گیا۔۔۔ ان کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضوء ہو جاتا ہے"(۵)

کیا عاشقانہ جملہ ہے۔۔۔۔ ان کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے۔
سچ کہا شاعر مشرق نے۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

حواشی

(۱) امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۴۴۲
مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد۔
(۲) امام احمد رضا حاشیہ فتاویٰ رضویہ ایضا ص ۸۰۱
(۳) ایضا ص ۵۷۷
(۴) ایضا ص ۴۴۲
(۵) ایضا ص ۴۹۴

کلامِ رضا اور عقیدۂ ختم نبوّت

از شبیر حسین شاہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی ہندوستان کی وہ نابغہ روزگار شخصیت تھے جن کے علوم و کمالات کا اندازہ ہر دور میں کیا گیا ہے۔ اور جن کے علمی' ادبی' فقہی' دینی اور فکری کمالات کا احاطہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے۔ جن کی عبقری شخصیت کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے علامہ محمد اقبال نے اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔

"ہندوستان کے آخر دور میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ ان کے فتاویٰ' ان کی ذہانت' فطانت' کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں ان کے تبحر علمی کے شاہد ہیں۔ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خان اپنے دور کے امام ابوحنیفہ ہوتے" (دیکھئے شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا قسط ۷ ص ۳۲۸ عنوان بریلوی احمد رضا خان) (۱)

☆○☆○☆

عقیدہ ختم نبوت' اسلام کا اہم ترین اور بنیادی عقیدہ ہے۔ جس پر تمام دینی عقائد کی عمارت استوار ہے۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک لاکھ سے زائد انبیاء اور تین سو تیرہ رسول معبوث ہو چکے۔ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی معبوث نہ ہوگا۔ اور نہ کوئی پرانا نبی دوبارہ دعویٰ نبوت کے ساتھ واپس آئے گا۔ اب قیامت تک حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ڈنکا بجتا ہے اور قرآن مجید کی حکمرانی قائم رہے گی۔ اور امت مسلمہ پھلتی پھولتی رہے گی۔ کسی بھی قسم کا ظلی' بروزی' امتی' تبع' مثیل نبی کا تصور اب ناقابل فہم ہے۔ وحی کا دعویٰ بھی اب کفر شمار ہو گا۔ قرآن مجید نے سورہ احزاب کی آیہ۔ ۴۰ کے حوالے سے واضح طور پر اختتام منصب نبوت کا اعلان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

ماکان محمد ابااحد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبین و کان اللہ بکل شی علیما

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول اور سلسلہ انبیاء کو ختم کرنے والے اور اللہ ہر شئے کا خوب علم رکھتا ہے۔)

☆○☆○☆

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اس پر آشوب دور میں ہوئے کہ جب ہندوستان میں غاصب انگریزوں کی حکومت تھی۔ ہندوؤں' عیسائیوں اور اسلام دشمن مسلمانوں کی متفرقہ و مشترکہ سازشیں مسلمانان ہند کے شیرازہ کو بکھیرنے میں مصروف تھیں۔ انگریز کا خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی بھی آپ ہی کے دور میں ہوا(۴)۔ جسے دعویٰ کفر' عمل کذب' کلمات باطل اور نظریات قاتل کی وجہ سے "مسیلمہ پنجاب" کہا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے نہ صرف مرزا قادیانی کے اعمال و عقائد کی گرفت کی۔ بلکہ بدلائل اس پر کفرو ارتداد کے فتوے صادر فرمائے۔ جو آپ کی متعدد کتب اور فتاویٰ میں ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں مثلاً ختم نبوت'حسام الحرمین' رسائل رد قادیانیت' تاریخ محاسبہ قادیانیت اور فتاویٰ رضویہ کی مجلدات۔

آپ شاعری بالخصوص نعتیہ شاعری کے بے تاج بادشاہ تھے۔ آپ نے اپنے شاعرانہ کلام میں متعدد جگہ اثبات ختم نبوت پر اشعار مدون فرمائے۔ مثلاً "حدائق بخشش" میں آپ فرماتے ہیں کہ ؎

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سب ہی مشعلیں
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی
خلق سے اولیا' اولیا سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

(ص ۵۶ نعت "سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی")

آتے رہے انبیاء **کما قیل لھم**
والخاتم حقکم کہ ختم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ **اکملت لکم**

(ص ۱۰۲ رباعی اول)

نسخ ادیاں کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کر لیا کچا علاقہ نور کا
انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

(حصہ دوم ص ۵ - ۴)

سب سے اول سب سے آخر
ابتدا ہو انتہا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے
تم موخر مبتدا ہو

(ص ۴۴ خلاصہ فکر و عرض خاص)

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

(ص ۲۵ نعت "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام")

اعلیٰ حضرت نے اپنی مثنوی رد امثالیہ میں بھی ختم نبوت کا اثبات کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ

کن ظہور مہدی عالی جناب
برزمین آ عیسیٰ گردوں قباب
آں یکے گویاں محمد آدمی ست
چوں من و در وحی او ابر تریست

(بحوالہ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۷۷)

جزو رسالت نیست فرقے درمیاں

من برادر خورد باشم او کلاں

نیست پایانش الی یوم التناد

ختم کن واللہ اعلم بالرشاد

(بحوالہ ایضاً ص ۷۹)

درد دل شاں قصد تازہ فتنہا

برلب شاں این کلام ناسزا

کہ بہ شش طبقات زیرین زمین

حق فرستاد انبیاء و مرسلین

شش چو آدم شش چو موسیٰ شش مسیح

شش خلیل اللہ شش نوح و نجیح

ہمدرانہا شش چو ختم الانبیاء

مثل احمد در صفات اعتلا

انبیائے سابقین اے محتشم

شمعہا بودند درلیل و ظلم

درمیان ظلمت و ظلم و غلو

مستنیراز نور ہریک قوم او

آفتاب خاتمیت شد بلند

مہر آمد شمعہا خامش شدند

تاج مثلیت گہی برسر نہند

گر خطاب خاتمیت می دہند

(حوالہ ایضاً ص ۸۴)

گاہ بالذات ست آں ختم ہمام

گاہ بالعرض آمد و تخییل خام

میر سدازوے بہر فرض نبی

شقہ معزولی از پیغمبری

(حوالہ ایضاً ص ۸۵)

اعلیٰ حضرت نے اپنی تصنیف "الاستمداد علی اجیاد الارتداد" [۱] میں متعدد مسلمان فرقوں کے وہ اقوال بھی اپنی شاعری میں سموئے ہیں جو عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہیں۔ ان اشعار کا حوالہ جاتی پس منظر مذکورہ کتاب کے حاشیہ میں مولانا مصطفےٰ رضا خان بریلوی نے تفصیلا دیا ہے۔ جس کا یہاں موقع و مقام نہیں ہے۔ ذیل میں آپ کے چند اشعار اسی سلسلے میں ہدیہ ہیں۔

(الف) وہابیوں کے مخالف عقیدہ ختم نبوت اعتقادات پر یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ

اسرار ختم رویئت نبوت
سب کو عدم میں سلاتے یہ ہیں

(ص ۴۱)

ختم جنہوں نے نبوت کر دی
جس پر دل ہمکاتے یہ ہیں

(ص ۴۸)

(با) دیوبندی حضرات کے عقیدہ ختم نبوت سے متضاد و متحارب اقوال و عقائد کا تذکرہ فرماتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ

شاہ کے پچھلے نبی ہونے کو
فضل سے خالی بتاتے یہ ہیں
منکر خاتم کو پھر کافر بھی
دھوکے کو لکھ جاتے یہ ہیں

(ص ۷۷)

در کفر و دین ماندہ مذبذب
نے ایمان نہ ثباتے یہ ہیں
دھوکہ کھل گیا چند ورق پر
پھر وہی پلٹا کھاتے یہ ہیں
شہ کے بعد نبوت تازہ
پاک خلل سے بتاتے یہ ہیں

(ص ۷۹)

(تا) مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) کے رسالہ امدادیہ کے حوالہ سے انکار ختم نبوت پر

آپ نے یہ اشعار مدون کئے۔

وار جو ختم نبوت پر تھے
اب وہ بیج اگاتے یہ ہیں
یعنی اپنے نبی جننے کو
تسکین بخش بتاتے یہ ہیں
اپنے نام پہ استقلالاً
صلی علی بھنواتے یہ ہیں

غرض کہ اسی طرح آپ نے مشکوک، مبہم اور کفریہ اقوال پر گرفت کی ہے۔ اور اپنا عاشقانہ مسلک اور دوسروں کا فاسقانہ عقیدہ بیان کیا ہے۔ آپ نے کسی کی کوئی رو رعایت نہیں کی۔ جب وقت آیا تو بلا جھجک اور بلا مروت انہیں دین کی کسوٹی پر پرکھا۔

☆○☆○☆

منکرین عقیدہ ختم نبوت "حدائق بخشش" میں مناقب غوث الاعظم میں شامل متعدد اشعار کے حوالے سے آپ کو منکر ختم نبوت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح سواد اعظم کو یہ باور کراتے ہیں کہ تمہارے امام کا اگر عقیدہ مخالف ہو کر بھی تمہارا امام مسلمان رہ سکتا ہے تو ہم بھی کیوں نہیں رہ سکتے۔ کراچی سے میرے ایک مہربان نے ایک مکتوب کے ذریعے آپ پر یوں انگشت نمائی کی ہے۔

"احمد رضا خان بریلوی اپنے نعتیہ نظموں کے مجموعہ کتاب حدائق بخشش میں عبدالقادر جیلانی کے مناقب یوں بیان کرتے ہیں۔" ص ۱۲۰:۔

قد بے سایہ ظل کبریا ہے
تو اس بے سایہ ظل کا ظل ہے یا غوث

ص ۱۸۵:۔ ترجمہ:"عبدالقادر جیلانی کے بعد پھر سے آغاز رسالت ہو گا۔ اور وہ نیا رسول بھی شیخ جیلانی کے تابع ہو گا"(بہ۱) پھر فرماتے ہیں کہ "مندرجہ بالا خیالات کے حامل ختم نبوت کو نہیں مانتے اس لحاظ سے کیا انہیں دین اسلام سے خارج تسلیم کیا جائے گا؟"

گفتگو کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ بہتر ہو گا کہ موضوع زیر بحث سے متعلق چند اشعار حدائق بخشش ہی سے ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں۔ تاکہ الوہیت و رسالت اور رسالت و ولایت میں ملحوظ حد ادب کے بارے میں فاضل بریلوی کے عقائد واضح کئے جا سکیں۔ فضائل سرکار غوثیت وصل دوم و سوم مشمولہ حدائق بخشش حصہ اول میں آپ فرماتے ہیں کہ

نبی سے آخذ اور امت پر فائض
ادھر قابل ادھر فاعل ہے یا غوث
الوہیت نبوت کے سوا تو
تمام افضال کا قابل ہے یا غوث
نبی کے قدموں پر ہے جز نبوت
کہ "ختم" اس راہ میں حائل ہے یا غوث
الوہیت ہی احمد نے نہ پائی
نبوت ہی سے تو عاطل ہے یا غوث

فاضل بریلوی کے ان نظریات سے یہ اندازہ کرنا کوئی اتنا مشکل نہیں ہے کہ آپ حضرت سید عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کو کمالات نبوت و فضائل رسالت کا مظہر سمجھتے ہیں لیکن چونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت منقطع ہے لہٰذا آپ بھی نبی نہیں ہو سکتے۔ یہ نظریہ ․عینہٖ حدیث سے اخذ کردہ ہے۔ جو اس طرح ہے کہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا"

(۲) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے علی! تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کے ساتھ ہارون مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے۔"

(۳) ختم المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔"

(۴) خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر ابراہیم (آپؐ کے صاحبزادے) زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔"

درج بالا چاروں ارشادات رسالت میں ایک بات واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ علیؓ ابوبکر اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم میں کمالات و اوصاف نبوت کو قبول کرنے کی مکمل صلاحیتیں موجود تھیں۔ آپ سب حضرات قدسی کمالات و صفات نبوی کے مظہر تو بنے مگر چونکہ شرف نبوت اب کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے آپ بھی نبی نہ بن سکے۔ بالکل یہی بات فاضل بریلوی نے کہی کہ حضرت سیدنا غوث الاعظم اوصاف و کمالات کے مظہر تو ہیں مگر چونکہ منصب نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منقطع ہوچکا ہے اس لئے نہ آپ نبی ہیں اور نہ ہوسکتے ہیں۔ منصب ہی منقطع ہوچکا ہے لہٰذا اب آپ نبی نہیں ہیں۔ منقبت میں تعریفی لہجہ اور انداز بیان کی بلندی کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ منقبت، منقبت ہی ہوتی

ہے نعت نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ سرکار غوث صمدانی کو کسی بھی قسم کا نبی سمجھتے تو ان کی منقبت نہ کرتے بلکہ نعت کہتے لیکن آپ کے پورے کلام میں سے ایک بھی مثال ایسی پیش نہیں کی جا سکتی۔

رسول اکرم شاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** (میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔) اس ارشاد رسالت میں علماء کو انبیائے بنی اسرائیل فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقتاً علمائے امت محمدی انبیاء کے زمرے میں آ گئے۔ بلکہ یہ ہے کہ عمل و اثرات کے لحاظ سے یہ انبیائے بنی اسرائیل کا کردار ادا کریں گے۔ مثلاً تبلیغ دین اور تشہیر حق کے لئے انبیاء کی سی کوششیں۔ حمیت دین کے لئے انبیاء کا سا کردار' انہماک فی العبادت اور تقویٰ میں انبیاء کی سی مماثلت' خشیت الٰہی' ورع اور عاجزی میں انبیاء کی متابعت' کرامات کے ذریعے معجزہ انبیاء کا تمثل۔ یہ وہ نبوی کمالات ہیں جو اولیائے امت و علمائے امت کو فرداً فرداً عطا فرمائے گئے۔ مجموعی طور پر ایک نبی میں جتنے کمالات ہو سکتے ہیں ان کو ایک ایک کر کے اولیائے امت پر تقسیم کر دیا گیا اور بقول حضرت مجدد الف ثانی "انہوں نے انبیاء کا پس خوردہ کھایا۔ پس کمالات نبوی بھی متابعت نبوت کے سبب ان کو حاصل ہوئے۔" یہی وہ کمالات ہیں جن کے سیدنا غوث اعظم میں ہونے کا ذکر اعلیٰ حضرت نے اپنے مناقبی قصیدہ میں کیا ہے۔ باقی جہاں تک فضیلت نبوت علی الولایت کا تعلق ہے۔ اس کے آپ شدت سے قائل ہیں۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنی تصانیف میں خود سیدنا سید الاسیاد' فرد الافراد' غوث اعظم' غیث اکرم' غیاث عالم' محبوب سبحانی' مطلوب ربانی' شاہباز لامکانی' ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی کا یہ قول فیصل نقل کیا ہے کہ

"ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پاک پر ہوں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں سے قدم اٹھایا میں نے اسی جگہ قدم رکھا۔ مگر نبوت کے قدم کہ ان کی طرف غیر نبی کو اصلا راہ نہیں۔"

سیدنا غوث اعظم کے اس فرمان عالی سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ آپ بھی اتباع انبیاء کے قائل تھے۔ منصب نبوت کے حصول کا عقیدہ نہ آپؒ اپنے لئے جائز سمجھتے تھے اور نہ دوسروں کے لئے۔ فاضل بریلوی کا یہ اقتباس اپنی تصانیف میں درج کرنا اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ آپ باوجود اعلیٰ ترین منقبت کے سرکار غوث اعظم کو مرتبہ نبوت سے دور سمجھتے تھے۔

لہٰذا فاضل بریلوی پر انکار ختم کا اتہام آپ کے عقائد و نظریات سے جہالت کی دلیل ہے۔

حاشے (جو صفحات کے آخر میں دیئے گئے ہیں)

(۱) علامہ اقبال نے جس شدت کا ذکر کیا ہے۔ وہ حب رسول اور عشق رسول کی مظہر ہے کہ آپ کسی بھی ذریعہ بیان ذریعہ دلیل سے رسول کی شان میں گستاخی کرنے والے کے حق میں بہت شدید ہیں۔ یہ شدت آپ کے عشق رسول کے جذبہ کا تقاضا بھی ہے جس کا اعتراف مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی کیا ہے دیکھئے فقہ القرآن جلد پنجم ص ۸ از مولانا عمر احمد عثمانی

۲) آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو "مرزا قادیانی" لکھتے ہیں "غلام احمد" اس کے نام سے حذف کر دیتے ہیں اس لئے کہ وہ غلام احمد نہیں بلکہ گستاخ احمد تھا۔ قادیانی فرقے کو آپ احمدی یا قادیانی نہیں لکھتے بلکہ "غلامیہ" لکھتے ہیں۔ غلام احمد کی نسبت سے یا غلام انگریز کی نسبت سے۔

۳) شائع کردہ مظہر فیض رضا، برج منڈی، فیصل آباد

(۴) مجھے یہ شعر مل نہ سکا جس کا ترجمہ میرے مہربان نے دیا ہے۔

۵) کسی ولی کو نبی سمجھنے کا عقیدہ تو ایک طرف، ولی کو تو ایک صحابی کے برابر بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور صحابی کو نبی کے برابر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ "حضرت امیر معاویہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں جانے والی گرد (جو میدان جنگ میں گھوڑے کے نتھنے میں داخل ہوئی) حضرت اویس قرنی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ کجا یہ کہ انہیں حضرت امیر معاویہ سے افضل قرار دیا جائے۔" حضرت فاضل بریلوی بھی "افضلیت النبی علی الولی" کا عقیدہ ببانگ دہل بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ (رسالہ الرفضہ ص ۱۵ - ۱۴)

(ا) ہم یقینی کافر جانتے ہیں ان غالی رافضیوں کو جو آئمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔ (ب) یہ (یعنی انبیاء کو اولیاء سے مفضول قرار دینا) کھلا کفر ہے۔ (ج) وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا ہے کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت، بے دینی و جہالت ہے۔ (د) بے شک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔ (ہ) ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر و ضلال ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ نبی کے ولی سے افضل ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔ "السوء والعقاب علی المسیح الکذاب" میں لکھتے ہیں کہ باجماع مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق کبھی کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔ جو ایسا کہے قطعاً" اجماعاً" کافر ملحد ہے۔ (ص ۱۷)

اعلیٰ حضرت کے عربی اشعار اور نیاز فتحپوری کے تاثرات

از علامہ محمد احمد قادری (انڈیا)

وہ اسباب و وجوہات جو قوموں کے افتخار و کمال ہیں، وہ اسلاف کی متواتر کوششوں، انتھک جدوجہد، غیر معمولی جذبہ سود و زیاں سے پیدا شدہ افکار و خیالات اور اعمال و تخلیقات کے گوہر گراں مایہ ہیں۔ اگر اسلاف گرامی کے چھوڑے ہوئے نقوش نہ ہوتے تو اخلاف کو سخت مشکلات پیش آتیں اور کاروبار ہستی میں ہر قدم پر رہرو راہ کو بیچارگیوں کا سامنا ہوتا۔ علم و فن کا میدان ہو یا شعر و ادب کی گلریز وادیاں ہوں۔ راہ حق میں شمع کی مانند پگھلتی ہوئی ذات ہو یا حمایت حق میں جان کی بازی لگا دینے کی باری ہو۔ ہر قدم پر اسلاف کے نقش قدم سے رہبری کی سرمدی راہ ملتی ہے۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی بلاشبہ ان ممتاز بزرگوں میں تھے جن کی تنہا ہستی میں مذکورہ تمام خوبیاں موجود تھیں۔ وہ علم و فن کے تاجدار بھی تھے اور شعر و ادب کی آبرو بھی۔ راہ حق کے غازی و مجاہد بھی تھے اور شہید بھی۔ ان کے نقوش قلم اور نشانات قدم ہزاروں کے لئے رہبر و رہنما ہوئے۔

یہ ضرورت پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے کہ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے تردیدہ قلم کی ایک ایک سطر اور ان کے زائیدہ فکر کا ایک ایک نقشہ محفوظ کرلیا جائے اور ان کے حالات و معمولات، مکارم و محامد اور فضائل و اخلاق اور منفرد علمی خدمات و عظیم الشان تجدیدی کارناموں کو عصری اسلوب میں خالص تحقیقی زبان میں پیش کیا جائے۔ احقر راقم السطور نے "امام احمد رضا بریلوی کے تجدیدی کارنامے" کے زیر عنوان ایک مبسوط مقالہ تحریر کردیا ہے کہ جو جلد ہی شائع ہو گا۔ خوشی و مسرت کا مقام ہے کہ علم و فضل کے مالک اور خلوص و محبت کے پیکر زبدۃ الحکماء حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری امیر مرکزی مجلس رضا لاہور کی رہنمائی میں اہل محبت، صاحبان علم و قلم کا ایک بلند ترین طبقہ بھی علوم و معارف امام احمد رضا کی ترویج کی طرف متوجہ ہو چکا ہے

اور بحمدہ تعالیٰ چند سال کی مدت میں خاطر خواہ کام انجام پا چکا ہے اور یہ سلسلہ دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ احقر کی کوششوں سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فاضل اساتذہ کا ایک ممتاز حلقہ بھی اس اہم کام کے لئے آمادہ ہو چکا ہے، جس کے سربراہ احقر کے برادر مکرم پروفیسر حکیم خلیل احمد استاد طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی ہیں، استاد مکرم ڈاکٹر حامد علی خان رامپوری شعبہ اردو عربی مسلم یونیورسٹی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "ہندوستان کے عربی گو شعراء" میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے احوال خصوصیات کو وقیع الفاظ میں تحریر فرمایا ہے اور اپنے موضوع کے مناسبت سے نمائندہ عربی کلام کے انتخاب درج کیا ہے۔

احقر کے ذاتی کتب خانہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیف کی ایک کثیر تعداد موجود ہے اور احقر اپنے علم و اطلاع کی بناء پر بلا مبالغہ یہ کہنے میں حق بجانب ہو گا کہ اتنی کثیر تعداد میں رضوی افادات، صرف مارہرہ شریف کے کتب خانہ خانقاہ برکاتی کے علاوہ دوسری جگہ نہ ہوں گے۔ احقر کے ذاتی کتب خانے میں اس تعداد کی موجودگی والدی الماجدی شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ مدظلہ، مفتی اعظم کانپور اور احقر کی تگ و دو کا نتیجہ ہے۔

احقر کے کتب خانہ میں بعض ایسے مخطوطات بھی موجود ہیں جو بریلی شریف کے آستانے میں بھی موجود نہیں۔ ۱۹۶۰ء سے احقر نے اعلیٰ حضرت کے مخطوطات اور عربی اشعار کے حصول کی طرف بھی خاص توجہ کی جس کا نتیجہ پانچ سو خطوط اور گیارہ سو پتالیس اشعار کا عظیم ذخیرہ ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے قادیانی متنی کے قصیدہ کے جواب میں عظیم الشان کئی سو اشعار پر مشتمل قصیدہ منظوم فرمایا تھا۔ وہ تاحال دستیاب نہ ہو سکا مگر تلاش و جستجو کا سلسلہ جاری ہے۔ خداوند قدوس اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مجھے اس میں کامیاب فرمائے۔

صادق پور پٹنہ کے نامور طبیب، عالم اور شاعر حکیم عبدالحمید پریشان عظیم آبادی نے مجلس ندوۃ العلماء کے اجلاس منعقدہ ۱۳۱۸ء میں ندوی علماء کی آمد پر ایک عربی قصیدہ پیش کیا تھا۔ انہیں تاریخوں میں مشہور عالم و محقق قاضی عبدالودود صاحب بیرسٹر کے والد ماجد حضرت مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی خلیفہ اعلیٰ حضرت کے زیر اہتمام مجلس اہلسنت کے جلسے ہوئے تھے۔ مجلس ندوۃ العلماء کے پہلے جلسہ میں حکیم عبدالحمید پریشان عظیم آبادی نے اپنا قصیدہ پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت کو خبر ہوئی تو انہوں نے ایک سو ساٹھ اشعار کا قصیدہ چند گھنٹوں میں لکھ کر قاضی عبدالوحید مرحوم کو دے دیا۔ احقر نے اس عظیم قصیدہ کو ایک تفصیلی مقدمہ اور تعارف و حواشی کے ساتھ مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ خداوند عالم مجھے اس کی تکمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ان

سطور کے پڑھنے والوں پر اس واقعہ کا مطالعہ بار خاطر نہ ہو گا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ کا یہ عربی قصیدہ جس کا نام آمال الابرار ہے مجھے کس طرح حاصل ہوا اس قصیدہ عربی کی نشاندہی اور دستیابی مشہور شورش پسند ناقد و ادیب صاحب علم و قلم نیاز فتح پوری کی رہین منت ہے راقم خاکسار ملک کی ممتاز ترین عربی درسگاہ مدرسہ عالیہ رامپور کے آخری درجہ کا طالبعلم تھا۔ جس کی مسند صدارت تدریس کو شمس العلماء امام العلوم و فنون مولانا محمد عبدالحق خیر آبادی اور علامہ فضل حق رامپوی قدس سرہ رونق بخش تھے اور جن کی چٹائی پر بیٹھ کر کسب علم کرنے والے حضرت مولانا سید عبدالعزیز ابنیٹھوی سہانپوری شمس العلماء علامہ ظہور الحسن رامپوری' صدر المدرسین مرکزی دارالعلوم اہلسنت منظر اسلام بریلی حضرت مولانا رحم الٰہی رضوی منگلوری' استاد مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان جانشین اعلیٰ حضرت بریلوی اور علامہ سید برکات احمد ٹونکی جسے آبروئے علم و اسلام اکابر تھے۔ اس دور طالبعلمی میں ایک روز مجھے معلوم ہوا کہ نیاز صاحب آئے ہوئے ہیں۔ نیاز فتح پوری صرف شعر و ادب ہی کے ماہر نہ تھے۔ انہوں نے اسی مدرسہ عالیہ میں مولانا فضل حق اور مولانا افضال الحق اور مولانا وزیر علی رامپوری سے فنون میں کسب فیض بھی کیا تھا۔ چند دوستوں کے مشورے سے طے پایا کہ نیاز صاحب سے ملاقات کی جائے۔ جب ہم لوگ نیاز صاحب کی قیام گاہ پر پہنچے تو انہوں نے ہم لوگوں کی آمد پر برجستہ پوچھا کہ "یہ قدسیوں کی جماعت کہاں سے آئی ہے" اس سے پہلے کہ صاحب خانہ کچھ کہتے' میں نے کچھوچھ شریف کے مشہور چشتی مشرب کے اشرفی مسلک سے وابستگی کے باوجود عرض کیا مجھے محمود احمد قادری رضوی کہتے ہیں مدرسہ عالیہ کے آخری درجہ کا طالب علم ہوں ۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر استفادہ کے لئے حاضر ہوں ۔ یہ سن کر نیاز مسکرائے اور بولے قادری کے بعد رضوی کی نسبت بتاتی ہے کہ آپ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے روحانی سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ اس کے بعد نیاز نے کہا میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کو دیکھ چکا ہوں۔ وہ غیر معمولی علم و فضل کے مالک تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی تھا ۔ ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے بھی ہویدا تھا۔ فروتنی و خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا ۔ نیاز کی بات جاری ہی تھی کہ میں نے بات کاٹ کر کہا مگر ان کے دینی مخالف علمائے دیوبند تو ان کو جاہل کہتے ہیں۔ چونکہ آپ بھی پٹھان ہیں اور وہ بھی پٹھان تھے اس لئے آپ ان کی مدح میں مبالغہ کر رہے ہیں ۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ نیاز فتح پوری کے تیوری پر بل پڑ گئے اور بولے میں مولانا احمد رضا خاں کی کئی کتابیں پڑھ چکا ہوں' امکان و امتناع کذب باری کے متعلق دونوں فریقوں کے رسائل پڑھ چکا ہوں' جو قوت استدلال ' دلائل کا ذخیرہ مولانا احمد رضا خان کی

کتابوں میں ملا۔ وہ ان ضدی بدبخت لکیر کے فقیر علمائے دیوبند کے یہاں کہاں۔ یہ علماء تو علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولانا احمد حسین پنجابی کانپوری کو بھی جاہل کہتے ہیں۔ نیاز نے گفتگو کا رخ بدل کر زور دے کر کہا کہ شعرو ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے ۔ میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالا ستیعاب پڑھا ہے ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے ۔ مولانا کے بعض اشعار میں نعت مصطفوی میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلی معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔

نیاز فتح پوری صاحب نے اس دوران فرمایا کہ مولانا حسرت موہانی مرحوم بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح و معترف تھے۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شے قدر مشترک تھی اور وہ غوث الاعظم کی ذات والا صفات ہے۔ جن سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے۔

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

نیاز فتح پوری صاحب نے کہا کہ ابتدائی زمانے میں مجھے عربی شاعری سے بھی ذوق تھا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی طالب علمی کے دور میں دارلعلوم کے کتب خانہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا ایک طویل عربی قصیدہ پڑھا تھا جو "آمال الابرار" کے نام سے کتابی شکل میں مطبوع ہے۔ یہ قصیدہ مشہور ناقد پروفیسر کلیم احمد کے دادا حکیم عبدالحمید پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کے جواب میں مولانا بریلوی نے لکھا تھا۔ میں نے مولانا بریلوی کا وہ رسالہ بھی دیکھا ہے جس میں مولانا بریلوی نے پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کی عربیت' دینیت' اور فصاحت پر اعتراض فرمائے ہیں اور یہ حق ہے کہ مولانا کی نگاہ عروض' محاورات' اس کے دقائق اور نکات فن پر بھی گہری تھی' ضرورت ہے کہ مولانا کا سارا عربی کلام اس تنقیدی رسالے کے ساتھ شائع کر دیا جائے ۔ اس گفتگو کے دوسرے روز نیاز فتح پوری صاحب نے مجھے اپنی معیت میں لے جا کر رضا لائبریری رام پور میں (آمال الابرار) نکلوا کر دکھایا جس کی میں نے اسی زمانے میں نقل کرلی تھی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا عربی کلام مجھے کن کن ذرائع سے حاصل ہوا اور مجھے اس سلسلہ میں کن کن مشکلات سے سابقہ پڑا وہ خود ایک تفصیل طلب مضمون ہے جسے کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔

اس وقت مجھے صرف گیارہ عربی اشعار کا ایک قطعہ تاریخ وفات پیش کرنا ہے یہ اشعار سابق ریاست حیدر آباد دکن کے مشہور واعظ مفسر قران' محدث و فقیہ اور متکلم اسلام حضرت مولانا سید محمد عمر حنبلی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر کہا تھا۔ ان اشعار کو خاکسار راقم نے اپنی کتاب تذکرہ علمائے اہلسنت میں حضرت حیدر آبادی کے ذکر جمیل میں بھی شامل کر دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ اہلسنت علماء و مشائخ کا جو احترام و اکرام ملحوظ رکھتے تھے اس کا اس دور بے قدری میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے خدمت اسلام کے لئے اجتماعی کوششوں کو ہمیشہ سراہا۔ اہل خانقاہ مشائخ اور اہل مدرسہ علماء کے نام اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے جو صحائف خاکسار راقم کے خزائن علمیہ میں موجود ہیں وہ اکرام و احترام اور خدمت دین کے لئے مشائخ و علماء کو برانگیختہ کرنے کے لئے پرسوز الفاظ اور متجسانہ انداز بیان سے لبریز ہیں۔ مرکزی دارلعلوم اہلسنت بریلی کن حالات میں قائم ہوا اس کی تھوڑی سی تفصیل خاکسار تذکرہ علمائے اہلسنت میں لکھ چکا ہے۔ تفصیلی حالات' تاسیس کا جشن' اعلیٰ حضرت کا درس بخاری کے افتتاح کے لئے قدم رنجہ فرمائی ۔ حضرت اقدس ملک العلماء علامہ محمد ظفرالدین بہاری سابق شیخ الجامعتہ الاسلامیہ شمس الہدی پٹنہ مولف "جامع الرضوی المعروف صحیح البہاری" کی سوانح میں خاکسار تحریر کر چکا ہے تفصیل کے لئے اسے ملاحظہ کیا جائے۔

یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ اجتماعی طور پر فروغ دین کی خاطر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے اپنا یہ دستور بنا لیا تھا کہ مرکزی دارالعلوم اہل سنت کے سالانہ جلسہ جشن دستار فضیلت کے لئے کسی ممتاز شیخ طریقت کو دعوت دے کر بلاتے اور انہیں کے دست مبارک سے دستار بندی کی رسم سعید انجام لاتے۔ ۱۳۲۴ھ کے پہلے جلسہ دستار بندی کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے چشتی مشرب کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم احمد عبدالحق شیخ العالم ردولوی قدس سرہ کے دربار میں سجادہ نشین حضرت شاہجہان احمد قدس سرہ کو خصوصی دعوت نامہ بھیج کر بلایا اور اکابر علمائے فرنگی محل بدایوں' رام پور' پیلی بھیت کی موجودگی میں ان کے دست مبارک سے حضرت استاذ ملک العلماء علامہ ظفرالدین بہاری اور مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی قدس سرہ کی دستار بندی کرائی۔

مرکزی دارالعلوم اہلسنت بریلی کا چوتھا سالانہ جلسہ بھی بہت ہی عظیم الشان پیمانے پر منعقد ہوا۔ امسال اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے جشن کی زینت کے لئے حضرت شیخ المشائخ مولانا سید محمد عمر حنبلی قادری حیدر آبادی کو مدعو فرمایا جس کی تفصیل حضرت حیدر آبادی کی سوانح حیات سے نقل کی جاتی ہے۔

عاشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی نے اپنے مدرسہ کے چوتھے سالانہ جلسے میں حضرت کو بریلی شریف آنے کی دعوت دی۔ حضرت نے عدیم الفر کے عذر سے معافی چاہی اور جواب لکھ دیا گیا۔ آخر میں مولانا احمد رضا خاں نے نہایت اصرار سے پھر لکھا کہ اس فقیر کو حضرت سے ملنے کی بہت آرزو ہے یہ ایک دینی جلسہ ہے براہ کرم زحمت گوارا فرما کر ممنون فرمایا جائے امید ہے کہ فقیر کے عریضے کا جواب بلحاظ کرمہائے غوثیہ کبھی نفی میں نہ آئے گا۔

اس خط کے ملاحظہ کے بعد حضرت نے تھوڑی دیر آنکھیں بند فرمالیں اور مراقب ہو گئے۔ اس کے بعد مسکراتے ہوئے اپنے بعض خادموں سے جو وہاں موجود تھے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان نے صرف ہم کو ہی نہیں لکھا' بلکہ دربار غوثیہ سے بھی ہماری طلبی کی اجازت حاصل کرلی ہے۔ اس لئے اب شرکت ضروری ہے۔ فوراً بریلی جانے کے انتظامات شروع ہو گئے جن حضرات کو رفاقت و ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا ان میں سے قابل ذکر حضرت مولوی حکیم رکن الدین احمد صاحب' مولانا سید عبد الجبار صاحب' قادری اور حاجی اسلم صاحب باشمیل وغیرہ ہیں۔

بلدیہ حیدر آباد سے بماہ رجب ۱۳۲۷ھ روانگی عمل میں آئی اور تین روز کے بعد بانس بریلی پہنچے۔ مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب نے معہ احباب اسٹیشن پر نہایت محبت و گرم جوشی سے پرتپاک استقبال کیا۔ اپنے ہمراہ مکان لے آئے۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے معانقہ کیا اور حضرت کا دست مبارک اپنے قلب پر رکھ لیا اور دیر تک "اے گل زتو خرسندم تو بوئے کسے داری" فرماتے رہے "تو بوئے کسے داری" کی تکرار اس قدر فرمائی کہ خود بھی بے خود ہو گئے او حاضرین پر عجیب کیفیت طاری رہی۔ جب ذرا افاقہ ہوا' اسٹیشن پر حاضر نہ ہونے کی معافی چاہی کہ درد سر اور بخار کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہا۔

دوسرے روز قریب دس بجے کے مولانا حامد رضا خان کی معیت میں جلسہ گاہ تشریف لے گئے۔ یہاں ایک مجمع کثیر تھا۔ بعض علماء بہت دور دور سے شرکت جلسہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرت کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ مدرسہ کی روداد اور تقاریر کے بعد حضرت نے خطبۂ صدارت پڑھا۔ سامعین اور علمائے کرام بہت متاثر اور مسرور ہوئے۔ دوسرے روز بھی واعظ ہوا۔ ہر جگہ ان مواعظ پر گفتگو اور چرچے ہونے لگے۔ خود حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت کے وعظ کی بہت تعریف سنی ہے کل سے فقیر بھی ضرور حاضر رہے گا۔ چنانچہ اس کے بعد سے ہر وعظ سے حضرت موصوف برابر شرکت فرماتے رہتے اور فرماتے کہ علم و فضل و ہدایت اس کو کہتے ہیں' جب تک حضرت کی مجلس میں حاضر رہتا ہوں'

فیوضات غوثیہ ہدایتہٗ محسوس کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپ کی وجہ سے فیضان سرکار غوثیہ ایک خاص طور پر ہم سب پر جاری و ساری رہتا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ مولانا سید محمد عمر حنبلی قادری علیہ الرحمتہ کا وصال پرملال ۲۹ صفرا لمظفر روز جمعہ ۱۳۳۰ھ کو حیدر آباد دکن میں ہوا۔ حضرت مولانا انوار اللہ خان صاحب مرحوم وزیر امور مذہبی ریاست حیدر آباد دکن اور دوسرے اکابر مشائخ حیدر آباد نے ان کی وفات کو ملت اسلامیہ کا نقصان عظیم قرار دیا' صاحب اقتدار و اختیار حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر قادری عثمانی خلف اکبر مولانا شاہ عبدالقادر بدایوانی نے اپنے تعزیتی خط بنام حضرت مولانا سید بادشاہ حسینی خلف و جانشین حضرت شیخ المشائخ میں تحریر فرمایا "اپنے وقت کے تعجب نہیں کہ قطب بلکہ غوث ہوں" اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے تحریر فرمایا "کوئی شبہ نہیں کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے غوث و قطب تھے اور ذیل کے یہ گیارہ اشعار بھی موزوں فرمائے جو حضرت شیخ المشائخ کے اوصاف و خصوصیات کے بھی حامل ہیں۔

مولانا محمد عمر حنبلی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے قطعہ وفات کے گیارہ اشعار:۔

الاسقی الله قبرا صوب غادیتہ
وجاد بالجود جودا و هو همار

اللہ عم نوالہ مرحوم کی قبر کو صبح کے ابر کی بارش سے سیراب فرمائے اور اپنے فیض کی تیز بارش سے خوب شاداب فرمائے کیونکہ مرحوم بھی بہت داد ودہش کرنے والے تھے۔

قبرا ثوی ثبواب الله فیہ عمر
معمور نور الهدی للدین عمار

وہ قبر جس میں اللہ کے عطاکردہ اجر عظیم کے ساتھ متوفی عمر مدفون ہیں' وہ ہدایت کے نور سے معمور آباد ہے اور دین کے لئے صاحب وقار ہے۔

عبد بغوث البرا یا سید سند
بالغوث مغترف بالغیب مدرار

مخلوق کی اعانت کی وجہ سے مرحوم مخلوق کے سردار اور سہارا تھے وہ پے در پے مدد کرنے والے اور اپنی روشن ضمیری کے باعث بکثرت غیب کی باتیں بتانے والے تھے۔

باللطف معتصم بالراف مبتسم
بالعرف متسم بالعرف معطار

مرحوم لطف و کرم پر سختی سے عمل کرنے والے خندہ پیشانی کے ساتھ عنایت سے پیش آنے

والے، بھلائی کر کے شاداں اور فرحاں ہونے والے اور خوشبو سے مہکنے والے یا صبر میں بلند مرتبہ تھے۔

سر اسرلہ فی السر اسرار
بر ابر لہ فی البر ابرار

وہ ایک ایسا اہم راز ہے جس کے باطن میں کئی راز پوشیدہ ہیں۔ وہ ایک ایسی بھلائی ہیں کہ بھلائی کے لئے میدان میں ان کے متعدد تربیت یافتہ افراد موجود ہیں۔

ربح لاہلہ ھدی حرب لاھل رَدیٰ
بحر لسیل ندی حبر بل احبار

ہدایت والوں کے لئے نفع اور ہلاکت والوں کے لئے جنگ کرنے والے ہیں سیلاب سخاوت کے سمندر اور جید عالم بلکہ مجموعہ علماء ہیں۔

علم وحلم وسلم فی تقی و نقی
سیادۃ مسودد فضل و ایثار

مرحوم علم، حلم، صلح، تقوی، خلوص، سیادت، بزرگی، فضل، اور ایثار کی خوبیوں کے مالک تھے۔

بقدرت اللہ تمت قادریتہ
فزادھا القدر والمقدر اقدار

قدرت الٰہی سے ان کی نسبت قادریت کامل اور ان کے مرتبہ اور مقدار میں اضافہ ہوا۔

وعادحبہ حب الحب فی خلدہ
لجنتہ الخلد ازھار و انوار

وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کے محبوب ہیں جو جنت میں تشریف لے گئے اور جنت خلد کے پھول اور کلیاں ہیں۔

حماہ عن کل ضیر من یقال لہ
حامی الحقیقۃ نفاع و ضرار

ہر ضرر سے مرحوم کو وہ ذات پناہ میں رکھے جس کا خاصہ قابل حفاظت اشیا کی حفاظت ہے اور وہ نفع وضرر کا حقیقی مالک ہے۔(یعنی خداوند عالم)

قالرضا اسفا فی علم فرقتہ
محمد عمر الفاروق شطار

------۱۳۳۰ھ

مرحوم کے سال وفات پر رضا غم کے ساتھ گویا ہوا۔ محمد عمر غلط اور صحیح میں تمیز کرنے والے اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والے منصف تھے۔

جناب محمد عبد السلام ہمدانی نے ہمدانی منزل کڑہ گربا سنگھ امرتسر سے چہار شنبہ ۱۱ ذ۔عقدہ ۱۳۳۸ھ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس خط لکھا کہ حضرت مولانا حافظ پیر محمد عبدالغنی صاحب ۱۴ شوال کو رحلت فرما گئے ہیں۔ ایک قطعہ تاریخ وفات تصنیف فرما کر برائے عنایت و مہربانی میرے نام روانہ فرمادیں تاکہ وہی قطعہ تاریخ آپ کے مزار پر لکھا جائے۔

۱۹ ۔ ذی العقدہ بروز جمعہ کو یہ خط آیا اور اس دن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کو شدید درد تھا نصف شب کو وقت سکون میں یہ تاریخ و اشعار خیال میں آئے اور صبح روانہ کئے۔

(ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذی قعدہ صفحہ ۳' ۱۳۳۸ھ)

تاریخ وفات

الموت حق بله من جاء
متهانس والنلس فی انساء

"موت حق ہے عجب اس آنے والے سے جو یقینی ہے اور لوگ اس سے بھلا وے میں ہیں"۔

انسلهم الانسله فی اجلهم
مع ملهرون من .ٮه بولاء

" ان کی موت میں ڈھیل نے انہیں بھلایا' حالانکہ پے درپے اس کی نشانیاں دیکھ رہے ہیں۔"

النقص من اموالهم وثملرهم
والاخذ بلبلساء والضراء

"ان کے مالوں اور پھلوں میں کمی! اور سختی و آواز کی گرفت۔"

عجبا لخالفته خفت مخلفته
وبلت من الحضراء والغبراء

"عجب اس نہاں یا عیاں سے کہ پوشیدہ رہی۔حالانکہ آسمان اور زمین سے ظاہر ہو رہی ہے"۔

الطفل شب و شاب ہو کما بدا

یلهو و یلعب ناسیا لقضاء

"بچہ جوان ہوا بوڑھا ہوا اور روز اول کی طرح کھیل کود میں ہے قضا کو بھولا ہوا۔"

عبدالغنی مضیت حین قضیت

الخبک من نکایته فتنته الخبثاء

"اے عبدالغنی تم اس وقت گئے جب اپنی منت' فتنہ جنیثاں کو زخم پہنچانے کی پوری کر چکے۔"

قد کنت صاعقته علی نجدیهم

ورزیته المرزا مع المرزائی

"تم وہابیوں پر بجلی تھے' اور مرزا اور مرزائی پر مصیبت۔"

بنداء رسول الله فزبشفاعته

وجزاء رب العرش خیر جزاء

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل سے شفاعت پاؤ' اور مالک عرش کی جزا سب سے بہتر جزاء۔"

یا مالک الناس النبی المصطفی

اشفع لعبدک دافعا لبلاء

"اے تمام آدمیوں کے مالک نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بندے کی شفاعت فرمانے دفع بلا کرتے ہوئے۔"

رقم الرضا تاریخه متفاء لا

عبد الغنی بجنته علیاء

"رضا نے فال کے طور پر اس کی تاریخ لکھی' عبدالغنی بہشت بریں میں ہیں۔"

قصیدہ "آمال الابرار و آلام الاشرار" کے چند ابتدائی اور آخری اشعار۔

ھی الدنیا تبید ولا تفید

فاف لمن یرید و من یرید

"یہ دنیا ہی ہے جو ہلاک کرتی ہے اور فائدہ پہنچاتی ہے لہٰذا اس شخص پر افسوس ہے جو دنیا کا ارادہ کرے اور اس کو تلاش کرے۔"

نفوس الجهل تائقتہ الیھا

فملتمس وخر مستزید

"نادان لوگ دنیا کے شائق اور آرزومند ہوا کرتے ہیں تو ایک اسے ڈھونڈ رہا ہے اور دوسرا زیادتی کی فکر میں لگا ہوا ہے۔"

امسلم !عذ اللہ بوجہ منھم

فلان معازہ الرکین الشدید

اے مسلم! شریروں کے شر سے اللہ عزو جل کی پناہ میں آ۔ کیوں کہ اسی کی پناہ نہایت مضبوط سہارا اور محکم ستون ہے۔"

ولذ برسولہ فلیاذہ الحق

وعا ھدہ من اللہ العھود

"اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لے کیونکہ ان کی پناہ حق و درست ہے اور ان کی پناہ سے اللہ کے وعدے مربوط اور وابستہ ہیں۔"

علی المولی من الاعلی صلوۃ

تفیض فتستفیض بھا العبید

"ہمارے آقا سرور کون و مکان پر رب اعلیٰ کی ایسی رحمت کا فیضان ہو کہ جس سے ہم سب ان کے غلام فیضیاب ہوں۔"

صلواۃ لاتحد ولا تعد

لاتفنی و ان فنیت ابود

"آپ پر خدا کی ایسی رحمت نازل ہو جو بے حد وحساب ہو جو احاطہ عدد سے خارج ہو اور منقطع نہ ہو اگرچہ طویل زمانے فنا ہو جائیں۔"

سلام لایمن و لایملنی

ولا یبلی متی بلیت عھدد

"آپ پر ختم نہ ہونے والا اور موخر نہ ہونے والا خدا کا سلام ہو اور جب زمانے پرانے ہوں تو اس میں کہنہ پن نہ پایا جائے۔"

رسول اللہ !انت لنا الرجاء

و فضلک واسع زجداک جود

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہماری امیدوں کے مرکز ہیں۔ آپ کا فضل و کرم وسیع ہے اور آپ کی سخاوت حقیقی سخاوت ہے۔"

امام احمد رضا کی عربی شاعری

از پروفیسر محمود حسین بریلوی (انڈیا)
(استاد بریلی کالج)

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت کا سلسلہ یہاں مسلمان فاتحین کی آمد ہی سے شروع ہو چکا تھا' ایسے ایسے جید علماء و دانشور پیدا ہوئے جنہوں نے ایسی خدمات انجام دیں جس کے سبب یہ اعتراف کیا جانے لگا کہ "قرآن اترا عربوں میں' پڑھا مصریوں نے' سمجھا ہندیوں نے۔"

اس مقولہ کی صداقت کہاں تک ہے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا البتہ اتنا مسلم ہے' لسان الفردوس عربی مبین میں نازل شدہ قرآن مجید مقدس کی تشریح و توجیہ جتنی ہندوستان میں کی گئی شاید اور کہیں نہیں کی گئی۔

ہندوستان کے ہر عہد حکومت میں کچھ نہ کچھ ایسے علماء رہے جن کی عبقریت دانشوروں کے درمیان مسلم رہی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ ' حضرت شاہ عبدالحق دہلوی ۹۹۹ھ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۲۳۹ھ 'علیہم الرحمتہ والرضوان' یہ وہ نابغہ روزگار شخصیات میں جن کی علمی خوبیوں اور کمالات کا خطبہ آج بھی پڑھا جارہا ہے' اس کے علاوہ علماء فرنگی محل' علماء بدایوں' علماء خیرآباد' علماء بلگرام اور علماء بریلی نے عربی زبان و ادب اور دیگر علوم فنون میں جو خدمت انجام دی ہیں وہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک زریں باب کا درجہ رکھتی ہیں۔

جن اصحاب شعر و سخن نے عربی زبان و ادب کو بطور خاص اپنی دلچسپی کا میدان قرار دیا اور اپنی صلاحیتیں صرف کرکے افکار و خیالات ضبط تحریر میں لائے ان کی بھی ایک لمبی فہرست ہے' جن میں بطور خاص شیخ سعد بن سلیمان لاہوری (متوفی ۵۱۵ھ)' قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین دہلوی' متوفی ۷۹۱ھ حضرت امیر خسرو' شاہ عبدالرحیم دہلوی' سید عبدالجلیل بلگرامی' شیخ عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی' شیخ رفیع الدین بن ولی اللہ دہلوی' مولانا عبدالقادر بدایونی ۱۳۱۹ھ' علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء وغیرہ کا نام نامی اسم گرامی لیا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی چودھویں صدی ہجری کی وہ مسلم الثبوت بے مثال شخصیت ہیں جس کی پوری صدی میں کوئی مثال زندگی کے کسی گوشہ اور شعبہ میں نہیں ملتی عربی زبان و ادب کو ان کے زبان

و قلم سے جو جلا ملی ہے اس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کر سکتا' ہندوستان کی تاریخ میں امام احمد رضا کے سوا کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کی نظر تمام علوم و فنون پر یکساں محیط ہو' مذکورہ شخصیات کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ کسی نے حدیث کے ذریعہ عربی زبان و ادب کی خدمت کی' کسی نے سیاسی طور پر اسے استعمال کیا' کسی نے اس زبان کو سوانحی انداز میں پیش کیا' کسی نے اس صلاحیت کا اظہار شاعرانہ لب و لہجہ میں کیا اور کسی نے اسے تحقیق کا معیار بخشا اور اس حیثیت سے یہ حضرات عربی زبان کے ماہرین میں تسلیم کئے گئے۔ مگر اس کے برعکس جب ہم مولانا احمد رضا خان کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں' اور ان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو بیک وقت ساٹھ علوم میں ان کی مہارت تسلیم کی جاتی ہے' اور چھوٹی بڑی ہزار تصانیف میں عربی' فارسی اور اردو کے جامہ میں ان علوم سے متعلق افکار و خیالات ملبوس نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا عربی زبان و ادب میں مہارت صرف نثر نگاری کی حد تک نہ تھی بلکہ وہ اسی زبان کے ایک زبردست قادر الکلام شاعر بھی تھے جس برجستگی کے ساتھ آپ نے فارسی اور اردو میں شاعری کی ہے وہی برجستگی ان کی عربی شاعری میں پائی جاتی ہے' تلمیحات کا استعمال' محاورات استعارات کی بندش نظر کلام میں جس حسن و خوبصورتی کے ساتھ آپ نے کی ہے اس کی مثال عرب شعراء کے یہاں بھی مشکل سے ملتی ہے۔

امام احمد رضا کے یہاں آورد نہیں بلکہ آمد تھی ایک ایک نشست میں سینکڑوں اشعار کہہ دینا ان کے نزدیک معمولی سی بات تھی۔ امام احمد رضا کے اس پہلو پر ہند و پاک دانشوروں نے ضرور قلم اٹھایا مگر سیر حاصل بحث نہیں کی' راقم السطور نے ایم فل کے مقالہ میں قارئین کی تشنگی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

رضا بریلی کی شاعری کا احاطہ تو ناممکن سی بات ہے اس لئے کہ ان کا تمام قلمی سرمایہ ایک جگہ محفوظ نہیں تلاش بسیار کے بعد ان کی جن عربی اشعار تک رسائی ہو سکی ہے ان کی تعداد ۱۱۴۸ ہے جبکہ کتب سوانح میں ان کی مزید اشعار سے متعلق حوالے ملتے ہیں۔

امام احمد رضا کا دل عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمندر تھا جس میں درد و غم کی نہ جانے کتنی لہریں تھیں مگر حضرت رضا نے اس کا اظہار قرآن و حدیث کے دائرے میں رہ کر کیا ہے۔

امام احمد رضا صنف شاعری کے خود ہی استاد و شاگرد تھے انہوں نے اس سلسلہ میں کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا جبکہ اس زمانے میں اردو کے چوٹی کے شعراء میدان شعر سخن میں اپنی اپنی ریاست تسلیم کرا چکے تھے' مولانا کی اپنی جداگانہ حیثیت تھی' اور انفرادیت کے ساتھ اپنے مخصوص لب و لہجہ میں عشق و محبت میں ڈوبا ہوا کلام لکھتے رہے ان کا یہ انداز اردو شاعری تک محدود نہیں بلکہ عربی و فارسی میں بھی وہی برجستگی' الفاظ کی بندش' روانی اور شگفتگی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

حضرت رضا کا کلام تصنع سے پاک و صاف ہے' آپ کو عربی زبان پر کتنا ملکہ تھا' اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اردو' ہندی اور فارسی کلام کے ضمن میں عربی جملوں اور عربی اشعار کا استعمال بڑی خوبصورتی سے کیا ہے' اگر آپ کے معاصر ارباب ادب کے شاعرانہ تخیل کا جائزہ لیا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا ملے جس کی شاعری میں عربی' فارسی' اردو اور ہندی کے اشعار یکجا حسن و خوبصورتی کے ساتھ منظم ملیں۔

مولانا بریلوی نے اس صنف خاص پر طبع آزمائی کی اور چاروں زبانوں پر مشتمل بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسا اچھوتا نذرانہ پیش کیا جس کی نظیر دنیا کے کسی شاعر کے یہاں نہیں ملتی' اُن کی یہ نعت بھرپور غنائیت کے ساتھ ارباب ذوق و شوق بڑے مزے لے لے کر پڑھتے اور گنگناتے ہیں۔

امام احمد رضا کی عربی شاعری کا لب و لہجہ بالکل اسلامی رنگوں میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے جس کی انفرادیت اپنی جگہ مسلم ہوتی ہے سوز و گداز' فصاحت و بلاغت' جذب و کشش ہونے کے ساتھ ساتھ شرعی اصول و ضوابط کی کسوٹی پر کسا ہوتا ہے' چونکہ ان کی شاعری قرآن و حدیث کی روشنی میں ہوتی ہے اس لئے شاعرانہ تخیلات کے بے راہ رویوں سے کوسوں دور ہوتے ہیں اس کا اعتراف انہوں نے خود اپنے کلام میں کیا ہے۔(۱)

استاد محترم علامہ ڈاکٹر حامد علی خاں (سابق ریڈر شعبہ عربی' مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "آپ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی نعت گوئی آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہے حضور نبی ہاشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند و برتر تھی بلکہ والہانہ عقیدت اور حقیقی جانثاری تھی"۔(۲)

امام احمد رضا کی عربی شاعری خالص عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر تھی' کلام کے ہر ہر نقطہ سے محبت رسول صلی اللہ وآلہ وسلم کا سوتا ابلتا ہوا دکھائی دیتا ہے' اور اسی کو اپنی زندگی کا حاصل اور معراج کمال تصور کرتے ہیں' نعتیہ شاعری میں جذبات عشق و محبت رسول صلی اللہ وآلہ وسلم لفظ لفظ میں انسانی خون کی طرح دوڑ رہا ہے جس کے سبب ان کی شاعری منفرد دکھائی دیتی ہے۔

امام احمد رضا نے شاعری کے ان تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے' جس پر اس زمانے کے شعراء اپنی اپنی صلاحیتیں صرف کرتے رہے۔ حمد ہو یا نعت' قصیدہ ہو یا مرثیہ' غزل ہو یا رباعی اور قطعات جیسے اصناف پر ان کی شاعری کا بیشتر حصہ شامل ہے نمونے کے طور پر ذیل میں مختلف اصناف سخن سے اشعار درج کئے جارہے ہیں جن سے امام احمد رضا کی شعری صلاحیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نعت:۔ امام احمد رضا کی نعت گوئی میں عشق رسول صلی اللہ ﷺ وآلہ وسلم بدرجہ اتم ہے' یہی وجہ ہے کہ وہ عشق الفاظ کا لبادہ اوڑھ کر نوک قلم پر ظاہر ہوتا ہے۔

کل خیر من عطاء المصطفی
صلی علیہ اللہ من یصطفی
اللہ یعطی و الحبیب القاسم
صلی علیہ القادۃ الا کارم (۳)

اسی طرح امام احمد رضا خاں، رحمت عالم سے نصرت کی درخواست کرتے ہوئے رطب للسان ہیں۔

رسول اللہ انت بعثت فینا
کریما رحمتہ حضا حصینا
تخوفنی العدیٰ کید التینا
اجرنی یا امان الخائفینا (۴)

قصیدہ

حضرت رضا نے اس فن میں بھی طبع آزمائی فرمائی اور طویل قصائد تحریر فرمائے، ان قصائد میں **امال الابرار و الام الاشرار ۱۳۱۸ھ** ایک اہم شاہکار ہے۔ اس میں ممدوح نے مقاصد دنیا، آخرت کی چاہت، ندوہ کی قباحت، جلسہ اہلسنت (منعقدہ عظیم آباد) کی ستائش اور فساد کا اہم ذکر ہے۔

اسی طرح حضرت رضا نے **قصیدتان رائعتان** نامی دو قصیدے ۳۱۳ اشعار پر مشتمل اصحاب بدر کی مناسبت سے شاہ فضل رسول بدایونی کی تعریف و توصیف میں کہے جو عربی ادب کا عدیم المثال نمونہ ہیں۔

درجہ ذیل قصیدہ **امال الابرار و الام الاشرار ۱۳۱۸ھ)** کے چند ابتدائی اشعار درج کئے جارہے ہیں جس سے صنف شاعری میں ان کی بالغ نظری، بالادستی اور فن میں تبحر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ھی الدنیا تبدو لا تفید
فاف لمن یرید و من یرود
نفوس الجھل تائقتہ الیھا
فملتمس و اخر مستزید
ولم امر مثل طالبھا عبیسا
ولا کبشا لمنجعہ اقود (۵)
یباری جھلہ وان استطاع
تفلت و ھو عن کلی شرود

وذاالمسیکن بعد نحوموته
بلا رجلہ و یحقد من یجید (۶)

مرثیہ

مولانا احمد رضا خاں نے مرثیہ جیسی اہم صنف سخن پر طبع ازمائی کی ہے انہوں نے مرثیہ میں متوفی کے فضائل و کمالات کا ذکر جس پیرائے میں بیان کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے' انکی اس صنف شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مرثیہ نگاری کے علاوہ کسی اور صنف سخن پر طبع نہیں کی ان کا سارا فنی رجحان اسی طرف مرکوز رہا ہے مگر ایسا نہیں یہ ان کی اس فن میں کامل مہارت کا نتیجہ ہے' درج ذیل اشعار جس کے شاہد ہیں:

بلی لیل ذی مصم طویل و سیما
مصموم علی اهلی مهالمَ جلت
الاکل رزء فی دنیاک منته
و کل محاق مسفرعن اهلته
شمال عبید الله جلت جلیلته
و شمیل والتلوصلت
قضی نحبته قوم نخب و منتظر
نرجی و نحتنی من مشرور اظلت (۷)

امام احمد رضا نے جہاں حمد' نعت' مرثیہ اور قصیدہ میں طبع آزمائی کی تو اسی کے ساتھ ساتھ معاصر علماء کی علمی کتابوں پر نظم و نثر دونوں میں عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تقریظیں لکھیں جن سے ان کی عربی زبان و ادب میں دسترس کا پتہ چلتا ہے۔

ذیل میں صرف ایک کتاب کی تقریظ پیش کی جارہی ہے جس سے رضا بریلوی کی عربیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سراج العوارف فی الوصایا والمعارف

یہ میاں صاحب قادری کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے جس کی اشاعت وکٹوریہ پریس بدایوں سے ۱۳۱۳ھ میں ہوئی۔

فاضل بریلوی نے اس کتاب پر تقریظ کے گیارہ اشعار تحریر کئے جن میں سے چند یہ ہیں۔

لہاسیدی یا ابن عز عظارف
ویا احمد النور نور الاعارب
کلامک نور بهاء السلاسل
وشهد مصفی عن الذبة عارف

وتحقیق ترویج کشف القلوب
دلیل الیقین سراج العوارف
ولاغرد وان جاء منک سراج
فانک نوری نادی المعارف
ارناسراجک یا اللیل شمشا
وشمش بلیل عجیب و طارف
فھل مثلہ فی تلید و طارف
واین فاین تراہ الطوارف (۸)

امام احمد رضا کو اس طرح شعر و سخن میں ایسا ملکہ تھا کہ وہ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کو شاعری کی زبان میں بیان کرنے پر اعلیٰ قدرت رکھتے تھے ان کے یہاں خاص بات یہ تھی کہ جو جس انداز سے مخاطب ہوتا اسی لب و لہجہ میں اس کا منہ توڑ جواب دیتے اس طرح انہوں نے فتویٰ نگاری جیسی اہم علمی مبحث میں شعر و سخن سے کام لیا ہے اگر سائل نے سوالات کی بوچھاڑ شاعری کی زبان میں کی ہے تو علامہ رضا نے اسی لہجہ اور اسی زبان میں سائل کا جواب دے کر اس کے دل کو مطمئن کیا ہے' یہ ایک ایسی چیز ہے جو کسی مفتی کے یہاں دیکھنے میں کم ملتی ہے' مگر ایسی وافر مثالیں ان کے فتاویٰ میں جابجا دیکھی جاسکتی ہیں(۹)

امام احمد رضا کی شاعری میں اس طرح دیگر متفرق اشعار بھی مل جاتے ہیں جو شعر و سخن کے ان شعری مصطلحات سے وابستہ ہیں جس کی بذات خود ایک اہمیت ہے اور ایسی اصطلاحوں کے پس منظر میں بڑے بڑے معرکۃ اشعار ہیں جس طرح ذیل کا یہ شعر جس کا تعلق تجاہل عارفانہ سے ہے۔

تجاہل عارفانہ

فان کنت لاتدری فتک مصیبتہ
وان کنت لاتدری فالمصیبتہ اعظم (۱۰)

درج ذیل میں یہ شعر بھی کم اہمیت کا حامل نہیں دلچسپی طبع کے سبب یہاں اسے درج کیا جارہا ہے اگرچہ اس کا تعلق تجاہل عارفانہ سے نہیں ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا (۱۱)

عربی شاعری مہارت تامہ ہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف اصناف سخن میں انہوں نے اس فن کے جوہر بکھیرے ہیں علمی کتابوں پر تقاریظ فتاوی کی حسن ترتیب اور قصیدوں کے حسن بندش کے ساتھ ساتھ ولایت سے لیکر وفات تک کی تاریخیں بھی شاعری کے لب و لہجہ میں اس خوبصورتی کے ساتھ استخراج کی ہیں جس سے فن شاعری کے نجور اور زیر و بم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا ہے۔

صرف انہوں نے تاریخی قطعات ہی نہیں کہی ہیں بلکہ جتنی ادق اور مشکل صنعتیں ہو سکتی تھیں سب پر انہوں نے طبع آزمائی کر کے اپنی شاعرانہ شاہکار کا اظہار کیا ہے' ذیل میں جستہ جستہ کچھ مثالوں سے ان کی اس فن پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

توشیح

یہ صنعت نہایت اہم ہے' امام احمد رضا کے عہد میں اس کی کوئی مثال دستیاب نہیں ہوتی ہے' مگر رضا بریلوی نے پیر و مرشد شاہ آل رسول مارہروی ۱۲۹۶ھ کی تواریخ وفات اس اہم صنعت سے نکالی ہے۔

خذالتاریخ فی التوشیح نظما

یلوح کانہ البدر المنیر

وخذ من کل قطر مثل سطر

۹۶ .... ۱۲ھ

تکن مساولیس لہ نظیر

۹۶ .... ۱۲ھ

ولی طاہر بر امام

وصول طیب بدر امیر

وحید طالع بحراماں

ودود طالب بذل اجیر

۹۶ .... (۱۲)

اسی طرح امام احمد رضا خان نے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی تاریخ ولادت صنعت ترصیع سے نکالی ہے۔

صنعت ترصیع

صو اجل محقق الافاضل

۴۶ .... ۱۲ھ

شہاب الملقین الاماثل

۴۶ .... ۱۲ھ

قمر فی برج الشرف

۴۶ .... ۱۲ھ

بدی من الخسوف و الکلف

۴۶ .... ۱۲ھ

افضل	سباق	العلماء	
۴۶	....	۱۳۱۲ھ	
اقدم	حناق	العلماء	
۴۶	....	۱۳۱۲ھ	(۱۳)

امام احمد رضا نے اس طرح متعدد علماء کرام کی تاریخ وفات استخراج کی ہیں جن کی ایک لمبی فہرست ہے۔

●●●●

حواشی

(۱) معارف رضا۔ کراچی۔ ۱۹۸۹ء۔ ص ۲۱۲

(۲) ماہنامہ قاری (دہلی)' امام احمد رضا نمبر: ۱۹۸۹ء ص ۴۳۵

(۳) احمد رضا خاں۔ امام: حدائق بخشش (موسوم بہ حصہ سوم) مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص ۸۱۔ ۸۲

(۴) ایضاً ص ۸۱

(۵) اس کا قلمی نسخہ پروفیسر مختار الدین آرزو صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ راقم نے ریسرچ کے دوران خود ملاحظہ کیا ہے۔ (محمود حسین)

(۶) احمد رضا خاں۔ امام: آمال الابرار و الام الاشرار (۱۳۱۸ھ) مطبع حنفیہ عظیم آباد ص ۲

(۷) ظفر الدین بہاری۔ مولانا: حیات اعلیٰ حضرت مطبوعہ نو محلہ مسجد بریلی ص ۱۴۵۔ ۱۴۶

(۸) میاں صاحب قادری: سراج العفوارف فی الوصایا و المعارف (۱۳۱۳ھ)' وکٹوریہ پریس بدایوں۔ ص ۱۲۳۔ ۱۲۴

(۹) احمد رضا خاں ۔ امام : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۳۲۴ھ ر ۱۹۰۴ء حصہ دوم مطبوعہ سنبھل ص ۹۵۔ ۹۶

(۱۰) احمد رضا خاں۔ امام: سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ) مطبع اہل سنت بریلی ص ۹۳

(۱۱) ایضاً ص ۹۹

(۱۲) احمد رضا خاں۔ امام: حدائق بخشش (موسوم بہ حصہ سوم) ص ۸۷

(۱۳) ایضاً ص ۸۶

کلامِ رضا اور علومِ ریاضی

از عبدالنعیم عزیزی بلرام پوری علیگ، ریسرچ اسکالر اودھ یونیورسٹی

ادب کو سماج کا آئینہ بھی کہا گیا ہے اور کوئی بھی ادیب یا شاعر اپنے عہد کے ماحول اور اپنے گرد و پیش سے آنکھیں موند کر اچھے ادب کو جنم نہیں دے سکتا۔ آج کا دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے اور اس دور کے شاعر کا سائنس اور سائنسی ایجادات سے متاثر ہونا فطری ہے اور اس کا کسی سائنسی نظریہ یا نقطہ کو اپنے اشعار کے ذریعہ پیش کر دینا یا انہیں اشعار کے قالب میں ڈھال دینا اور ریاضی و سائنس کی اصطلاحات کو بطور تشبیہ و استعارہ یا علامت استعمال کر لینا کوئی تعجب کی بات نہیں اور نہ ہی یہ کوئی ادبی نقص یا ادبی جرم ہے ہاں یہ شاعر کی فن کاری ہے کہ وہ سائنسی نظریات یا اصطلاحات کو اپنی شاعری میں اس انداز سے پیش کرے کہ حسن شاعری ختم نہ ہونے پائے اور اس کے شعر بجائے شعر کے چیستاں اور معمہ بن جائیں۔

مشہور ماہر نفسیات و مفکر ہربرٹ اسپنسر تو سائنس کو شاعری مانتا ہے اور کہتا ہے کہ چونکہ ریاضی اور سائنس کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لیے سائنس ہر شے کو ریاضی کے اصولوں پر رکھتی ہے اور پھر بڑی جستجو و تحقیق کے بعد اس کی سچائی کی سند عطا کرتی ہے اور چونکہ سائنس سچائی کی ایک علامت اور نشان ہے اور سچائی حسن بھی ہے اس لئے سائنس بھی شاعری ہے کیونکہ یہ دونوں حسن ہیں اور سچائی ہیں۔

بہرحال ہربرٹ اسپنسر کی بات کو سچ تسلیم کریں یا نہ کریں یہ تو ماننا ہوگا کہ ہر بڑے ادیب اور شاعر کے لیے ادب و شعر اور لغت و زبان میں دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ دوسرے مروجہ علوم و فنون سے بھی واقفیت ہونی چاہیے اور اچھی بلکہ آفاقی شاعری کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں مختلف علوم و فنون کی جلوہ ریزیاں بھی ہوں۔

جدید ناقدین اور دانش ور اس بات کو مانتے ہیں کہ تنقید و تاریخ میں جن نقادوں نے سائنس کو سوچا سمجھا ہے اسے اپنایا ہے ان تحریر میں منطقی رنگ پیدا ہو گیا ہے اور ان کا استدلال قوی ہو گیا ہے۔

آل احمد سرور اسبات کا اعتراف کرتے ہیں کہ "سائنس نے مجھے خوبیوں اور خامیوں کو پرکھنا سکھایا ہے سائنس نے بنیادی اور جزوی باتوں میں فرق کرنا سکھایا"۔ آج کا دور تو سائنس کا دور ہے اور اس دور کا شاعر سائنسی ایجادات اور ان کی افادیت سے متاثر ہے۔

ایک شاعر معاشر ۔۔ پر سائنس اور ٹیکنالوجی کے اثر کو اپنی شاعری میں مضمون کے طور پر باندھتا ہے اور کہتا ہے۔

یہ کارخانوں کے دل کی دھڑکن
یہ گنگناتی ہوئی مشینیں
میرے تصرف میں سیل دریا
ہیں بجلیاں میری دسترس میں

ایک اور شاعر صدیق افغانی اس طرح کہتا ہے۔

چمکتی دھوپ میں رستوں کے پتھر توڑنے والو
سورج کی منجنیق سے شعلے برس پڑے

بہرحال ریاضی اور سائنس کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور ریاضی کے بغیر سفر سائنس شروع ہی نہیں ہو سکتا اس لیے شعرا نے سائنس کے ساتھ ساتھ ریاضی کو بھی شاعری میں جگہ دی ہے

اعجاز احمد صدیقی کے اشعار پڑھئے۔

نہیں ہے کوئی خط مستقیم اب ایسا
کہ جس پہ ڈھونڈ سکیں ان تمام نقطوں کو
کسی طرح جو خط مستقیم پر بھی نہیں
الگ الگ کوئی جن کا نہیں وجود و عدم

سائنس کی برکات نے دنیا کی تہذیب و تمدن کے فروغ میں بڑی مدد پہنچائی ہے ایٹمی توانائی بھی اسی کی برکات میں ایک ہے :

جاوید وششٹ کا یہ شعر ملاحظہ کریں۔

سمجھا ہے تو ذرے کو فقط ذرہ ناچیز!
چھوٹی سی یہ دنیا ہے جو سورج سے بڑی ہے

ایٹم ہی کے سلسلہ میں ایک جدید شاعر نعیم کا یہ شعر بھی دیکھیں۔

امیر چرخ کا احسان نہیں ہے مجھ پہ نعیم
مجھے ہے ناز کہ ذرہ سے آفتاب بنا

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' العزیز کے آخری زمانہ میں سائنس نے اپنا ایک معیاری مقام بنالیا تھا لیکن حضرت رضا نے سائنس کی ہر تھیوری اور اس کے نظریہ کو آنکھ بند کر کے نہیں قبول کیا وہ خالص مذہبی انسان تھے اور ایک زبردست عالم دین اور مصلح قوم بھی تھے وہ ہر شے کی صداقت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے تھے اور انہیں کی کسوٹی پر پرکھتے تھے یعنی وہ کامل کی روشنی میں ناقص کو پرکھتے تھے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ویسے تو کسی کالج یا یونیورسٹی سے علوم جدیدہ یعنی سائنس و ریاضی یا فلسفہ و منطق اور نجوم و فلکیات کی تعلیم نہیں حاصل کی تھی۔ لیکن اللہ نے انہیں ان علوم کا ایسا جامع بنایا تھا کہ اچھے اچھے ان کی قابلیت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔

اور ریاضی و سائنس کے بڑے بڑے پروفیسر نہ صرف یہ کہ ان کی علمی وجاہت کے آگے گردنیں خم کرتے تھے بلکہ ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

لوگارثم، مثلث مسطح و مثلث کروی۔ جبر و مقابلہ و جدید ریاضی میں وہ یکتائے زمانہ تھے ان فنون کے علاوہ توقیت و نجوم' ہیئت و ارضیات اور طبعیات و کیمیا پر بھی ان کے متعدد رسالے اور مستقل تصانیف ہیں۔

امریکی ہیئت داں البرٹ ایف پورٹا کی سائنسی پیشن گوئی اور اس کے نظریات کے رد میں امام احمد رضا نے معین مبین بہردور شمس و سکون زمین نامی رسالہ کی تصنیف کی اور ان کے مقابلہ میں ایف پورٹا کے سارے اندازے اور اس کے مزعومات غلط ثابت ہوئے۔

الکلمۃ لملہمہ اور فوزمبین در رد حرکت زمین ان کی دو مشہور کتابیں ہیں فوزمبین میں انہوں نے گردش زمین کے نظریہ کا ابطال کیا ہے سائنس اور ریاضی ہی کے اصولوں اور نیوٹن و آئن سٹائن کے نظریات کو بھی کنڈم کیا ہے۔

امام احمد رضا کی ریاضی اور سائنس میں مہارت و قابلیت کا لوہا ڈاکٹر سرضیاء الدین اور پروفیسر(۳) حاکم علی لاہوری جیسے ماہرین سائنس و ریاضی نے بھی مانا ہے امریکی فاضلہ ڈاکٹر باربرا مٹکاف نے علی گڑھ کے پرانے وائس چانسلر ڈاکٹر سرضیاء الدین کی امام احمد رضا کی خدمت میں آکر ریاضی کے لاینحل مسئلہ کے حل کرانے کے واقعہ کو اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ جس مسئلہ کے حل کے لیے ڈاکٹر صاحب جرمنی کا سفر کرنے والے تھے۔

پروفیسر مسعود احمد' پروفیسر ابرار حسین' ایم حسن بہاری وغیرہ نے امام احمد رضا کی سائنس اور ریاضی میں حیرت انگیز مہارت پر مقالے بھی لکھے ہیں جو مختلف جرائد و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

فاضل اہل حدیث ڈاکٹر پروفیسر محی الدین الوائی ازہر امام احمد رضا کے علم ریاضی اور شعر و ادب میں بیک وقت دسترس رکھنے کے سلسلہ میں اس طرح اپنا تاثر پیش کرتے ہیں۔

"پرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقات علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں لیکن مولانا احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے جس پر آپ کے دیوان "حدائق بخشش" "حدائق العطیات و مدح رسول" بہترین شاہد ہیں اس کے علاوہ فلسفہ، علم فلکیات، ریاضی اور دین و ادب میں آپ ہندوستان میں صف اول کے ممتاز علماء اور شعرا میں تھے"

غرض یہ کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی شاعری میں ریاضی اور سائنس کی مصطلحات کو بطور فن استعمال کیا ہے جب کہ غالب و سودا اور اقبال وغیرہ نے فلکیات کی کچھ اصطلاحیں ضرور بیان کی ہیں لیکن محض تقلیداً اور رسماً۔

معارف رضا کراچی جلد چہارم ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۴۷ پر علامہ شمس بریلوی کا ایک مضمون بعنوان "امام احمد رضا کے دس اشعار" (مبنی بر علم ہیئت و نجوم) شائع ہوا ہے جس میں علامہ موصوف نے ان اشعار کی تشریح بھی کی ہے اور فاضل بریلوی کی نجوم و ہیئت میں مہارت اور ان علوم کے مصطلحات کا شاعری میں بطور فن استعمال پر روشنی بھی ڈالی ہے علامہ موصوف نے جن اشعار کا انتخاب کیا ہے وہ حدائق بخشش کے ہیں۔

اس مضمون میں میں حدائق بخشش حصہ اول و دوم ہی سے اشعار پیش کروں گا ویسے تو اگر قمر، خورشید، انجم، کہکشاں، نور، گردوں، فلک اور چرخ جیسے الفاظ کے استعمال کو سائنسی اشعار کہہ کر پیش کئے جائیں تو دیوان رضا میں جانے کتنے اشعار مل جائیں گے اور اس لحاظ سے تو قصیدہ نور کے تقریباً تمام اشعار کو سائنسی کہہ سکتے ہیں یہاں پر وہی اشعار پیش کئے جائیں گے جن میں صحیح معنوں میں ریاضی اور سائنس کی مصطلحات یا نظریات کو پیش کیا گیا ہے اور جنہیں رسماً یا تقلیداً نہیں بلکہ ضرورتاً اور بطور فن استعمال میں لایا گیا ہے۔

علم نجوم پر مبنی اشعار

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے
سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں!
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

آیئے علم نجوم کی اصطلاحات پر مبنی اس شعر کو دیکھئے جو سرکار ابد قرار نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت یعنی بارہ ربیع الاول شریف سے متعلق ہے بارہویں تاریخ کو آمد نور مجسم کا تذکرہ نجوم کی اصطلاحات کے استعمال سے کس قدر شاعرانہ اور فن کارانہ انداز میں کرتے ہیں۔

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

آمد نور کے تذکرہ کو پیش کرنے کے لیے نوری کائنات ہی سے علامات کو پیش کرنے کی ضرورت اور اس طرح نور و نکہت کے شاعر امام احمد رضا نے نوری منظر پیش کر کے اپنی فنکاری کا بھی ثبوت پیش کیا اور شعر کا نوری پیکر تراش کر اپنے قارئین کے وجدان و بصیرت کو بھی نور میں نہلا دیا۔

سیدنا غوث پاک کی منقبت کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

نبوی ظل علوی برج' بتولی منزل
حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا

غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں اور حسنین کریمین حضرت علی اور سیدہ فاطمہ زہرہ سے ہیں اور حضرت فاطمہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں اس طرح غوث پاک کا سلسلہ حضور اکرم تک پہنچا ہے اور وہی ان سب کی اصل ہیں چونکہ غوث اعظم عبدالقادر جیلانی والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں اس لئے ان کو حسنی چاند اور حسینی اجالا کہا گیا۔ چاند کی روشنی دراصل سورج ہی کی رہین منت ہے اور چاند کی ایک منزل ہے اور جب سورج کی روشنی برج سے ہو کر آتی ہے تو چاند اس منزل پر روشنی پاتا ہے۔

نبوی ظل سے روشنی برج میں پہنچی اور مولا علی نے برج سے بتولی منزل کو ظل نبوی کی روشنی پہنچائی اور چاند چمکا یعنی حضرت حسن وجود میں آئے اور غوث اعظم اولاد حسن ہیں لہٰذا انہیں حسنی چاند کہا گیا اور والدہ کی طرف سے سیدنا غوث پاک حسینی ہیں لہٰذا یہ حسینی اجالے ہیں گویا غوث اعظم ایسے چاند ہیں جس میں حسینی اجالا ہے اور ساری روشنی سرکار مدینہ خورشید رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ ہے اس طرح امام احمد رضا نے نجوم کی مصطلحات اور معلومات سے شعر کو صداقت کا جامہ پہنا دیا اور اپنی بات واضح کر دی۔

علم ہیئت پر مبنی اشعار

سیاہی مائل اس کی چاندنی ہے
قمر کا یوں فلک مائل ہے یا غوث
طلائے مہر ہے ٹکسال باہر
کہ خارج مرکز حامل ہے یا غوث
ہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے!!
ڈالے دو بوند شب دے میں جو باران عرب

اس شعر میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ کس طرح برج میزان میں چھپا ہوا سورج ان کے حکم سے حمل میں آکر چمکنے لگتا ہے اور کالی رات روشن ہو جاتی ہے اور وقت دن میں تبدیل ہوتا ہے۔

ارضیات پر مبنی ایک شعر

نبوی خور علوی کوہ بتول معدن
حسنی لعل حسینی ہے تجلا تیرا

جدید سائنس دانوں اور ماہرین ارضیات نے ہیرا اور کوئلہ کو ایک ہی فیملی کاربن کا ممبر بتایا ہے اور تجربات سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر کوئلہ کو ایک مخصوص مدت تک ایک مخصوص حرارت ملتی رہے تو کان کے اندر مختلف ری ایکشنز سے وہ بھی ہیرا بن سکتا ہے۔

ویسے دامن کوہ میں جو ہیرا ملتا ہے وہ سورج کی حرارت اور اس کی توانائی سے ایک خاص ہیرے کی شکل حاصل کرتا ہے جسے لعل کہتے ہیں جس کی آب و تاب اور رنگ ہی اور ہوتا ہے حضرت غوث اعظم کو امام احمد رضا نے حسنی لعل کہا ہے تو ظاہر ہے یہ ہیرا علوی کوہ کے دامن میں موجود بتولی کان کا ہے اور اسے حرارت و توانائی نبوی خورشید یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے اس لئے کہ وہی ان کے جد اعلیٰ ہیں سرکار غوث پاک والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی سید ہیں اور اس طرح یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھی اولاد ہیں اور اصل ان سب کی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ارضیات کی اصطلاح اور اس کے علم کی بناء پر بہت ہی خوبصورت شعر کہا ہے جس میں صداقت بھی ہے اور حسن بھی اور ساتھ ہی ساتھ معنی آفرینی اور بلند خیالی بھی۔

علم طبعیات پر مبنی اشعار

آج علم طبعیات (فزکس) میں وقت، رفتار اور زمان سے متعلق اہم تھیوریاں رائج ہیں اور اگر کوئی شے بہت زیادہ تیز رفتاری سے حرکت کرے اور اس کی حرکت میں واقع ہونے پائے تو وہ خلاء میں پہنچ کر اس سے آگے دوسرے مقامات تک بھی جا سکتا ہے اور اگر کوئی شے روشنی کی رفتار حاصل کرے تو اس کے لئے زماں کا فاصلہ کچھ نہیں رہ جاتا۔

قدیم ہیئت دان اور یونانی فلسفی فلک کے خرق و التیام کے قائل نہیں تھے لیکن موجودہ دور کی سائنسی ترقی اور خلائی سیاروں کو چاند تک پہنچانے والوں نے اس فلکیائی نظریہ یونان کو باطل کر دیا جسے مسلمانوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا تھا۔

اب حضرت رضا قدس سرہ کے مندرجہ ذیل اشعار میں فزکس کی اس تھیوری اور وقت و فاصلہ اور زمان سے متعلق نظریات ملاحظہ کریں۔

عرش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو
زبان فلسفی سے امن خرق و التیام اسریٰ
پناہ دور رحمت ہائے یک ساعت تسلسل کو
کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی
یوں جایئے کہ گرد سفر کو خبر نہ ہو

آج کی یونیورسٹیوں میں فلسفہ و منطق کو شعبہ سائنس سے علیحدہ رکھا گیا ہے سائنس کے تحت دور جدید میں فزکس، کیمسٹری، اسٹرولومی (ہیئت)، اسٹرولوجی (نجوم)، ارضیات (جیولوجی) وغیرہ آتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ ہر مضمون کی خود اپنی ایک فلاسفی ہوتی ہے اور جدید ریاضی اونچے درجات میں پہنچ کر خود لاجک (منطق) اور فلسفہ بن گئی ہے۔ یہاں ہندسہ نے ارتھ میٹک تک محدود نہ رہ کر ماڈرن الجبرا میں ایک عجیب مقام بنالیا ہے۔

آج الجبرا میں رنگ تھیوری، سیٹ تھیوری، کمپلکس ویری ایبل، ٹاپولوجی تھیوری آف ری ایل ویری ایبل وغیرہ فلسفہ و منطق کی شکل اختیار کرچکے ہیں مابعد الطبعیات (میٹا فزکس) خود ہی فلسفہ ہے لہٰذا اب ذیل میں فلسفہ و منطق، مابعد الطبعیات اور سائنس و ریاضی کے تحت کچھ اشعار پیش کروں گا۔

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفےٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
(فلسفہ، ذکر معراج)

غایت و علت سبب بہر جہاں تم ہو سب
تم سے بنا تم بِنا تم پہ کروڑوں درود
(فلسفہ)

ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں!
حیران ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
(فلسفہ مابعد الطبعیات)

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے
(فلسفہ ذکر معراج)

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے (فلسفہ ذکر معراج)

سراغ این و متی کہاں ہے نشان کیف و الی کہاں ہے!
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

(مابعد الطبعیات)

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور!
لم ہے یہ وہ ان ہوا تم پہ کروڑوں درود (منطق)

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا! (منطق)

کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے! (جیومیٹری)

خط، دائرہ اور دوسری شکلیں مثلاً پیرا بولا، ہائپر بولا وغیرہ سب نقطے ہی کے راستے ہیں اور اسی سے بنے ہیں ایک مختلف زاویوں سے راستہ طے کر کے مختلف شکلیں بناتا ہے نقطہ کے اس چال کو لوکس یعنی خط سفر کہتے ہیں دائرہ بھی نقطہ ہی کے ایک مخصوص راستہ طے کرنے کی وجہ سے بنتا ہے اور جب دائرہ کھینچا ہوا ہو تو یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ نقطہ نے کس مقام سے چل کر سفر شروع کیا تھا اور کون اس کا نقطہ اول ہے اور کون آخر اور یہ بھی نہیں بتایا جاسکتا کہ دائرہ کی تشکیل کے لئے یہ داہنے سمت سے چلا تھا یا بائیں سمت سے یعنی کلاک وائز یا اینٹی کلاک وائز اس شعر میں انہیں نکتوں کو پیش نظر رکھ کر معراج کا فلسفہ پیش کیا گیا ہے یہاں کمان امکان سے مراد دائرہ ہے ایک شعر اور ملاحظہ ہو۔

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاضل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

م۔ مرکز ہے اور ب۔ ج محیط ہے۔ ا، د۔ ب، ج۔ اور خطوط واصل معراج کے بیان میں قرب کا ذکر کس خوبی سے جیومیٹری کی اصطلاحات اور وہ خاص کیفیت جسے لیمیٹنگ پوزیشن کہتے ہیں کا نقشہ کھینچتے ہیں بغیر ریاضی کے علم کے اس طرح کا بیان کسی علم کے ذریعہ ہو بھی نہیں سکتا تھا ان اشعار سے حضرت رضا کی تجر علمی، ریاضی و سائنس میں ان کی مہارت اور ان کی شاعرانہ فنکاری کا بھی اظہار ہوتا ہے۔
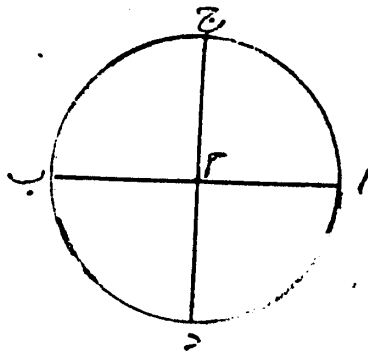
وہابی تناظر میں بریلوی تحریک کا مطالعہ

باربرا مٹکاف کی تحقیقات کا جائزہ

از پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین (انڈیا)
(اُستاذ ہمدرد یونیورسٹی دہلی)

میں پہلے پیش خدمت مضمون کے عنوان اور خاکہ کا شان نزول مختصراً عرض کرنا چاہوں گا۔ چند ماہ قبل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں باربرا مٹکاف سے مختصر ملاقات ہوئی۔ کسی دانشور نے حامی اسلام احمد رضا کے حیثیت سے میرا تعارف کرادیا لہٰذا دیوبند' بریلی' اختلاف کے حوالے سے کچھ گفتگو بھی ہوئی۔ ہمارے ایک غیر مسلم دانشور ساتھی نے سوال کیا کہ علمائے اہلسنت کے تصور رسالت کی کیا موٹی موٹی خصوصیات ہیں۔ جواب دیتے ہوئے میں نے فاضل بریلوی کا یہ شعر پیش کیا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

باربرا مٹکاف نے چھوٹتے ہی کہا شرک۔ میں نے بھی برجستہ عرض کیا۔ آپ دیوبندی عینک سے دیکھ رہی ہیں لہٰذا آپ سے اسی قسم کے اعتراض کی توقع کی جاسکتی ہے۔ بس اس دن سے میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ باربرا مٹکاف نے اپنی تحقیقی کتاب

Islamic Revival In British India Deoband 1860 - 1900
(Princeton New Jersey 1982)

میں ساتویں باب میں "بریلویز" کے بارے میں جو تحقیقات اور تجزیات پیش کئے ہیں ان کا تعاقب کروں۔ ابھی یہ تعاقب مکمل نہیں ہوا ہے۔ بہر کیف باربرا مٹکاف کی تحقیقات کا جائزہ آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ باربرا مٹکاف کے زیر بحث ساتویں باب کا عنوان ہے۔

"Alternative tendencies with in Sunni Islam; the Ahl-i-Hadis and the Barelwis".

باربرا سے پہلے بھی کچھ جدید مورخ جیسے ڈبلیو سی۔اسمتھ اور فرانسس رابنسن "بریلویوں" کے ادب کا مطالعہ کیے بغیران پر ناقدانہ تبصرہ اپنی تحقیقات میں پیش کر چکے ہیں۔ اسمتھ نے تو بریلوی مکتب فکر کو بھی جاں بلب یا قریب المرگ بتایا ہے۔ ان کا اعتراض ہے:

"It (the Barelwi School) expresses and Sustains the social and religious customs of a decaetent people .... It is socially accomodating winting perhaps at the arinking of the wine and the prevailing superstitions, saint worship, and degradation. The Barelwi clergy accept the piteous villages of India as they find them; and their Islam is not without qualification or criticism of the actual religion of those villagers," (Modern Isalm in India, Lahore edition, 1969, pp, 362-363)

اسمتھ کی اس فرد جرم میں جو الزامات عائد کئے گئے ہیں وہ ہیں توہمات، صوفیاء کرام کی پرستش اور تنزل اور ہندوستان کے قابل رحم دیہاتیوں یعنی گنواروں کو ان کے تمام متعقدات اور رسوم و رواج کے ساتھ اسلامی معاشرے میں گوارا کرلینا۔

اسمتھ اور ان کے قبیل کے دوسرے مؤرخین اور دانشوروں نے دراصل یہ فرض کرلیا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی عالم اسلام میں اصلاحی تحریک کے بانی تھے اور ان کی اصلاحی تحریک کو برصغیر میں جن مولویوں نے وسعت دی وہ سب ہی عظیم مصلح تھے۔ ان کی نظر میں محمد بن عبدالوہاب نجدی مصلح عظیم، ان کے پیش رو امام ابن تیمیہ قابل تقلید۔ اور جس نے ان کی دعوت قبول نہیں کی اور وہ قدیم مذہب اسلام پر قائم رہا وہ ان کا مخالف، اور اس کی تنقید لازمی، اس کا رد فرض عین۔ اصلاحی تحریکوں کو آسمان پر بٹھانے والوں نے اب انہیں "Fundamentalism" بنیاد پرستی قرار دے دیا ہے اور بنیاد پرستی کو دنیا کی تمام اقوام کے لئے مہلک قرار دے دیا ہے۔

مغربی مؤرخین کی دانشورانہ روایت کو برصغیر کے بعض مشہور دانشوروں نے بھی قبول کرلیا

ہے۔ ان میں ایک نمایاں نام شیخ محمد اکرام کا ہے' کوثر سلسلہ کی تیسری کتاب "موج کوثر" میں بریلوی پارٹی' کے زیر عنوان فرماتے ہیں اور مزے کی بات ہے کہ مغربی دانشوروں کی عینک کو لمحہ بھر کے لئے نہیں اتارتے:

"..... اہل حدیث نے "فروعات" (جیسے رفع یدین) میں قوم کی دیرینہ روایات کا جس دم احترام نہیں کیا اور اس معاملے میں قوم کے سب سے بڑے عالم' امام الہند شاہ ولی اللہ کے طریق کار کو ترک کردیا ہے' اس سے دو قابل ذکر نتیجے نکلے ہیں' جو دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور دونوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں' جسے وہابی اہل الرائے پسند کرتے ہوں۔ پہلا نتیجہ اصلاحی تحریک کے خلاف زبردست رد عمل اور بریلوی پارٹی کا آغاز ہے۔ صوبہ جات متحدہ کی جس بستی (رائے بریلی) میں مولانا سید احمد بریلوی' پردہ عدم سے ظہور میں آئے تھے' اس کی ایک ہم نام بستی بانس بریلی میں ۱۲۷۲ھ میں ایک عالم پیدا ہوئے' مولوی احمد رضا خاں نام۔ انہوں نے کوئی پچاس کے قریب کتابیں مختلف نزاعی اور علمی مباحث پر لکھیں۔ اور نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔ وہ تمام رسوم فاتحہ خوانی' چہلم' برسی' گیارھویں' عرس' تصور شیخ' قیام میلاد' استمداد از اہل اللہ (مثلاً" یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء للہ) اور گیارھویں کی نیاز وغیرہ کے قائل ہیں۔ ان کے اختلاف صرف وہابیوں سے نہیں بلکہ وہ دیوبندیوں کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں۔ بعض بریلوی تو شاہ اسمٰعیل شہید جیسی ہستیوں کو بھی کافر کہتے یا کم از کم ان کی تصانیف اور ان کے ارشادات پر سخت اعتراضات اور اظہار نفرت کرنے میں تامل نہیں کرتے۔" (موج کوثر' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور بارھویں بار' ۱۹۸۴' ص ۷۰)

مجھے تحقیق نہیں کہ بریلوی پارٹی نام کی جماعت کا یوم تاسیس کیا ہے' اس کی مجلس منتظمہ کے اراکین کے نام بھی مجھ پر ظاہر نہیں' یہ رجسٹرڈ جماعت تھی یا رجسٹریشن کے سلسلہ میں کوتاہی برتی گئی' عین ممکن ہے یہ حقائق شیخ محمد اکرام کے پاس رہے ہوں اور انہوں نے انہیں ظاہر کرنا مناسب نہ خیال کیا ہو۔ اگر حقائق سے کسی بریلوی پارٹی کا وجود ثابت نہیں تو برصغیر میں اہلسنّت و جماعت کے غالب فرقہ کو محض اسلئے بریلوی پارٹی کا نام دے کر اس کی تضحیک کرنا کہاں کی دانشورانہ دیانتداری ہے کہ امام اہلسنّت کا چونکہ مولد بریلی ہے لہٰذا اہلسنّت خواہ وہ ہندوستان کے کسی گوشہ میں پیدا ہوئے ہوں وہ بریلوی ہوگئے۔ اور اہلسنّت کے عقائد کو جن پر ان کے اجداد صدیوں سے پابند عمل ہیں' "بریلوی پارٹی" نام دے دیا جائے۔

امام احمد رضا پر سختی اور شدت کے الزام عائد کرنے والے اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے کہ وہ خود امام اہلسنّت کی تعلیمات پر تنقید کرتے وقت کس قدر غیر معتدل رویہ اختیار کرتے

ہیں۔ شیخ محمد اکرام نے انیسویں، بیسویں اور اس سے قبل کی بھی صدیوں کے مشاہیر علماء اور مذہبی تحریکوں کا بنظر غایت مطالعہ کیا ہے، ان سے منسوب تصنیفات کا بھرپور جائزہ لیا ہے لیکن انہوں نے جس طبقہ علماء کو بریلوی پارٹی کا نام دیا ہے کم از کم موج کوثر کے مندرجہ بالا اقتباس سے اس بات کا ذرہ برابر بھی سراغ نہیں لگتا کہ انہوں نے امام اہلسنت کی کسی تحریر کو غور سے پڑھا ہے۔ اس لئے وہ اپنی "بریلوی پارٹی" کے ضمن میں اپنی تحقیقات اور نتائج کو مستند بنانے کے لئے کسی تحریری دستاویز یا شواہد کا حوالہ دینے سے قاصر رہے ہیں۔ لیکن امام اہل سنت اور علماء اہلسنت و جماعت کے مطالعہ کے سلسلے میں اس طرح کی علمی روش کی ان سے توقع کرنا بھی بے سود ہے کیونکہ ان کا مقصد اہلسنّت و جماعت سے منحرف علماء کی توقیر کرنا ہے اور ان کے شدید حملوں سے اسلام و عقائد اہلسنّت و جماعت کا دفاع کرنے والوں کی تذلیل کرنا۔

اس طرح کی غیر علمی روش کے دام میں بعض مغربی دانشور بھی آگئے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی شیخ اکرام جیسے کسی مشرقی دانشور کی فرد جرم کو انگریزی زبان میں منتقل کردیا ہے۔ تحقیق اور مطالعہ کی زحمت گوارہ نہیں کی ہے۔ جب تحقیق کے اصول اختیار ہی نہیں کئے جائیں گے تو اس طرح کے محققین کے اخذ کئے ہوئے نتائج پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

جدید تحقیق کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے موضوع سے متعلق کتابیات (bibliography) مرتب کی جاتی ہے۔ اگر تاریخی موضوع ہو تو کتابیات کی فہرست کو کم از کم تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ Primary sources، Secondary sources، Newspapers، Periodicals، Journals۔ اب باربرا مٹکاف کے طریقہ تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔ زیر بحث کتاب دراصل دیوبند پر ہے۔ دیوبند کے علاوہ متبادل رجحانات کے تحت انہوں نے دو باب (سات اور آٹھ) لکھے ہیں۔ ساتویں باب میں اہلحدیث اور بریلویز سے متعلق اپنی تحقیقات پیش کی ہیں اور آٹھویں باب میں علی گڑھ تحریک اور ندوۃ العلماء کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اہلحدیث پر ۳۲ صفحات قلمبند کئے ہیں اور بریلویز پر ۱۹ صفحات۔ بریلویز سے متعلق طبقہ میں ۳۲ حواشی یا حوالے ہیں اور ان حواشی میں جن کتابوں کا حوالہ ہے ان کی تفصیل جس ترتیب سے وہ آتے ہیں حسب ذیل ہے:

۱ ۔ ابو یحییٰ انعام خان نوشیروی : تراجم علماء حدیث ہند دہلی، 1356ھ/1937
۲ ۔ Titus : اسلام ان انڈیا اینڈ پاکستان، کلکتہ 1959
۳ ۔ مولانا ظفرالدین رضوی : حیات اعلیٰ حضرت، کراچی 1938
۴ ۔ رحمان علی : تذکرہ علماء ہند (مترجم محمد ایوب قادری) کراچی 1964

۵ - District Gazetters of the E.R Neave United Provinces of Agra and Oudh X11 Etah (Allahabad1911)

۶ - ظہور احمد اظہر : "بریلوی" دائرہ معارف اسلامیہ' لاہور 1962

۷ - عبدالحکیم خاں شاہجہانپوری : اعلیٰ حضرت بریلوی کا فقہی مقام' لاہور 1391/1971

۸ - Personal Narrative of a Pilgrimage to Al-Madinah and Meccah Sir Richard F. Burton (Newyork1964 reprint)

۹ - مولانا احمد رضا خان : حسام الحرمین Reprint لاہور 1975

۱۰ - محمد عبدالرؤف جگن پوری : براۃ الابرار ان مکائد الاشرار (بجنور 1933)

۱۱ - محمد منظور نعمانی : دیوبند اور بریلی کے اختلافات نزع پر فیصلہ کن مناظرہ (سنبھل 1966)

۱۲ - حافظ نذر احمد: جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان لاہور 1972

اس ببلیوگرافی میں فاضل بریلوی کی ایک ہی تصنیف "حسام الحرمین" درج ہے۔ ایسا نہیں ہے وہ ان کی تصنیفات سے واقف نہیں۔ صفحہ ۱۰۱ کے حاشیہ نمبر۸۶ پر ظہور احمد اظہر کے دائرہ معارف اسلامیہ میں "بریلوی" عنوان پر لکھے گئے مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتی ہیں کہ ملاحظہ ہو اس مضمون کے ساتھ دی ہوئی مفید ببلیوگرافی۔ البتہ خود انہوں نے اس سے استفادہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر باربرا سواد اعظم اہلسنّت جماعت کو امام اہلسنّت کے مولد کی رعایت سے بریلوی کہنے ہی پر اصرار کرتی ہیں تو ان پر لازم آتا تھا کہ وہ بریلویں کے عقائد کی صحیح تفہیم کے لئے Primary sources کی حیثیت سے امام اہلسنّت کی تحریروں کا مطالعہ کرتیں لیکن انہوں نے اس مقصد کے لئے تبلیغی جماعت کے مولوی محمد منظور نعمانی کی متنازعہ فیہ کتاب "دیوبند اور بریلی کے اختلافات نزع پر فیصلہ کن مناظرہ" پر زیادہ اعتماد کیا۔ ظاہر ہے انہیں اپنی تحقیقات میں لڑکھڑانا ہی پڑتا۔ سیڑھی کا انتخاب ہی اصول تحقیق کی رو سے غلط تھا۔ لہٰذا جہاں تک انہیں مولوی منظور نعمانی کی گمراہ کن گلیاں پہنچا سکتی تھیں وہاں تک انہیں پہنچا دیا اور اب وہ بھی تاریکی میں کھڑی ہیں۔ باربرا مٹکاف کو چونکہ یہ ثابت کرنا تھا کہ ان کے ہر دلعزیز موضوع سخن "دیوبند" سے امام اہلسنّت کو بڑا بیر تھا لہٰذا انہوں نے اس مقصد کے لئے موزوں ترین کتاب

"حسام الحرمین" پر ہاتھ ڈالا اور صاف کیا۔ ثانوی ماخذوں میں بھی اہلسنت کے جماعت کے علماء میں سے صرف مولانا ظفرالدین کی کتاب " حیات اعلیٰ حضرت" انہیں مل سکی۔ لہٰذا بہت احتیاط کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ باربرا مٹکاف کے .بیلوگرافی کے انتخاب میں بھی جانبدارانہ رویہ صاف نظر آتا ہے۔ اس رویہ کے بعد وہ "بریلویز" کا معروضی مطالعہ کیوں کر پیش کر سکتی تھیں۔
باربرا مٹکاف "بریلویوں" کا مطالعہ دیوبندی عینک سے کرتی ہیں۔ لکھتی ہیں۔

"I have focused in this book on what I call "the reformist ulema," of whom the most important group is that associated with a theological academy founded in the Town of Deoband in 1867. I also include as reformists the less numbers Ahl-i-Hadis (Chapert vi) and the ulema of Nadwah (chapter vii) Their opponents, the Barelwi ulema or the Ahl-i-Sunnat wa Jamaat (chapter vi) adhered to a more custom-leader religious practice and a more intercessory style of religious leadership linked to the pirs of the medieval tombs. Infact, they also thought of themselves as reformist (that is, as scholars engaged in Tajdid or renewal) and indeed even if I and the Deobandis begrudge them the title of reformers - in their self concious-ness and their concern with dissemi-nating familiarity with the law, they were, in the end, close to those they opposed" (pp. 12-13)

تحقیق کے لئے انتخاب موضوع پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اصلاحی علماء بالخصوص دیوبندی علماء پر انہوں نے بھرپور روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے اصلاحی گروہوں مثلاً ندوۃ

العلماء لکھنؤ اور اہلحدیث کا بھی ہمدردانہ مطالعہ کیا ہے۔ دیوبند سے متعلق تاریخی مطالعہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اہلسنّت و جماعت کے تسلسل کو توڑنے کی کوشش کرنے والے دیوبندی مکتب فکر کو دعوت اصلاح دینے والے امام اہلسنّت اور دیگر کئی علمائے اہلسنّت کی روش کا ذکر نہ ہو۔ لہٰذا موضوع تحقیق کی وجہ سے باربرا کی یہ مجبوری تھی کہ وہ بریلویز کا مطالعہ کریں لیکن غالباً انہیں سمجھا دیا گیا تھا کہ نہ تو آپ بریلویز کی کتب کا مطالعہ کریں نہ ہی بریلوی اداروں میں تشریف لے جائیں اور نہ ہی بریلوی علماء سے کچھ کلام کریں۔ انہوں نے Acknowledgement کے زیر عنوان ابتدائیہ میں اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے سلسلہ میں متعدد بار دیوبند گئیں' وہاں قیام کیا اور وہ اس وقت کے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب قاسمی اور ان کے اہل خاندان کی مہمان نوازی اور اپنے علمی کام میں ان کی دلچسپی کے لئے اظہار ممنونیت کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مظاہر العلوم سہارنپور' مدرستہ الاصلاح سرائے میر' ندوۃ العلماء فرنگی محل لکھنؤ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بھی بغرض مطالعہ گئیں۔ ان تمام اداروں کے عملہ کی بھی وہ بے حد ممنون ہیں۔ (ابتدائیہ صفحہ ۱۱) البتہ وہ بریلی نہیں پہنچ سکیں۔ ظاہر ہے جو دیوبند پہنچ جائے گا اسے بریلی سے اس قدر متعصب بنا دیا جائے گا کہ اس کے وہاں جانے سے پر جلیں گے۔ دیوبند اور دیگر اداروں میں وہ جہاں بھی گئی ہوں گی انہیں علماء اہلسنّت کے بارے میں کوئی مثبت باتیں نہیں بتائی گئیں ہوں گی بالخصوص دارالعلوم دیوبند جہاں وہ متعدد بار گئیں وہاں انہیں دیوبندی نظریات میں ڈھلی ہوئی نظری تعصب کی عینک دے دی گئی اور انہوں نے علماء اہلسنّت کے اہم ترین دینی مرکز اور مکتب فکر کو اسی طرح دیکھا جس طرح دیوبندی عینک سے دیکھا جا سکتا تھا۔ بیسویں صدی کے آخری نصف حصہ کے بھی دو دہوں سے کچھ بیش حصہ گزر جانے کے بعد بھی جبکہ سماجی علوم نے بہت ترقی کر لی ہے اور تاریخ میں معروضیت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے متعدد اصول و ضوابط بن چکے ہیں کسی مغربی مفکر کا انہیں نظرانداز کرنا قابل معافی نہیں۔

اوپر باربرا مٹکاف کے مقدمہ سے جو طویل اقتباس پیش کیا گیا اس میں بریلویز کو دیوبند اور دیگر اصلاحی تحریکوں کا "مخالف" بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ ان پر الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ رسموں سے لدے ہوئے مذہبی طریقہ عمل کے پابند ہیں اور یہ کہ وہ عہد وسطی کے مزارات سے منسلک پیروں کی متوسلانہ طرز کی مذہبی قیادت سے وابستہ تھے۔ بھاری دل سے یہ اعتراف کرتی ہیں کہ حالانکہ انہیں اور دیوبندیوں کو یہ بات کچھ پسند نہیں آئے گی کہ بریلویز اپنے کو Reformist کہتے ہیں تاہم شریعت سے واقفیت اور شعوری سطح پر اس کے نفاذ کی متعلق فکر کرنے کی بنا پر وہ

بھی ایک طرح سے اپنے مخالفین یعنی دیوبندیوں کے قریب تھے' بہ الفاظ دیگر وہ بھی امت اسلامی میں اصلاح کا بیڑہ اٹھائے ہوئے تھے۔ اس طرح کا اظہار خیال کرتے وقت باربرا کو ناگواری تو ضرور محسوس ہوئی ہے اور وہ سمجھتی ہیں کہ جن سے انہوں نے بریلویوں کے مطالعہ کے لئے عینک مستعار لی ہے انہیں بھی اظہار حقیقت یعنی اصلاح امت کے لئے علماء اہلسنّت کی کاوشوں پر رشک آئے گا لیکن آگے چل کر کتاب کے اس باب میں جہاں بریلویز کا کسی قدر تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے وہ ایک مرتبہ پھر بریلویز کے اصلاحی مشن کی طرف سے آنکھیں موند لیتی ہیں۔ وہابی۔ دیوبندی۔ اہلحدیث عینک ان کی آنکھوں پر صاف نظر آتی ہے۔ ملاحظہ ہو باب ۷ میں "دی بریلویز" کی ذیلی سرخی کے ساتھ ابتدائی پیراگراف کے ابتدائی سطور۔

"The Barelwi ulema, the past of these three groups (deoband, Ahl-i-Hadis and Barelwis) of ulema to crystallize, is always described by supporters and opponents as a reaction to the other two, they did, however, operate, as did the other ulema, as a popularly supported leadership, detached from political activity, offering social and religious guidenc to there followers, like them, too, they were committed to what they deemed a correct interpretation of the law. What made them unique was that they used their position and their legal scholarship to justify the mediational, custom-laden Islam, closely tied to the intercessin of the Pirs of the shrines, that was characteristic of the area"

اس فرد جرم ہی پر باربرا نہیں رک جاتیں بلکہ عقائد اہلسنّت بھی بیان کرتی ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے امام اہلسنّت کی کسی تصنیف کا مطالعہ نہیں کیا ہے بلکہ عقائد اہلسنّت کے بیان کے لئے ایک اہلحدیث عالم (ابویحییٰ نوشہروی) کے بیان کو نقل کر دیا ہے۔ لکھتی ہیں۔

"They (the Barelwis) believed, wrote a number of the Ahl-i-Hadis, "in reading Fatiha, in holding observ-anoes on the fortieth day after a death on its anniversary; in celebrating the giyarahwin of shaikh Abdul Qadir and the urs of other saints; in mediation an the image of the shaikh; in standing during the celebration of the Proph-et's birth-day, and in calling on saints for help".

باربرا مخالفین اہلسنّت و جماعت کے بیانات کو بغیر کسی قسم کی تحقیق و تنقید کے قبول کرلیتی ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ کیوں دیوبند یا وہابی یا اہلحدیث سے قریب ہیں۔ ہماری تشویش یہ ہے کہ وہ ان کے عائد کئے ہوئے الزامات پر پورا پورا اعتماد کرتے ہوئے غلط نتائج اخذ کرلیتی ہیں اور ان کی تحقیقات سے جدید عہد کے دانشوروں کے ذہنوں میں اہلسنّت و جماعت‘ ان کے امام اور علماء کے بارے میں غلط تصورات داخل ہو سکتے ہیں۔ اہلحدیث عالم کے بیان کو ختم کرکے باربرا نتیجہ اخذ کرتی ہیں۔

"Like the other ulema, they aried to turn inward, cherishing religion as an ever-more important content of their identity. But in a period widely held to be threaten-ing to their culture, they flame not only the colonialiular but perhaps even-more, the reformist Muslims. They wanted to preserve Islam unchanged: not Islam as it was idealized in texts or the historical past, but Isalm as it had evolved to present. They were, thus, and oppositional groups as much as were the reformers, not a even-as one might think- representing a continuity with

the past but rather, in their very self-conciousness, repersenting a departure form it" (p-296)

باربرا کو یہ اعتراف تو ہے کہ بریلویز اسلام کو کسی تبدیلی کے بغیر باقی و برقرار رکھنا چاہتے ہیں لیکن ان کا یہ الزام بھی ہے کہ وہ آئیڈیل اسلام نہیں ہے جو مقدس کتابوں یا تاریخی ماضی میں محفوظ ہے بلکہ یہ وہ اسلام ہے جو ارتقاء کرتے ہوئے عہد حاضر میں داخل ہوا ہے۔ وہ بریلویز کو اسلامی تسلسل کی کڑی نہ مان کر اس سے علیحدہ ہونے والی تحریک مانتی ہیں۔ عقائد اہلسنت و جماعت کی اساس قرآن و حدیث ہیں۔ امام اہلسنّت کی تصانیف بالخصوص ایمان' عبادات و عقائد سے متعلق ان کی کتابیں اور رسالے اٹھا کر دیکھئے قرآن و سنت کے حوالے سے ہی وہ استدلال فرماتے ہیں۔ قرآن و حدیث ہی ان کے دلائل کی سند ہیں۔ خود باربرا آگے چل کر اعتراف کرتی ہیں کہ امام اہلسنّت کی تحریروں میں زبردست قوت استدلال کا مظاہرہ ہوا ہے (p. 308)۔ وہ لکھتی ہیں کہ امام اہلسنّت حوالوں کا انبار لگا دیتے ہیں۔ جس سے ان کی دانشورانہ برتری کے ساتھ ساتھ ان کے مخالفین کی علمی کم مائگی کا اندازہ ہوتا ہے (p 308)۔ اس کی ایک مثال وہ اس طرح پیش کرتی ہیں کہ مشکل کے وقت یا دوران سفر دو نمازوں کو ملا کر ایک ہی وقت میں ادا پڑھنے کے امام اہلسنّت سخت مخالف تھے اور اس مسئلہ پر انہوں نے میاں نذیر حسین کی علمی کم مائگی پر زبردست طنز کیا۔ عبدالحکیم خان شاہجہانپوری کی تصنیف "اعلیٰ حضرت بریلوی کا فقہی مقام" کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ امام اہلسنّت نے فرمایا کہ میاں نذیر حسین نے صحابہ کی پانچ نظیریں بتائی ہیں' میں تیس بتاؤں گا۔ اس نے چار احادیث نقل کی ہیں جن میں سی کسی سے بھی اس کے موقف کی حمایت نہیں ہوتی اور وہ بطور سند قرآن کی ایک آیت بھی پیش کرنے سے قاصر رہا ہے میں آٹھ آیات اور چالیس احادیث پیش کروں گا۔ یہ مخالفت برائے مخالفت نہیں تھی۔

امام اہلسنّت کی علمی روش یہی تھی کہ وہ اپنی تصانیف قرآن و حدیث سے سند لئے بغیر کوئی پیش رفت نہیں کرتے۔ اپنی نعتیہ کلام کے سلسلہ میں انہوں نے بجا طور پر اعتراف کیا ہے کہ نعت گوئی انہوں نے قرآن و حدیث سے سیکھی ہے۔

باربرا کے نزدیک غالبًا اسلام کا سچا پیرو وہ ہے جو محمد بن عبدالوہاب نجدی اور وہابیت کے پیرو علماء کے نقش قدم پر چلے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ماضی سے سلسلہ وہابیوں نے توڑا یا اہلسنّت نے۔ اہلسنّت کا طریق ہے واتبعوالسواد الاعظم۔ وہ قرآن و سنت سے ہدایت لیتے ہیں اور

جو ہدایت پائے ہوئے اسلاف ہیں ان کی تقلید کرتے ہیں۔ دین میں اختراع نہیں نکالتے۔ اس لئے باربرا کا یہ الزام بے بنیاد ہے کہ اہلسنت نے اسلامی روایت کے تسلسل کو توڑا ہے بلکہ وہ تو روایتی ہی ہیں البتہ فی زمانہ سوچ اور فکر کا سلسلہ علماء اہلسنت کے علمی اور تبلیغی مشن میں ہمیشہ نظر آتا رہا ہے۔ انہوں نے تسلسل بھی قائم رکھا اور فی زمانہ اصلاح و تجدید کا کام بھی کیا۔ برصغیر کو اسلامیانے میں اہلسنت و جماعت کے کئی علماء و مشائخ کے مساعئی جمیلہ کا دخل ہے۔ کیا برصغیر کے حوالے سے تاریخ اسلام ان اسمائے گرامی کو فراموش کر سکتی ہے جنہوں نے اسلامی روایت کو نہ صرف قائم و محفوظ رکھا بلکہ آگے بھی بڑھایا اور اغیار کو اپنی ہی طرف ملتفت کیا۔

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ' حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ' حضرت شیخ بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ' حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ' حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ' حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ' حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمتہ اللہ علیہ' حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ' حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ' حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ' حضرت مولانا منور الدین رحمتہ اللہ علیہ' حضرت علامہ فضل رسول رحمتہ اللہ علیہ' امام اہلسنت مولانا احمد رضا قادری برکاتی رحمتہ اللہ علیہ' صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمتہ اللہ علیہ' مولانا ہدایت رسول رحمتہ اللہ علیہ وغیرہم۔

دراصل برصغیر میں اسلامی روایت کے تسلسل کو پہلا صدمہ اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کی اشاعت کے بعد پہنچا۔ کتاب دراصل محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصنیف "کتاب التوحید" کا ہندوستانی چربہ ہے۔ اس کی اشاعت سے قبل ہندوستانی مسلمان صرف دو گروہوں میں منقسم تھے۔ اہل سنت اور اہل تشیع۔ ان میں اول الذکر کی آبادی کثیر تھی' لیکن تقویۃ الایمان کے بعد اختلافات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ سواد اعظم اہلسنت سے نکل نکل کر لوگ مختلف خیموں میں داخل ہونے لگے اور اس طرح صدیوں سے ہندوستان میں اقبال مند سواد اعظم اہل سنت کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ سواد اعظم اہل سنت کے اتحاد سے انتشار کے سفر کو میرے پیرو مرشد تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی رحمتہ اللہ علیہ نے مسدس "شوکت اسلام" میں بڑی خوبی سے بیان کیا ہے' اس کا ایک نسخہ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجا تھا لیکن اعلیٰ حضرت کو انہیں ایام میں نقل مکان کی ضرورت پیش آئی اور اسی سلسلہ میں کاغذات کے ادھر ادھر ہونے میں وہ نسخہ گم ہوگیا۔ پیرو مرشد نے پہلے مسودوں کی مدد سے دوسرا نسخہ تیار کر کے شائع کیا۔ ملاحظہ کیجئے سواد اعظم اہل سنت کے اتحاد

سے انتشار تک کے سفر کی داستان اسی مسدس شوکت اسلام سے۔

رسولِ خدا کا تھا یہ صاف فرمان — مری آل واصحاب اور پاک قرآن
تمھاری ہدایت کے ہیں سب یہ سامان — نہ چھوڑو کبھی ان کا بھولے سے دامان
کرو پیروی ان کے احکام کی تم — سند لو انھیں سے ہر اک کام کی تم

یہ فرمان جب تک کہ پیشِ نظر تھا — تو بس اپنا راہِ ہدیٰ پر گذر تھا
کسی سے نہ کچھ ہم کو خوف و خطر تھا — نہ شیطان ملعون کا ہم کو ڈر تھا
نکوئی تھی دارین کی ہم کو حاصل — ہمارا ہر اک شخص تھا فرد کامل

کوئی امرِ مشکل جو پیش ہم کو آتا — حدیث اور قرآن ہمیں تھا بتاتا
صحابہ کا فرمان پتہ تھا چلاتا — ہدایت کا رستہ ہمیں تھا دکھاتا
نہ خود رائی کو کچھ بھی ہم دخل دیتے — بتاتے جو وہ اس کو ہم مان لیتے

قواعد شریعت کے ہم کو بتاتے — رموزِ طریقت تھے ہم کو سکھاتے
حقیقت کے جلوے ہیں تھے دکھاتے — وہ تھے ہم کو اللہ والا بناتے
مدارس مساجد میں وہ درس دیتے — جو کچھ پوچھنا ہوتا ہم پوچھ لیتے

وہ قرآن کی تجوید ہم کو سکھاتے — وہ منسوخ ناسخ ہمیں تھے بتاتے
مطالب معانی ہمیں تھے گناتے — غرض وہ مفسر ہمیں تھے بناتے
جو قرآن کے معنی نبی نے سکھائے — وہی بے کم و کاست ہم کو بتاتے

. . . . . ـــ . .

سنا جو نبی سے سُنایا وہ ہم کو — حدیثوں کا حافظ بنایا وہ ہم کو
سلوک اور تصوف سکھایا وہ ہم کو — جو سیدھا تھا رستہ بتایا وہ ہم کو
بلندی پہ پہنچا ترقی کا پایا — جسے دیکھ کر چرخ نے رشک کھایا

جہاں میں ہمارا نہ تھا کوئی ہمسر — کسی کے طریقے نہ تھے ہم سے بہتر
رہا فضل خالق کا جب تک کہ ہم پر — مبارک یہ قول اُن کا تھا ہم کو ازبر

ہماری کبھی راہ مت چھوڑنا تم | نہ اس رستہ سے منہ کبھی موڑنا تم
ہم اپنے طریقے پہ ثابت قدم تھے | بزرگوں کے اپنے قدم پر قدم تھے
کسی طرح سے ہم کسی سے نہ کم تھے | سب اقوام میں سربرآوردہ ہم تھے
نہ جب تک طریقہ بزرگوں کا چھوڑا | نہ اقبال و دولت نے منہ ہم سے موڑا

. . . .

یکایک زمانہ نے گردش جو کھائی | اور ادبار و ذلت کی ساعت جو آئی
تو آکر خودی دل میں ایسی سمائی | کہ ہاتھوں سے کھو بیٹھے اپنی کمائی
وہ دولت جو صدہا برس سے تھی ہم میں | گنوائی خودی نے وہ اک دم کی دم میں
خودی نے یہ کانوں میں آکر پکارا | کہ ہے تجربہ تم کو کافی تمھارا
سلف کا پکڑتے ہو تم کیوں سہارا | یہ تکلیف کرتے ہو تم کیوں گوارا
تمھاری سی تحقیق اُن میں کہاں تھی | یہ تدقیق اُن کی نظر سے نہاں تھی
خودی نے سبق آکے جب یہ پڑھایا | تو شیطان کے ہاتھ بھی وقت آیا
وہ دے دھوکہ اس راہ پر اُن کو لایا | کہ رستہ بزرگوں کا ان سے چھڑایا
حدیثوں میں دینے لگے دخل اپنا | لگے کرنے قرآں میں تاویل بیجا
غرض راہ پر اپنی شیطان لایا | خودی نے بھی رنگ اپنا جو کھا جمایا
نہ سوجھا انھیں پھر تو اپنا پرایا | پرانا وہی راگ شیطاں کا گایا
کہ ہم ہیں سلف سے بہرحال بہتر | کسی امر میں ہم نہیں اُن سے کمتر
بنے مجتہد اور مجدد یہ جاہل | سمجھنے لگے آپ کو سب سے عاقل
مقلد کو کہتے ہیں یہ لوگ غافل | ہے تقلید آرام میں ان کے حائل
غرض باقی پیرو ہیں جو مصطفےٰ کے | شب و روز ہوتے ہیں ان پر تبرے

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے افکار' ان کی تحریک کو سمجھنے میں مندرجہ بالا مسدس کے اشعار سے بہت مدد ملتی ہے۔ فاضل بریلوی کو اپنے دینی اور تہذیبی ورثے میں "سواد اعظم" ملا۔ انہوں نے اس سواد اعظم کو قلب سے لگایا' اپنے ذہن کو اس سے ہم آہنگ کیا اور اس کی

خدمت کے لئے اپنے قلم کو رواں کر دیا۔ ان کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ دین مبین اور سواد اعظم، جس پر نسل بعد نسل مسلمانان عالم بالعموم اور مسلمانان ہند بالخصوص قائم تھے۔ اس پر جارحانہ حملہ کرنے والوں کے خلاف قلمی اور علمی جہاد فرمایا۔ اس میں منفی طرز نہیں تھا۔ وہ دلائل اور معقولات کے ذریعے اپنی بات رکھتے تھے، کوئی پھر بھی ہٹ دھرمی کرے تب ان کا قلم شمشیر بن جاتا۔ ان کے معترضین نے ان کی شمشیر زیادہ دیکھی اور اس کی چمک سے آنکھیں اس قدر خیرہ ہو گئیں کہ ان کے علم، ان کے فاضلانہ مقالات ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

باربرا نے امام اہلسنت کی شخصیت کی تعریف کی ہے، ان کے وسعت علمی کا انہیں بھی اعتراف ہے، لیکن اصلاح و تجدید کے حوالے سے امام اہلسنت کی خدمات کا ذکر نہ کر کے علمی غیر جانبداری کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ اگر انہیں جنوب مشرق میں اسلام میں اصلاحی تحریکوں سے دلچسپی تھی اور اسی نظر سے انہوں نے دیوبند، اہل حدیث، ندوۃالعلماء اور علی گڑھ اسکول کا مطالعہ کیا تو آخر اہلسنت و جماعت کے جنوب مشرق میں اہم ترین دینی مرکز بریلی کو تجدید و اصلاح کے مدار کی حیثیت سے کیوں نہیں دیکھا۔ اس لئے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ درحقیقت بریلوی تحریک کا مطالعہ وہابی تناظر میں کرتی ہیں۔

انہوں نے صرف ان معتقدات یا مباحث کے تعلق سے امام اہلسنت کی تعلیمانہ اور علمی روش کا ذکر کیا ہے جن پر بالخصوص وہابیت کے علمبرداروں کو اعتراض ہے۔ لہٰذا باربرا کی تحقیق کا "دی بریلویز" طبقہ [illegible] اہلسنت و جماعت اور امام اہلسنت کے خلاف ایک طرح سے امریکی دانشور خاتون کی جانب سے وہابی کیس ہے۔ امکان نظیر جسے باربرا نے غالباً کسی جاہل معترض کی مدد سے رسول کے کسی نظیر ہونے کے امکان سے تعبیر کر لیا ہے، تصور رسالت، حاضر و ناظر، علم غیب، مولود، قیام، احترام سادات، نور محمدی، بزرگان دین کا عرس، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت، گیارہویں کی تقریب، ضعیف حدیث سے سند لینا، وہابیہ کی تکفیر، حسام الحرمین۔ یہ وہ معتقدات یا مباحث ہیں جن پر امام اہلسنت اور اہلسنت سے بیزار ان کے وہابی معترضین کے درمیان علمی سطح پر محاذ آرائی رہی ہے۔ معترضین نے اردو میں جنگ کی ہے اور باربرا مغربی زبان کے آلات حرب لے کر آئی ہیں۔ ٹریڈ مارک کا فرق ہے اور کیوں نہ ہو "امریکہ اور وہابیت" کے درمیان بہت مضبوط رشتہ قائم ہو چکا ہے۔ دانشورانہ سطح پر باربرا نے اسے مستحکم بنانے کی سعی کی ہے۔

امام احمد رضا
اور
مولانا محمدؐ طیّب عرب مکی

نظریہ تقلید' ایک تقابلی جائزہ

از پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (انڈیا)
(استاد ہمدرد یونیورسٹی دہلی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے "اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم" (ا) حکم' مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ اس آیت میں اللہ اور رسول کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت و فرمانبرداری کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ اولوالامر سے متعلق مفسرین نے مختلف خیالات و نظریات پیش کئے ہیں۔ کسی نے شیخ کسی نے مجتہد اور کسی نے سلطان مراد لیا ہے۔ ان مختلف نظریات اور اقوال کے درمیان درج ذیل تشریحات کی روشنی میں تطبیق دی جاسکتی ہے۔

اولوالامر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک دینی اور دوسرا دنیاوی اور دنیاوی کی مختلف توضیحیں کی جاسکتی ہیں۔ سیاست دان کے اعتبار سے سلاطین اولوالامر ہیں کیوں کہ ان کے ذمہ ملک کا نظم و نسق ہوتا ہے ملکی انتظامات میں ہمیں ان کی اتباع ضروری ہے۔ تدبیر منزل کے اعتبار سے گھر کا مالک اولوالامر ہے لہٰذا گھریلو امور میں اس کی اطاعت واجب ہے بصورت دیگر اختلافات رونما ہوسکتے ہیں جس سے فتنہ و فساد کا شعلہ بھڑک سکتا ہے۔

امر دینی یا تو ظاہری ہوگا یا باطنی اگر ظاہری ہے تو اسے شریعت کہا جائے گا اگر باطنی ہے تو اسے طریقت کا نام دیں گے شریعت کے اولوالامر مجتہدین اور طریقت کے اولوالامر مشائخ ہیں۔ اگر آیت میں اولوالامر سے امور دینیہ مراد لیا جائے تو ایسی صورت میں اللہ و رسول کے بعد مجتہدین کی اتباع' اطاعت' تقلید و پیروی لازم ہوگی اور تمام دینی امور میں انہیں کے ماتحت رہنا ہوگا کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ قرآن و حدیث کا جو مطلب جس کی سمجھ میں آئے اسی پر عمل کرے اور اسی کے مطابق فتاوے صادر کرے یہ مبنی برجہالت اور موجب فتنہ و فساد ہے۔ ابتداء کے اسلام میں اسی نظریئے کو کچھ اہل علم نے بڑھاوا دیا جس کے سبب چوتھی صدی ہجری تک عجب افراتفری کا عالم رہا اس دینی و فقہی انتشار میں

سلیمان داؤد ظاہری (متوفی ۲۷۰ھ) اور ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ) کا کلیدی کردار رہا ہے۔ سلیمان داؤد ظاہری نے تیسری صدی ہجری میں مجتہدین کی عام روش سے ہٹ کر ایک جداگانہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تیار کی۔ قیاسیات کی مخالفت کر کے ظاہر روایت پر عمل کیا اسی وجہ سے ان کے متبعین کو "ظاہریہ" کہا جاتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں ابن حزم پہلے تو مذہب تقلید پر کاربند ہوئے اور امام شافعی کو اپنا پیشوا تسلیم کیا پھر داؤد ظاہری کی اتباع کر کے فرقہ "ظاہریہ" سے وابستہ ہو گئے۔ پھر اسی فرقہ کی جرح و قدم کرنے لگے اور آزاد ہو کر خود امام الائمہ بن گئے ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) نے اس تبدیلئ فکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"صار الی مذھب اھل الظاھر و مھر فیہ باجتھاد زعمہ فی اقوالھم و خالف امامھم داؤدو تعرض لکثیر من ائمۃ المسلمین" (۲)

انہوں نے عام علماء کی روش سے ہٹ کر ایک نئے مسلک کی بنیاد ڈالی اور وہ احادیث جن پر قیاس ضروری تھا ظاہر پر عمل کر کے فتویٰ صادر کرنے لگے مثلاً بخاری شریف کی یہ حدیث

"لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری لم یغتسل فیہ" (۳)

اس حدیث کے متعلق ابن دقیق العید نے شرح الالمام باحادیث الاحکام میں ابن حزم کا ایک قول نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ہے۔

> "بستہ پانی قلیل ہو کہ کثیر اگر اس میں کسی انسان نے پیشاب کر دیا تو اس پیشاب کرنے والے کو اس پانی سے وضو اور غسل درست نہیں مگر دوسرے لوگوں کے لئے وہ پانی طاہر اور مطہر ہے اس سے وضو اور غسل دونوں جائز ہے کیوں کہ حدیث میں پیشاب کرنے والے کے حق میں نہی وارد ہے۔" (۴)

داؤد ظاہری اور ابن حزم کے علاوہ اور بھی عالم اسلام میں ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے خیال کے ماتحت ہو کر فتاوی صادر کئے تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے یہاں صرف پانی سے متعلق اہل علم کے نظریات کی ایک مختصر فہرست دی جا رہی ہے۔

۱۔ ایک صاحب کا یہ کہنا ہے کہ قلیلین سے کم پانی میں نجاست پڑ جانے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پانی گو کتنا ہی قلیل ہو جب تک اوصاف ثلثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو ناپاک نہیں ہوتا۔

۳۔ تیسرے اہل علم کی تحقیق یہ ہے **"الماء طھور لا ینجسہ شی"** پانی باوجود متغیر وصف ناپاک ہی نہیں ہوتا کوئی حدیث اوصاف ثلثہ کے باب میں وارد ہی نہیں ہوئی اور اگر ہے بھی تو متصل السند

نہیں۔

۴۔ چوتھے صاحب امام ظاہری کے متفق الرائے ہوئے کہ پیشاب سے تو پانی البتہ ناپاک ہو جاتا ہے اور پیخانے سے نہیں کیوں کہ حدیث پیشاب کے بارے میں ہے۔

۵۔ پانچویں صاحب ابن حزم کے ہم خیال ہوئے کہ اگر پانی ہی میں پیشاب کیا تو ناپاک ہو گا اور اگر کس ظرف میں کیا پھر پانی میں ڈال دیا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہو گا۔

آزادی ذہن کے باعث یہ مختلف قسم کے نظریات ابھر کر سامنے آئے جس سے ملت کا شیرازہ پارہ پارہ ہو گیا لوگ مختلف گروہوں میں بٹ گئے ایک خیال کے پیرو دوسرے خیال کے متبعین پر رد و قدح کرنے لگے۔ یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا نوبت بایں جا رسید کہ بعض اہل علم کو سخت و سست کہا گیا ان کی کتابیں پھاڑی گئیں اور ہر طرح ان پر طعن و تشنیع کی گئی جب اہل ہوش و خرد کو اس صورتحال کا احساس ہوا تو انہوں نے ملت کی نباضی کرتے ہوئے آپس میں مل بیٹھ کر چاروں آئمہ میں سے ایک کی تقلید کرنے پر اتفاق کیا کیوں کہ قرآن میں ہر نمازی کو امر کیا گیا ہے کہ دعا میں جن پر انعام کیا گیا ہے انہی کی تقلید کا سوال کرے جن کو **صراط الذین انعمت علیھم** سے تعبیر کیا گیا ہے اور سب کے نزدیک یہ بات مانی ہوئی ہے کہ چار امام مذاہب مشہور صالحین میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر خداوند تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔(۵)

ان چاروں اماموں کی تقلید کی دانشوروں کے فیصلے کی تشہیر کی گئی اور اس فیصلہ پر کثرت سے عمل کیا گیا اور دوسرے سارے مذاہب کالعدم قرار دیئے گئے ان تمام مذاہب کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور انہیں صرف کتابوں میں بند رکھنے کے ایک طویل داستان ہے جس کی کچھ تفصیل ابن خلدون کی شاہکار تصنیف المقدمہ میں دیکھی جا سکتی ہے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

> "دیار و امصار میں انہیں آئمہ اربعہ پر تقلید ٹھہر گئی اور ان کے سوا جو امام تھے ان کی مقلدین ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلافات کے دروازے اور راستے بند کر دیئے۔" (۶)

شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۸۰ھ) نے اس داستان کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔

> **"لما اندرست المذاھب الحقۃ الا ھذہ الاربعۃ کان اتباعھا اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنھا خروجا عن السواد اعظم" (۷)**

" مذہب اربعہ کے سوا دوسرے تمام مذاہب معدوم ہو گئے تو انہیں چاروں مذاہب کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ٹھہرا اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہوا۔"

چوتھی صدی ہجری میں آئمہ اربعہ کی تقلید پر اہل علم کا اتفاق ہو جانے کے بعد کسی ایک امام کی تقلید

کو ہی ذریعۂ نجات گردانتے رہے پھر تقریباً تین صدی بعد ساتویں صدی ہجری میں ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) اور اس کے شاگرد خاص ابن القیم (م ۷۵۱ھ) نے عام علماء کی روش سے ہٹ کر اس راستہ کو از سرنو رواج بخشا جس کی قیادت پچھلے ادوار میں داؤد ظاہری اور ابن حزم جیسے ظاہر پرست کر چکے تھے بظاہر یہ دونوں حنبلی المسلک تھے لیکن ان کے افکار آزادانہ ہوتے تھے جس کے سبب فکر میں بے راہ روی پیدا ہو ہی جاتی تھی۔ استاد شاگرد دونوں کے اہل علم ہونے پر تمام مورخین کو اتفاق ہے مگر ان کے عقل کے بارے میں ہر ایک نے تقریباً کمی کا اعتراف کیا ہے۔ ابن تیمیہ کے بارے میں صلاح الدین الصفوی (۷۶۴ھ) نے لکھا ہے۔

"عقلہ ناقص یورطہ المہالک و یوقعہ فی المضائق" (۸)

"ان کی عقل ناقص تھی جو انہیں ہلاکت اور تنگیوں میں ڈال دیا کرتی تھی۔

ابن تیمیہ کے شاگرد ابن القیم کے بارے میں شمس الدین الذھبی نے المعجم میں ان کے علمی کمالات کا اعتراف کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"لکنہ معجب برائہ سی العقل"

"لیکن وہ معجب الرائے اور سی العقل تھے۔ (۹)

داؤد ظاہری اور ابن حزم اندلسی کی روش کا جو اس دور کے علماء سواد اعظم نے سدباب کیا تھا ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم کے نقص عقل کی وجہ سے ان کا مسلک پھر ابھر کر سامنے آگیا اور پھر اس میں اس درجہ استحکام پیدا ہوا کہ آج بھی ابن تیمیہ کے افکار و خیالات کی ترجمانی کرنے والوں کی ایک مختصر جماعت موجود ہے جس کی تاسیس جدید بارہویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہاتھوں عمل میں آئی یہ بات اس لئے کہی جا رہی ہے۔

ابن تیمیہ نے جب دیگر تمام اسلامی فرقوں کے اعتقادات کے منافی غلط عقائد کا اظہار کیا تو دیگر اسلامی فرقوں کے علماء نے ہمیشہ اس کی شدید مخالفت کی اور محققین کی رائے کے مطابق ابن تیمیہ کے غلط عقائد ہی بعد میں "وہابی اعتقادات" کی بنیاد قرار پائے۔ (۱۰)

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے خیالات کی نشرواشاعت سے متعلق جو طریقہ اختیار کیا وہ انتہائی گھناؤنا اور قابل نفرین ہے بقول استاد جعفر سبحانی:۔

"محمد بن عبدالوہاب نجدی لوگوں کو اپنی غلط توجیہات پر مبنی توحید کو قبول کرنے کی دعوت دیتا اور جو لوگ اس کی دعوت قبول کر کے اس کے غلط عقائد کو تسلیم کر لیتے ان کا جان و مال محفوظ رہتا جبکہ اس کے برعکس وہ لوگ جو اس کی دعوت ٹھکرا دیتے انہیں جنگی کافروں کے زمرے میں شامل کر دیا جاتا اور ان کی جان لینا

اور مال لوٹنا حلال و مباح سمجھا جاتا۔" (۱۱)

شیخ نجدی کی انہی حرکتوں کی بنیاد پر ان کے والد عبدالوہاب اور ان کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب (۱۲۰۶ھ) ناراض ہو گئے بھائی نے تو شیخ نجد کے خیالات کا بڑی شدت سے رد کیا اور ان کے مسلک کی تردید میں الصواعق الالٰھیۃ رو فصل الخطاب فی الرد علی محمد بن عبدالوہاب لکھی۔ (۱۲)

جب اس وہابی مسلک کا بانی شیخ نجد محمد بن عبدالوہاب ہے تو اس کی نسبت بیٹے کی طرف نہ کرکے اس کے والد عبدالوہاب کی طرف کیوں کی گئی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرید وجدی لکھتے ہیں۔

"اگر اسے (وہابی مسلک) شیخ محمد سے منسوب کرکے "محمدیہ" نام دیا جاتا تو اس صورت میں اس امر کا خدشہ موجود تھا کہ اس مسلک کے پیروکار اپنے مسلک کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے منسوب کرکے اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے۔" (۱۳)

شیخ نجد نے کتاب التوحید لکھی اور اس میں اپنے نظریات و خیالات کو کفر و شرک کی زبان میں پیش کیا اور اکا دکا چند لوگوں کو چھوڑ کر پورے عالم اسلام کا فرو مشرک قرار دے ڈالا جس کے سبب عالم اسلام میں زبردست فساد اور فتنہ برپا ہوا کئی جنگیں ہوئیں جس میں مسلمانوں کا خون ناحق بہایا گیا۔

ہندوستان کی سرزمین پر اس نجدی فتنہ کی اشاعت ایک منظم سازش کے تحت انگریز حکومت نے شاہ محمد اسماعیل دہلوی سے کرائی انہوں نے "تقویۃ الایمان" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں شیخ نجد کے افکار و خیالات کی بھرپور ترجمانی کی شاہ صاحب کی اس کتاب کو اگر شیخ نجد کی "کتاب التوحید" کا ہندوستانی ایڈیشن کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ شاہ اسماعیل دہلوی کے قلم نے بھی کفر و شرک کی ندیاں بہائیں جس کی بہاؤ میں ان کے کچھ معتقدین کے علاوہ سارے اہل اسلام آگئے۔ سطور بالا کی تفصیل رد و مناظرہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

شاہ اسماعیل دہلوی کی اسی فکر کو میاں نذیر حسین دہلوی نے آگے بڑھایا اور غیر مقلدیت کا پرچار ان کی زیست کا حاصل ہو گیا اس میں انہیں وہ شہرت ملی کہ ان کے متبعین انہیں "فاتح حصار تقلید" کہنے لگے۔ (۱۴)

شاہ صاحب نے جن خطوط پر چل کر تقلیدی قلعوں کو پاش پاش کرنے کے لئے ناکام کوششیں کی تھیں میاں نذیر حسین نے بھی تقلید کو نیست و نابود کرنے کے لئے انہیں خطوط کو اپنایا بلکہ بعض معاملوں میں تو میاں صاحب نے اتنا تشدد برتا کہ ان کے اپنے بھی دائرہ اسلام سے باہر ہو گئے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کے زندگی بھر علمائے اہلسنت بطور خاص امام احمد رضا فاضل بریلوی سے علمی و مذہبی اختلافات رہے لیکن ایک موقع پر انہوں نے اپنے معتقدین سے یہ کہہ دیا کہ ہم لوگوں سے

امام احمد رضا کی مخالفت محبت رسول کی بنیاد پر ہے بلاشبہ وہ عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو انہیں بھی میاں صاحب کے معتقدین نے نہیں بخشا مولانا محمد اشرف میاں صاحب کی سوانح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مولوی اشرف علی صاحب ظاہر میں تو دیوبندی مشہور تھے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ اندرونی طور پر وہ وجودی المذہب اور بریلوی تھے۔" (۱۵)

مرتب سوانح نے مولانا اشرف علی تھانوی کا وہ عربی منظوم خط میں نقل کیا ہے جسے انہوں نے اپنے شیخ مولوی رشید احمد گنگوہی کی مدح میں لکھا تھا۔ خط کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

ایا مرشدی یا موئلی یا مغزعی
یا ملجائی فی مبدی و معادی
ارحم علی اباغیاث فلیس لی
کھفی سوی حبیبکم من زاد
فاذا الانام بکم وانی حائم
فانظرالی برحمتہ یا ھاد
یا سیدی للہ شیئا انہ
انتم لی المجدی و انی جاری

اس کے بعد مرتب نے وضاحتی نوٹ لگاتے ہوئے لکھا ہے۔

"ہر لفظ سے کفر و شرک ٹپک رہا ہے اگر یہی اشعار کوئی غیر مسلم اپنے بانی مذہب سے مخاطب کر کے کہتا یا کوئی قبر پرست بریلوی اپنے بزرگ سے التجا کرتا تو دیوبندی حنفیت کو کفر و شرک قرار دیتی لیکن اب چونکہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب مولوی رشید احمد گنگوہی سے کہہ رہے ہیں لہٰذا ڈر نہیں۔" (۱۶)

جس ذہن و فکر کی بنیاد داؤد ظاہری، ابن حزم، ابن تیمیہ نے ڈالی شیخ نجد محمد بن عبدالوہاب نجدی نے جسے پروان چڑھایا ہندوستان میں شاہ اسماعیل اور میاں نذیر حسین نے جس کی آبیاری کر کے تناور درخت کیا مدرسہ عالیہ رام پور کے سابق پرنسپل مولوی محمد طیب عرب مکی نے بھی اسی نظریئے کی تبلیغ کی اور اسی فکر کو درست جان کر احقاق حق کے لئے امام احمد رضا سے قلمی معرکہ آرائی میں سرگرم عمل ہوئے اور ایک عرصہ تک مسئلہ تقلید سے متعلق بزعم خویش ان سے بحث و مباحثہ کیا۔

مولانا محمد طیب کے والد شیخ محمد صالح مکی اور دادا شیخ محمد عبداللہ تھے۔ مکہ معظمہ میں ولادت ہوئی اور اپنی ننہال لامو (برٹش ایسٹ افریقہ) میں پرورش پائی بچپن میں کافی سیر و سیاحت کی انتہائی ذہین تھے خدا

نے انہیں اعلیٰ حافظہ عطا فرمایا تھا۔ بقول حافظ احمد علی خان شوق۔

"حاضر الذہن، ذکی الطبع قوی الحافظہ جلاء الطبیعہ ذو خلق حسن و فکاحتہ باذاق عالم تھے جامع فنون معقول و منقول ہر فن میں کچھ نہ کچھ اطلاع رکھتے تھے خصوصاً علم معقول کے امام تھے تاریخ نصاب عرب و محاضرات میں وسیع معلومات اور اعلیٰ تحقیق تھی عربی ان کی مادری زبان تھی۔" (۱۷)

عمر کا ایک تہائی حصہ سرزمین عرب پر گزارنے کے بعد تقریباً ۲۵ سال کی عمر میں ہندوستان تشریف لا کے پہلے تو انہوں نے بمبئی میں تجارت شروع کی دوران تجارت کسی منطقی مولوی سے دینی مسئلہ میں بحث ہو گئی علم معقولات سے واقف نہیں تھے ان فنون کا حصول کا شوق انہیں دامن گیر ہوا تو رام پور تشریف لائے اور مولانا عبدالحق خیر آبادی کی شاگردی اختیار کی۔ معقولات میں درک پیدا کرنے کے بعد کئی اہم تصانیف قلم بند کیں۔

مولوی محمد طیب عرب مکی کی تصوف کے قطعی مخالف تھے وہی غیر مقلدانہ ذہن و فکر اس میں بھی کار فرما تھا کہتے تھے۔

(تصوف) جوگیوں اور اشراقیوں کی نقل ہے اسلام سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے احداث فی الدین اور تکلف ہے۔ (۱۸)

عرب صاحب ایک عرصہ تک مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے پھر کچھ دنوں کے لئے ریاست حیدر آباد چلے گئے مگر وہاں کی فضا راس نہ آئی تو ندوۃ العلماء لکھنؤ سے منسلک ہو گئے ایک سال کی قلیل مدت وہاں گزارنے کے بعد دوبارہ رام پور واپس آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔

عرب صاحب نے کئی علمی گوشوں اور فنی موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے عربی ادب اور فن معقولات میں ان کی بیشتر تصانیف مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کی کل ڈیڑھ درجن تصانیف کا ذکر کتب تواریخ میں ملتا ہے۔ ۱۳۳۴ھ رام پور ہی میں وصال ہوا۔

امام احمد رضا اور مولانا طیب عرب مکی کے درمیان تقلید اور عدم تقلید سے متعلق قلمی بحث و مباحثے ہوئے اس کی تفصیل باضابطہ ایک کتاب کی متقضی ہے یہ مختصر مقالہ ان تفصیلات کا متحمل نہیں سردست ہم آپ کی توجہ ان علمی گوشوں کی طرف مرکوز کرائیں گے جس سے ان دانشوروں کے نظریات پرکھنے میں آسانی ہو اور ساتھ ہی ان حضرات کے اپنے موقف کی تائید میں دیئے جانے والے دلائل کی بھی نشاندہی کریں گے تاکہ ہر ایک فریق کی علمی عبقریت کا بھی اندازہ لگایا جاسکے۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ سے ان کی مراسلات علمی موضوعات پر ہوئے طرفین سے

عربی زبان میں سوال و جواب جس انداز سے ہوئے وہ عربی زبان وادب کا ایک حصہ ہیں امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت خوب تھی کہ جہاں کسی بھی شرعی اعتبار سے کوئی خامی نظر آئی اسے متنبہ ضرور کیا اور اگر اس نے پہلو تہی کی اور بحث و مباحثہ کرنا چاہا تو آپ نے ہر طرح اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

عرب صاحب نے امام احمد رضا سے تقلید اور تصرفات اولیاء سے متعلق قلمی مباحثے کئے چونکہ وہ خود غیر مقلد تھے اس لئے وہ تقلید کو کسی طرح روا نہیں گردانتے تھے جب کہ امام احمد رضا مقلد تھے۔ انھوں نے متعدد مقامات پر تقلید کو فرض قطعی لکھا ہے عرب صاحب چونکہ غیر مقلد تھے اس لئے ان کے نزدیک تقلید کی قطعی فرضیت ایک مضحکہ خیزبات تھی اس لئے انھوں نے ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ کو امام احمد رضا کے پاس ایک خط لکھا جس میں تقلید کی قطعی فرضیت پر تعجب کرتے ہوئے استبصار فرمایا لکھتے ہیں

"آپ کی بعض تصنیفوں میں یہ قول دیکھا کہ تقلید فرض قطعی ہے اس لئے مجھے تعجب ہوا مجھے تقلید کو مستحب جاننے کی ہدایت نہ ہوئی چہ جائے کہ وجوب پھر کہاں فرضیت وہ بھی مطلق نہیں بلکہ فرضیت قطعیہ اس وجہ سے میں آپ کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ مجھے اس کے دلائل کے بارے میں بتائیے نیز اس کی تعین کیجئے کہ تقلید کی کونسی قسم فرض قطعی ہے پھر مجھے بتائیے کہ مجتہدوں میں کسی کو کیونکر اختیار کرتے آیا تقلید سے یا اجتہاد سے۔" (۱۹)

امام احمد رضا نے ۲۰ جمادی الثانی کو عرب صاحب کے خط کا مبسوط جواب دیا جس میں انھوں نے ان کے پوچھے گئے سوال کا قرآن و حدیث کی روشنی میں پہلے تو انھوں نے دلائل و براہین کی روشنی میں تقلید ثابت کیا پھر پوری وضاحت کی پھر عرب صاحب کو مخاطب کر کے لکھا

ولو انک یا اخی فی هذا امی الکلام المبین الاغناک عن مراجعت مثلی المقلدین

"برادرم اگر اس معاملہ میں آپ قرآن عظیم کی طرف رجوع کرتے تو مجھ جیسے مقلد کی جانب رجوع کی حاجت نہ ہوتی۔" (۲۰)

امام احمد رضا نے پھر اس کے بعد قرآن کریم سے ان آیتوں کو بطور دلیل پیش کیا جس سے تقلید کا ثبوت فراہم ہوتا ہے دلائل کے انبار پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں

ما انت وایش انت حتی ل ایجب علیک التقلید (۲۱)

"آپ کیا؟ آپ کی حقیقت کیا؟ کہ آپ پر تقلید واجب نہ ہو۔"

پھر آپ نے عرب صاحب کے اس سوال کا تجزیہ کیا جس میں انھوں نے کہا تھا کہ "مجتہدوں میں سے کسی کو کیونکر اختیار کرے آیا تقلید سے یا اجتہاد سے" امام احمد رضا اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کہ آپ خود ہی اجتہاد و تقلید میں اس کا حصر کر چکے ہیں کہ برتقدیر اول کیا اپ کو علوم کے تمام اصول و فروع کی شاخوں میں اجتہاد پہنچتا ہے یا کسی میں پہنچتا ہے کسی میں نہیں برتقدیر اجر جس میں آپ مجتہد ہیں اس کی تعیین کیجئے اور جس میں مجتہد نہیں اس میں اپنی راہ بتایئے برتقدیر اول بلکہ وھی خواہ مخواہ معنی میں اسلئے کہ اگر تمام مواجہات میں آپ کے لئے اجتہاد حلال نہ ہوتا تو بعض فنون میں ضرور تقلید واجب ہوتی اور یہ برس کے برس اس کی طرف ہدایت پانے سے خالی نہ جانے (۲۲)

آخر میں انھوں نے اس بات کا دعوی بھی کیا ہے کہ غیر مقلدین فقہی مسائل اجتہادی کی دس گھڑی ہوئی صورتیں لایئے جن کا حکم خاص آپ نے استباط کیا ہو جس کی بنائے ظاہر و باطن و اول و آخر جرح و تعدیل و تاصیل کسی بات میں آپ دوسرے کی سند نہ پکڑیں (۲۳)

پھر یہ بھی لکھا کہ میرا کلام نفس تقلید کی محض ذات میں تھا اس میں کوئی اثر کسی قید کا نہ تھا تو خاص کسی نوع کی تعیین سے سوال کے کوئی معنی نہیں اور جس کلام کا مطلب صاف تھا کوئی اجمال نہ تھا اس کی شرح چاھنا کیا؟ ۲۴

امام احمد رضا کا یہ جواب ملنے کے بعد عرصہ تک عرب صاحب خاموش رہے پھر رجب کے مہینے میں کسی طالب علم کے ذریعہ اس خط کا جواب انھوں نے بریلی بھجوایا وہ لڑکا آپ کے دروازہ پر تشریف فرما ایک سید صاحب کو خط دے کر چلا آیا ان دنوں آپ درد کمر اور بخار میں مبتلا تھے مگر عرب صاحب کا مکتوب دیکھتے ہی فی الفور جواب دینے پر آمادہ ہو گئے جو خط عرب صاحب نے دیا تھا اس میں امام احمد رضا کے مبسوط خط کا جواب اس طرح تھا

"ان کتابک المنبی عما عندک فی التقلید و فرضیتہ القطعیتہ قد وصل وبہ السرور قد حصل لازلت موفقا و مھدیا (۲۵)

آپ کا نامہ تقلید اور اس کی فرضیت قطعیہ میں آپ کے اعتقاد سے خبر دینے والا آیا اور خاص اس کے سبب بیشک سرور حاصل ہوا آپ ہمیشہ توفیق پائیں اور ہدایت کے ساتھ رہیں"

اسی خط میں عرب صاحب نے اولیاء اللہ کے تصرفات کے بارے میں معلومات دریافت کی تھیں اور تصرف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"اگر اس معنی تصرف پر شرع سے کوئی دلیل ہو تو مجھے افادہ فرمائیں؟" خط کا آخری حصہ مسئلہ وجوب تقلید سے متعلق ایک وضاحت کی طلب سے وابستہ تھا کہ "آپ کا کلام مطلق تقلید میں ہے نہ مقید میں تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص معین کی خاص تقلید واجب نہیں؟ پس اگر آپ کی یہ مراد ہے تو ہمیں اس کی معرفت دیجئے ورنہ ھم سے اپنا مطلب بیان کیجئے۔"(۲۶)

عرب صاحب کے اس مراسلہ کا جواب ۲ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ ھی کو حکیم مولوی خلیل اللہ کے بدست رام پور عرب صاحب کے پاس بھجوا دیا اس خط میں عرب صاحب کے سوالوں کے قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جوابات تھے پہلے تو انھوں نے واجب اور فرض کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ واجب اور فرض میں زمین و آسمان کا فرق ہے پھر اس کی وضاحت کی کہ فرض دو طرح کا ہوتا ہے ایک علمی اور دوسرا عملی ہماری گفتگو فرض علمی سے متعلق ہے پھر کہاں جرات و استعجاب میں ڈوب کر لکھتے ہیں۔

"فمالی اراہ یعرف و ینکر و یخبر و یذہل عما یخبرو ان اولتہ بالافتراض القطعی فلم یقل بہ احد فی الخصوص النوعی ۲۷"

" اتنی بھی آسان بات آپ کی سمجھ شریف میں نہیں آئی جب کہ آپ کو تیس سال گہوارہ علم وفن میں رہنے کا دعوی ہے۔"

پھر آپ نے عرب صاحب کے تصرفات اولیاء سے متعلق ان خالص قرآنی بات کی نشاندہی کی ہے جس سے تصرفات کا پتا چلتا ہے آخر میں انھوں نے اپنی اس کتاب کا بھی ذکر کیا ہے جو اسی موضوع سے متعلق ہے جس کا نام "الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلا" (۱۳۱۱ھ) اور لقب اکمال الطامہ علی شریک سوی بالامور العامہ (۱۳۱۱ھ) ہے اس کتاب میں امام احمد رضا نے مسئلہ تصرف کو ساٹھ آیتوں اور تین سو حدیثوں سے مربوط کیا ہے اس تفصیلی خط کے شدید انتظار کے باوجود جب مولانا عرب مکی کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا اور تین ماہ گذر گئے تو آپ نے نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب قادری کے ہاتھ ذوالقعدہ کو یاددھانی کے طور پر تیسرا خط ارسال کیا اس خط سے مولانا عرب صاحب بہت جھلائے اس لئے ان کی پوری تحریر ذیل میں بعینہ نقل کی جارہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

و بعد فهذا رابع شهر مذارسلت الكتاب ولم تحر
الجواب و قد كان كصاحب السابق الماضی علیہ
خمستہ شهور مشتملا على اسئلتہ دینیتہ لامعتہ النور
فلم تجب عن هذا ولا عن ذاک مع انک انت البادی
فیما هناک وانا امهلک عدة ایام لتجیب مفصلا عن كل
مستطر فان مضی یوم الخمیس تاسع هذا الشهر
النفیس ولم یات منک الجواب تبین انک غلقت الباب
وطویت الصحف وجف القلم بما سیجف و للہ الحمد فی
الاولى والاخرة والصلوة الزاهرة والتحیات الفاخرة
علی سیدنا وصحبہ وعترتہ الطاہرۃ (آمین) (۴۸)
کتب عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ محمد
مصطفے النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لخمس
خلون من ذی القعدہ یوم السبت (۱۳۱۹ھ)

یہ خط ملنے پر مولانا عرب صاحب نہ جانے کیوں اس قدر برھم ہو گئے کہ ان کے غیض وغضب کا کوئی ٹھکانا نہ رہا اور ان کے اس خط کا جو جواب اور پھر اس کا جولب ولہجہ اور انداز تھا۔ وہ آپ بھی پڑھیے نہ بسم اللہ اور نہ سلام خط کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

وصلنی خطک المورخ ۵ ذوالقعدہ ۱۱ ذوالقعدہ فکیف اجیبک یوم التاسع ولکن امتثالا لامرک سیاتیکہ الجواب الذی تعلم بہ اننی ماسکت عن الجواب لاصیانتہ الاغلاطک ان تظهر ویجهلک ان یشهر

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت
وای عزیم فی التقاضی غریمها

(۴۹) محمد طیب

مولانا عرب صاحب نے خط ایسی بدحواسی میں لکھا کہ اس مختصر سے کارڈ میں متعدد بدحواسیاں ان سے سرزد ہو گئیں۔ مثلاً پہلی بدحواسی کہ ابتداء میں القاب و آداب تو درکنار اللہ عزوجل کا نام بھی چھوٹا جب کہ اس سے پہلے کہ دونوں خطوط مسنون طریقہ پر بسم اللہ شریف یا حمد وصلوٰۃ سے شروع کئے تھے مگر اس کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔ وصلنی خطک (تمہارا خط پہنچا) اور دوسری بدحواسی یہ ہوئی کہ انہوں

نے ایسا شعر لکھا جس میں انہوں نے خود کو لیلیٰ ثابت کیا حالانکہ اس شعر کا یہاں کوئی موقع نہ تھا۔ دہشت ، بدحواسی میں آسمان کا تھوکا اپنے منہ پر گرنے کے علاوہ ہوتا ہی کیا ہے۔

وحشت میں ہر ایک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

جب یہ خط امام احمد رضاؒ کو ملا تو انہوں نے ۹ ذوالقعدہ بروز جمعہ مولانا عرب صاحب کی جناب میں لکھا کہ:۔ **فجاء الکتاب ولم یات الجواب ولست متفرغا للجهل والسباب**(۳۰)

"آپ کا خط آیا اور جواب نہ آیا دور جہالت کی باتوں اور گالی گلوچ کی ہمیں فرصت نہیں اور ساتھ ہی اس خط کو احاطہ تحریر میں آنے سے دو دن قبل مجھ تک پہنچ جانے میں انتہائی تعجب ہے بہرحال جو میں نے وقت دیا ہے اگر وہ گزر گیا اور جواب نہ آیا تو میں سمجھوں گا کہ آپ کا دروازہ بند ہے اور آپ ہمت ہار چکے ہیں" ہوا یہی کہ روز موعود گزرا، اور جواب نہ آیا تو آپ نے پانچواں صحیفہ ارسال کیا اور پھر اسی صحیفہ مکالمہ کا اختتام فرمادیا اس خط میں لکھا تھا۔

بعد فقد مضى امس یومک الموعود بل زاد علیه الیوم الموجود یوم الجمعة المبارک المسعود ولم یات منک شی من المردود فانجلى الحجاب وانتهى الخطاب(۳۱)

بعد حمد وصلوۃ بلاشبہ کل آپ کا روز موعود گزر گیا بلکہ آج کا دن روز مبارک ہمایوں جمعہ اور زائد ہوا اور آپ کی طرف سے کچھ جواب نہ آیا تو پردہ کھل گیا اور مخاطبہ تمام ہوا" یہ آخری خط لکھ کر امام احمد رضا نے خاموشی اختیار کرلی مگر ان کے تلامذہ اور معتقدین نے انہیں معاف نہیں کیا۔ عرب صاحب کے اس تیسرے خط کے جواب میں مولانا واعظ الدین قادری اور مولانا عبدالکریم قادری بریلوی نے یکے بعد دیگرے جوابات دیئے اور عرب مکی کی لغزشات کا تعاقب کیا۔ پہلے تو عبدالکریم قادری نے "اطائب الصیب علی ارض الطیب (۱۳۱۹ھ)" میں لکھی اور اسے طبع کرا کر مولانا عرب صاحب کی خدمت میں رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا وہ کتاب مولانا عرب صاحب کو موصول ہو گئی جس کی دستخطی تحریر بھی ۳ محرم ۱۳۲۰ھ کو مولانا عبدالکریم قادری صاحب کے پاس آگئی۔ ابتداء میں تو ایک ہنگامہ تھا کہ مولانا طیب عرب صاحب اس کا جواب دیں گے۔ دیتے ہیں اب دیا مگر آٹھ ماہ گزر گئے کوئی جواب نہیں آیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ جواب چھپ گیا ہے اور بس آنے ہی والا ہے پھر معلوم ہوا کہ اس میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں دوبارہ شائع کرا کر بھیجا جائے گا۔ مگر یہ صرف ایک بہانہ تھا تقریباً چھ ماہ بعد وہی مولانا عرب کا ملاطفہ آیا ملاطفہ احباب کا تحلیل و تنقیدی جائزہ مولانا عبدالکریم قادری نے ایک دوسرے رسالہ میں لیا جس کا نام انہوں نے البرق المجیب علی بقاع طیب (۱۳۲۰ھ) رکھا۔ اس وقت ہمارے سامنے اس کتاب کے مخطوطہ کا عکس ہے جس کی مدد سے مولانا عرب کے ملاطفہ الاحباب کا وہ قضیہ سپرد قلم کر رہا ہوں۔

مولانا عرب صاحب کا یہ ملاطفہ مولانا عبد الکریم تک کس طرح پہنچا اور اس غیر معمولی تاخیر کی وجہ کیا تھی وہ لکھتے ہیں۔

"متعدد اخبار سے معلوم ہوا کہ عرب صاحب فرماتے ہیں مجھ سے غلطیاں ہو گئی ہیں وہاں یہ کتاب نہ بھیجوں گا دوبارہ بنا کر چھاپوں گا تو ان کو دوں گا۔" یہ خبریں بھی مہینوں سنیں پھر معلوم ہوا را[illegible]پور میں جو دوبارہ چھپوائی اس میں بھی عرب صاحب کو اپنی خطا نظر آئی اب تیسری بار طبع مراد آباد میں کرا رہے ہیں اس کے بعد بھیجیں گے۔ غرض اوائل ذالقعدہ ۱۳۱۹ھ سے آواخر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ تک سات مہینوں انتظار کر[illegible]ہا مگر افسوس نتیجہ ناقص و ناتمام ہی دکھایا۔ ۲۲ جمادی الاولیٰ کو آپ کی تحریر ملاطفہ رام پور ہی کی چھپی آئی اور اس کی نقاب کشائی نے صاف بتایا کہ یہ وہی ناقبول صورت ہے جس سے عرب صاحب خود پشیمان و پریشان اور اس کے بھیجنے سے خائف و ترساں تھے۔ اس ملاطفہ جس طرح عرب صاحب نے گل فشانیاں کی تھیں وہ ان کی عقل و فکر کی بھرپور عکاسی کر رہی تھیں۔ مولانا عبد الکریم اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔"معاذ اللہ کس کس بات کی حکایت کی جائے جب کہ عرب صاحب نے اپنی اجتہادی یکسر بلکہ زور تبحر میں خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نفس ایمان میں کلام کر دیا خود حضور کو عیاذا باللہ اپنی رسالت اور قرآن مجید کی حقانیت پر یقین نہ ہونا مان لیا (۳۳) **لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**

مولانا عبد الکریم نے ایک مبسوط تجزیہ کے بعد عرب صاحب کے ملاطفۃ الاحباب کو هفوات واباطیل کا پولندا قرار دیا اور ان کے علم و فن کے دعویٰ کی حقیقت کو سراب گردانا۔ امام احمد رضا اور مولانا عبد الکریم نے عرب کے ملاطفۃ الاحباب کی دھجیاں بکھیر دیں اور عرب صاحب کے فضل و کمال اور علم و فن کے غر[illegible] کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا المجمل المعدد کے مصنف مولانا ظفر الدین فاضل بہاری کے بقول درجہ ذیل کتابیں عرب صاحب کے اس ملاطفۃ کے رد میں منظر عام پر آئیں۔

(۱) العطر المطیب لنبت شفتہ الطیب (۱۳[illegible]ھ)

(۲) الامتہ النا صفتہ لکفریات الملاطقہ (۱۳[illegible]ھ)

(۳) الجا ئفتہ علی تھافت الفلا سفتہ (۱۳۲۲ھ)

(۴) سیاط لمودب علی رقبتہ المستعرب (۱۳۲۳ھ)

یہ جملہ کتابیں مسودہ ہیں ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں اس کے علاوہ کتابوں کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے جو مولانا عبد الکریم قادری کے قلم سے منصہ شہود پر آ گئی ہے۔

ماخذ و مراجع

(۱) القرآن النساء ۵۹۔

(۲) ابن خلدون المقدمہ ص ۲۴۳ مطبع خیریتہ قاہرہ ۱۳۲۲ھ۔

(۳) بخاری الجامع الصحیح (۷ : ۳۲) بریلی ۱۴۱۰ھ۔

(۴) ابن دقیق العید شرح الالمام بحوالہ او شحتہ الجید مصنفہ شوق نیموی ص ۸ مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۹۱ھ۔

(۵) محمد حسن مجددی طریق النجاۃ ص ۷ ترکی ۱۹۷۸ء۔

(۶) ابن خلدون المقدمہ ص ۲۴۴۔

(۷) شاہ ولی اللہ عقد الجید ص ۳۸ مطبع محمدی لاہور۔

(۸) صلاح الدین الصوری غیث الادب المجسم بحوالہ او شحتہ الجید ص ۱۱۔

(۹) شمس الدین الذہبی المعجم بحوالہ او شحتہ الجید ص ۱۲۔

(۱۰) جعفر سبحانی آئین وہابیت ص ۲۴ نئی دہلی ۱۹۹۰ء۔

(۱۱) نفس مصدر ص ۲۴۔

(۱۲) سلیمان بن عبد الوہاب الصواعق الالہیہ فی الرد علی الوہابیتہ ترکی ۱۹۷۷ء۔

(۱۳) فرید وجدی دائرۃ المعارف (۱۰ : ۸۷۱) بحوالہ آئین وہابیت ص ۲۰۔

(۱۴) محمد اشرف نتائج التقلید ص ۱۵ لاہور ۱۹۴۵ء۔

(۱۵) نفس مصدر ص ۴۶۔

(۱۶) مصدر سابق ص ۴۸۔

(۱۷) احمد علی شوق تذکرہ کاملان رام پور ص (۸) بار اول دہلی ۱۹۲۹ء

(۱۸) مصدر سابق ص ۱۸۶۔

(۱۹) رسائل رضویہ (۱ : ۲۹۱) مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور۔

(۲۰) نفس مصدر (۱ : ۲۹۲)

(۲۱) نفس مصدر (۱ : ۲۹۶)

(۲۲) نفس مصدر (۱ : ۳۰۴)

(۲۳) نفس مصدر (۱ : ۳۰۴)

(۲۴) نفس مصدر (۱ : ۳۰۴)

(۲۵) نفس مصدر (۱ : ۳۰۶)

(۲۶) نفس مصدر (۱ : ۳۰۷)

(۲۷) نفس مصدر (۱ : ۳۱۰)

(۲۸) نفس مصدر (۱ : ۳۲۱)

(۲۹) نفس مصدر (۱ : ۳۲۴)

(۳۰) نفس مصدر (۱ : ۳۲۸)

(۳۱) نفس مصدر (۱ : ۳۹۲)

(۳۲) عبد الکریم ابرق المجیب ص ۲۴ مخطوطہ

(۳۳) نفس مصدر ص ۲۵

(۳۴) ظفر الدین قادری المجمل المعدد ص ۳۱ لاہور ۱۹۷۶ء

اعلیٰحضرت امام احمد رضا ہمہ صفت موصوف

از پروفیسر محمد اکرم رضا
(استاد گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ)

زمانہ ماہ و سال کے جال بنتا ہوا صدیوں کی مسافتیں طے کرتا رہتا ہے۔ وقت مدتوں زندگی کے مرکب پر سوار کسی دانائے راز کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔ تاریخ ماضی کے عبرت کدوں کا مشاہدہ کرتی عہد حال کی تمناؤں سے کھیلتی دور استقبال کے رازی' غزالی کے لئے محو آرزو رہتی ہے اور پھر جب زندگی قضا و قدر کی ہمہ گیریت کے پس منظر میں اپنا مقصود و مدعا ڈھونڈتی ہے تو اسے امام احمد رضا خاں کی صورت میں ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت اس حقیقت کی مصداق بن کر عطا ہوتی ہے کہ۔

قرن ہا باید تا یک مرد دل پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

"ہمہ صفت موصوف" بظاہر ایک ادبی ترکیب ہے۔ ناممکن حد تک مشکل اور بہت حد تک ناقابل یقین مگر جب یہی ادبی ترکیب امام احمد رضا خاں کی خداداد صلاحیتوں کی وسعت بے کراں میں اپنا محل استعمال ڈھونڈتی ہے تو فطرت کے ناممکنات علم و عمل کے ممکنات میں ڈھل جاتے ہیں اور صداقتوں کے مطلع فاران پر ایک روشن وجود عظمت اسلاف اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نقیب بن کر صورت خورشید جلوہ گر ہونے لگتا ہے۔ اس خورشید جہانتاب کی منتشر کرنیں جو کم و بیش ایک ہزار کتب پر محیط ہیں ایک قالب میں ڈھلتی ہیں تو وقت کا منصف امام احمد رضا خاں کو ہمہ صفت موصوف کی خلعت جاودانہ بخش دیتا ہے۔

احمد رضا خاں فاضل بریلوی' ایک نام' ایک تاریخ' ایک حقیقت' ایک صداقت' ناقابل تردید سچائی' آفاقیت سے عبارت محسن ملت اسلامیہ' نامور فقیہ' عظیم المرتبت محدث' علوم اسلامیہ پر کامل دسترس رکھنے والا دانشور' حالات کی لانیحل گتھیاں سلجھانے والا نابغہ روزگار' جلیل القدر عالم دین' زندگی کی عقدہ کشائی کرنے والا مدبر' رفیع المرتبت مفسر قرآن' تاریخ کے اسرار و رموز منکشف کرنے والا دانائے راز' ملت اسلامیہ کے دور زوال میں شکوہ ماضی بخشنے والا بطل جلیل' سیدنا ابوحنیفہ کے فکر و تدبر کی پہچان بن کر ابھرنے والا اجل رشید' چٹائی پر بیٹھ کر دلوں پر حکومت کرنے والا بے تاج بادشاہ'

علوم اسلامی کے ساتھ ساتھ علوم ہندسہ' ریاضی' ہیئت' فلسفہ' اقلیدس' ارضیات' نجوم سمیت نجانے کتنے فنون پر یکساں دسترس رکھنے والا عبقری' ایک ذات میں انجمن کا وجود لئے۔ ایک قلب میں لاتعداد علوم کا بحر ذخار لئے ہوئے اور سب سے بڑھ کر اپنی لافانی نعت نگاری کی خوشبو سے مشام ہستی کو معتبر کئے ہوئے شاعر مشرق کے لفظوں میں۔

بخشے ہیں مجھے حق نے جوہر ملکوتی
خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

میں وقت کے آئینہ خانے میں کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ عالمگیری سلطنت کا آفتاب گہنا چکا ہے برطانوی سامراج برصغیر پاک و ہند پر اپنے استبدادی پنجے گاڑ چکا ہے۔ مسلمان غلامی کی شب دیجور کو اپنا مقدر سمجھ کر انگریز کی اطاعت کو مشیت ایزدی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ احساس زیاں دلوں سے رخصت ہو چکا ہے۔ انگریز اپنی استبدادیت کو مضبوط تر کرنے کے لئے مسلمانوں پر بار بار ضرب کاری لگا رہا ہے۔ امام فضل حق خیر آبادی' مفتی عنایت احمد کاکوری' مولانا کفایت علی کافی' مولانا احمد اللہ مدراسی جیسے آزادی پسند علماء کے تصور سے اسے دہشت آتی ہے۔ وہ وقت کے ابو الفضل اور فیضی ڈھونڈ رہا ہے۔ ملت اسلامیہ برصغیر کے اجتماعی ضمیر پر ضرب کاری لگانے کے لئے وہ قادیانیت کی صورت میں ایک پودا لگاتا ہے کہ ایک روز یہ نخل ثمر آور بنے گا۔ رافضیت اور خارجیت مسلمہ عقائد کا وجود خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ لاہوتی کو ختم کرنے کے لئے نجد کے صحراؤں سے ایک آندھی اٹھتی ہے جسے محمد بن عبدالوہاب کی تائید حاصل ہوتی ہے اور بہت سے سادہ لوح مسلمان توحید پرستی کے زعم میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فراموش کر بیٹھتے ہیں جو کہ ایمان کی اساس ہے۔ مسلم زعماء دھڑا دھڑ ایسی تصانیف پیش کر رہے ہیں جن سے جہاد کی مذمت اور انگریز کی اطاعت کی تعلیم ملتی ہے۔ انگریزی سامراج کے سائے میں پرورش پانے والا ہندو مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کے لئے فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ وطن پرستی کے نام پر ہندو' مسلم علماء کے ایک طبقے کو شیشے میں اتار کر ہندو مسلم سکھ بھائی بھائی کا نعرہ لگا کر دو قومی نظریہ اسلام کی دھجیاں بکھیرنے پر تلا ہوا ہے۔ مسلم زعماء کی اسلامی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ خلافت کی تحریک چلاتے ہیں تو برصغیر کے سب سے بڑے اسلام دشمن مسٹر گاندھی کو منبر و محراب کی زینت بنانے لگتے ہیں۔ مصلحت کے اسیر' ان مسلمانوں کو سبھاش چندر بوس اور پٹیل میں عظمت اسلاف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ مسلم تہذیبی اداروں کو ہندو سیاست کا مرکز بنایا جا رہا ہے۔ اصلاح عقائد کے نام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت' آپ کے کردار اور لامتناہی علم کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ امکان کذب باری کے سلسلہ میں خدا کی ذات بھی احتساب سے بالاتر نظر نہیں آتی۔ یہ دور کٹھن بھی ہے اور پرفتن بھی' تحریک ترک موالات کے نام پر پہلے سے پسماندہ مسلمانوں کے گھر لٹوائے جا رہے ہیں۔ مسائل بے شمار ہیں مگر اتنے مصلحین ایک ہی وقت میں کس طرح دستیاب ہو سکتے ہیں!

اہل ایمان روشنی کی کرن کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ کو حضرت مولانا نقی علی خاں کے گھر جنم لینے والے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی صورت میں برصغیر کے مسلمانوں کو وہ شخصیت عطا ہوتی ہے جو گفتار کی غازی اور کردار کی دھنی ہے۔ جس کی زبان محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر سے فیض ترجمان بن چکی ہے۔ اس دانائے راز کی نظر مسلمانوں کی سیاسی' اخلاقی اور مذہبی ابتری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن تحریکات پر بھی پڑتی ہے۔ اس کے ارادوں میں سنگ خارا کی سختی اور سمندروں کی فراخی ہے۔ اس کا حوصلہ پہاڑوں سے سربلند اور فہم انسانی کی وسعتوں سے ماورا ہے۔ اسے احساس ہے کہ اسے چومکھی جنگ لڑنا ہے۔ اسے ایک ہی وقت میں کئی دشمنوں سے جنگ کرنا ہے وہ مدافعت کا ہی نہیں بلکہ غنیم کی صفوں پر آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے انداز بھی جانتا ہے۔

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے جب اسلامیان برصغیر کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو انہیں یہ دل عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرارت سے محروم نظر آئے۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ مرکز و محور ہے جس کے گرد روح ارضی طواف کرتی ہے۔ امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو عقیدت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تپش سے آشنا کرنے کے لئے آپ نے اپنی تمام فکری' نظری' علمی' عملی' روحانی' قلمی اور ادبی و شعری صلاحیتوں سے کام لیا۔ اعلیٰ حضرت بجا طور پر سمجھتے تھے کہ جب تک امت اسلامیہ عشق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خضر راہ نہیں بنائے گی اس وقت تک منزل آشنا نہیں ہوسکے گی۔ عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں ضو فگن کرتے ہوئے جب آپ نے ماحول پر ایک نظر ڈالی تو ایسی کتب کثیر تعداد میں نظر آئیں جن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور گستاخی کے پہلو غالب تھے اس پر اعلیٰ حضرت کا دل تڑپ اٹھا۔ آپ نے ان کتب کے مصنفین کی توجہ کفریہ عبارات کی طرف مبذول کروائی تو بجائے اس کے کہ یہ حضرات بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں معذرت کے طالب ہوتے انہوں نے اسے انا کا مسئلہ بنالیا اور اپنی گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتب پیش کرنے لگے۔ اب اعلیٰ حضرت کا قلم حرکت میں آچکا تھا اس دور میں جبکہ ہمارے بیشتر علماء۔

رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

کے مصداق غفلت کی نیند سو رہے تھے اعلیٰ حضرت نے کاروان عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حدی خوان کا کردار ادا کیا۔ آپ نے نہ صرف ان کفریہ عبارات کو رد کیا بلکہ سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور خصائل و فضائل واضح کرنے کے لئے درجنوں تحقیقی اور تاریخی کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ "حدائق بخشش" عشق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل دستاویز ہے۔ عشق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں آپ کے بدترین مخالف بھی آپ کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو آپ کے لئے توشہ آخرت جانتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال پر جناب اشرف علی تھانوی کا اظہار تعزیت اور آپ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کو خراج

عقیدت پیش کرنا بلاشبہ ۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

کا مصداق ہے مولانا تھانوی نے فرمایا.....

"میرے دل میں احمد رضا کے لئے بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔"

(چٹان۔ لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء)

اعلیٰ حضرت کا شعر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دلوں کو تا ابد ایمانی حرارت سے آشنا کرتا رہے گا۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پہ پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

حضور سرور کائنات علیہ الصلواۃ والتسلیم کے در اقدس سے محبت ہی اعلیٰ حضرت کو "ہمہ صفت موصوف" کا اعزاز عطا کرگئی۔ ہمہ صفت موصوف کا درجہ خود سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ تو عطائے خداوندی ہے۔ آپ کے اساتذہ میں اپنے دور کے نامور علماء شامل تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اس تیزی اور علمی لگن کے ساتھ ان سے علوم حاصل کئے کہ تیرہ سال دس ماہ کی مدت میں عالم کامل کی حیثیت سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ فتویٰ نویسی میں والد محترم کا ہاتھ بٹانے لگے اور چند ہی دنوں میں ان کے خداداد جوہر اس طرح آشکارا ہوئے کہ آپ نے اور آپ کے والد محترم نے ایک ہی فتوے کا جواب لکھا۔ علمائے رام پور نے باپ کی نسبت بیٹے کے فتوے پر کثرت سے تصدیقات لکھیں۔ انصاف پسند باپ نے بیٹے کی پیشانی چومی، سینے سے لگا کر فتویٰ نویسی کا شعبہ مکمل طور پر ان کے سپرد کردیا۔ یہ تھے اعلیٰحضرت، برصغیر کے غالباً سب سے کم عمر مفتی۔

(سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خاں)

یہ کم عمر مفتی اس سے قبل صرف چھ سال کی عمر میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک بڑے مجمع میں تقریر کرکے اور پھر آٹھ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی میں شرح لکھ کر ایک عالم کو اپنے درخشاں مستقبل کا خاکہ مہیا کر چکا تھا۔

(تذکرہ علمائے اہلسنت صفحہ ۴۲، ۴۳)

بڑے بڑے مصنفین جب اپنی تصنیفات کی فہرست گنوانے لگتے ہیں تو پچاس کی تعداد تک پہنچتے پہنچتے ان کی سانس پھولنے لگتی ہے۔ ایک ہزار کتب کی تعداد سے قطع نظر ایسے تمام علوم و فنون جن پر امام احمد رضا کو مکمل عبور حاصل تھا جدید تحقیق کے مطابق وہ تقریباً بہتر ہیں۔ ان میں سے کئی فن تو ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محققین ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔ حدیث، قرآن، فقہ، صرف و نحو تو ایسے علوم ہیں جن پر بہت سے علماء دسترس رکھتے ہوں گے مگر ریاضی، جبر و مقابلہ،

تکسیر، ہیئت، توقیت، جفر اور ارثما طیقی جیسے فنون پر نہ صرف عبور رکھنا بلکہ کتب تصنیف کر دینا بلاشبہ اسی کا افتخار تھا جس نے "ہمہ صفت موصوف" کی خلعت جاودانی زیب تن کرنا تھی۔

آج میں وقت کے شیش محل میں کھڑا امام احمد رضا خاں کا روشن سراپا دیکھ رہا ہوں۔ اس شیش محل میں نصب لاتعداد آئینوں میں اعلیٰ حضرت کے عکس حسین کی جلوہ گری ہے۔ ہر عکس دوسرے سے بڑھ کر جامع اکمل اور دل آویز ہے ایسی جامعیت اور قابلیت کہ ۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

اسی جامعیت کا ایک دل آویز تاثر امام احمد رضا کے حفظ قرآن کے واقعہ سے ہوتا ہے جو اسلامی تاریخ میں امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد دوسرا واقعہ ہے۔ بعض لوگ آپ کو عقیدت سے حافظ لکھ دیتے تھے حالانکہ آپ حافظ نہیں تھے۔ آپ کو اس کا شدید رنج تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا۔

"میں حافظ نہیں مگر لوگ مجھے حافظ لکھ دیتے ہیں لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ وہ غلط ثابت ہو"

رمضان شریف کا مہینہ آیا تو آپ نے روزانہ ایک پارہ حفظ کرنا شروع کردیا۔ روزانہ دن میں ایک پارے کا ورد کرتے اور رات تراویح میں سنادیتے۔ تیسواں روزہ آیا تو آپ تیسوں پارے حفظ فرما چکے تھے۔

اب امام احمد رضا خاں کی شخصیت علمی و فقہی کمالات اور سیاسی بصیرت کے لحاظ سے اپنے کمال کو چھو رہی تھی۔ آپ کا جذبۂ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رنگ لے آیا تھا۔ آزادی کے متوالے شمع حریت پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے میدان عمل میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ایسے تاریخ ساز لمحات میں بعض حضرات گاندھی کو ولی ثابت کرنے میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کے اس ازلی دشمن کو مسجد و محراب میں لاکر منبر پر بٹھایا جارہا تھا۔ اسی دوران میں تحریک خلافت چلی اور اس کے ساتھ ہی تحریک ترک موالات کا بہت شہرہ ہوا۔ اگرچہ ان تحریکات میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے کئی مسلم راہنما پیش پیش تھے مگر ان تحریکات کو گاندھی اور موتی لال نہرو جیسے مسلم دشمن ہندو لیڈروں کی آشیرباد حاصل تھی۔ بھلا گاندھی کو خلافت اسلامیہ کے قیام سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔ وہ تو صرف اسلام کے خرمن کو جلتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وطنیت کا نعرہ بلند ہوا۔ دیوبند کے جناب حسین احمد مدنی اور جمعیت العلماء کے راہنماؤں کو مذہب سے بڑھ کر وطن اتنا پیارا لگا کہ انہوں نے گاندھی کو سیاسی راہنما اور جواہرلال نہرو کو سیاسی رفیق تسلیم کرلیا۔ ان لوگوں کو پاکستان کا نقشہ پلیدستان کی صورت میں نظر آرہا تھا۔ یہ لوگ خود کو مکمل طور پر ہندوؤں کی آغوش میں

دے چکے تھے۔ انہیں محمد علی جناح قائد اعظم نہیں بلکہ کافر اعظم نظر آتے تھے۔ ایسے عالم میں امام احمد رضا خاں نے کس طور ملت اسلامیہ کی راہنمائی کی اس کی ایک جھلک مشہور مورخ میاں عبدالرشید کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔

"آپ (اعلیٰ حضرت) کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے میدان سیاست میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی سخت مخالفت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہندو مفادات کو تقویت پہنچا رہے تھے۔ حضرت بریلوی کا موقف یہ تھا کہ کافروں اور مشرکوں سے مسلمانوں کا ایسا اشتراک عمل نہیں ہو سکتا جس میں مسلمانوں کی حیثیت ثانوی ہو۔ انہوں نے گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں کو مساجد میں لے جانے کی مخالفت کی کیونکہ قرآن پاک کی رو سے مشرکین نجس اور ناپاک ہیں۔ آپ قائد اعظم کی طرح تحریک عدم تعاون اور تحریک ہجرت دونوں کے مخالف تھے کیونکہ یہ دونوں تحریکیں اس براعظم کے مسلمانوں کے مفادات کے منافی تھیں...... حضرت بریلوی کا کہنا تھا کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کی ابھی ایک آنکھ کھلی ہے انہیں چاہئے کہ وہ دونوں آنکھیں کھولیں یعنی ابھی وہ صرف انگریز کی مخالفت دیکھ سکتے ہیں۔ ہندو کا تعصب اور عداوت نہیں دیکھ پائے۔"

(جہان رضا مرتبہ۔ مرید احمد چشتی۔ ۱۴۰۱ھ)

امام احمد رضا خاں انگریز دشمنی کے ساتھ ہندو دشمنی کے بھی قائل تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا دکھاوے کے لئے جب بھی ساتھ دیا تو ساتھ ہی ترک گاؤکشی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات کے زمانے میں (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۲۲ء) ترک گاؤکشی کا مطالبہ کیا گیا تو مسلم عمائدین نے سیاسی پلیٹ فارم سے اس کی تائید کر دی۔ اعلیٰ حضرت نے ہندوؤں کے مخفی عزائم کو بھانپ کر ان کی دکھاوے کی دوستی اور مسلم عمائدین کی ہندو نوازی کا بھرم کھول کر سلطنت اسلامیہ کے لئے راہ ہموار کی۔ تحریک آزادی ہند کے ایک دور میں بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر اکساتے رہے۔ اس ہجرت کا فائدہ ہندوؤں کو ہی پہنچا۔ کسی ہندو نے ہندوستان نہ چھوڑا بلکہ یہ ملک چھوڑنے والوں کی جائیدادیں اونے پونے داموں میں خریدتے رہے اور جب یہ خود ساختہ مہاجرین ذلت و خواری کے بعد واپس آئے تو ان کے لئے گھر اور گھاٹ دونوں کا تصور خواب بن چکا تھا۔

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا

رسالہ اعلام الاعلام، انفس الفکر فی قربان البقر اور دوام العیش میں ان ہی مسائل کے بارے میں بحث ملتی ہے۔ امام احمد رضا خاں سے ترکی کے حکمراں کی حالت چھپی نہ تھی۔ وہ اسے سلطان تو سمجھتے

تھے مگر خلافت اسلامیہ کا سربراہ ہونے کے ناطے خلیفۃ المسلمین ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آپ کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں خلیفۂ اسلام کے لئے شرائط اور ان کی اتباع و حمایت کے احکام جدا جدا تھے۔ قدرت نے حضرت بریلوی کے موقف کی اس طرح تائید کی کہ ہندوستانی علماء تو گاندھی کو ساتھ ملا کر نام نہاد خلافت کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے اسلام کے بہت سے بنیادی اصولوں سے روگردانی کرتے رہے اور ادھر ترکی کے اندر مصطفیٰ کمال پاشا نے باطل قوتوں کے خلاف آگ اور خون کے دریا عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاط ثانیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود ہی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کردیا۔ کمال اتاترک کا یہ اعلان اعلیٰ حضرت بریلوی کی فقہی بصیرت' سیاسی پختگی' دینی استواری اور مستقبل بینی کا بین ثبوت تھا یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کی مسلمانوں کی بہبودی کے لئے تمام تدابیر خدا کی تقدیر کا پر تو لئے ہوئے تھیں کہ

ڈھلتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

جب سورج چمکنے لگتا ہے تو اس کی روشنی کو کم کرنے کے لئے سائے منڈلانے لگتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ

سورج کا ہے کام چمکنا سورج آخر چمکے گا

آپ کے حاسدین اور معاندین نے آپ کی ہندو دشمنی اور گستاخانہ عبارات پر ان کو ٹوکنے کی پاداش میں آپ پر انگریز دوستی کا الزام عائد کردیا۔ جب اس الزام کی نوعیت اور اس سے متعلق امور کا جائزہ لیا گیا تو یہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے تمام حریت پسندوں سے بڑھ کر انگریز دشمن ثابت ہوا۔ آپ کے مزاج آشنا سید الطاف علی بریلوی اس صورت حال کا یوں جائزہ لیتے ہیں۔

"سیاسی نظریئے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں یا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً" راہ و رسم نہ تھی"۔

(گناہ بے گناہی ص ۴۳)

اور ڈاکٹر سید الطاف حسین کے لفظوں میں۔

"تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ شائد کبھی بولا نہ گیا ہو کیونکہ حقیقت اس کے قطعاً" برعکس تھی۔"

(معارف رضا ۱۹۸۵ء ص ۸۱۔ ۸۲)

یہ اعلیٰ حضرت کا فیضان ہے کہ آپ نے اس وقت ہندو' انگریز اور دوسرے تمام غیر مسلموں سے مقاطعہ کی تعلیم دی جب بڑے بڑے سیاسی زعما ابھی منقار زیر پر تھے۔ آپ کی یہی صدائے رندانہ کام کر گئی مولانا عبدالباری فرنگی محلی' مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جیسے خلافتی راہنماؤں اور ہندو اشتراک کے داعیوں نے اپنے گزشتہ فیصلوں پر ندامت کا اظہار کر کے مسلمانوں کے علیحدہ قومی اور اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے کا اعلان کیا۔

(حیات صدر الافاضل ص ۴۳'۴۴'۱۷۴)

آپ کی مساعی رنگ لا کر رہی۔ آپ کی تعلیمات' تصانیف' ارشادات' خطبات اور آپ کے زیر انتظام کام کرنے والے دینی مدارس کے اساتذہ علماء اور برصغیر کے تمام ممتاز مشائخ نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے جو پہلے ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے یقیناً آپ کی تعلیمات سے اثر قبول کیا ہو گا اور یہ اسی جذبے کا فیضان ہو گا کہ اقبال نے اعلان کر دیا کہ۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

اور پھر اقبال کا یہ نعرہ مستانہ بھی اس فیضان اعلیٰ حضرت کی کڑی نظر آتا ہے۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
حسین احمد زدیوبند ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں علماء مشائخ اہل سنت و جماعت کی مساعی کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ علماء و مشائخ بلاشبہ اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ دو قومی نظریہ کی سربلندی کے لئے کام کر رہے تھے۔ تحریک پاکستان کا ہر مشکل مرحلہ شاہد ہے کہ ان علماء و مشائخ نے ہر قسم کی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر کام کیا۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس وقت سے ایک عرصہ پیشتر امام احمد رضا خاں دار فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اس روز اس مرد کامل کی روح عالم قدس میں فرط مسرت سے جھوم رہی ہو گی کہ آج ان کے محبوب ممدوح دو عالم حضور محمد مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثنا کی عظمت کا پرچم تھام کر چلنے والا قافلہ منزل سے ہمکنار ہو چکا ہے۔

فطرت کے مقاصد سے عیاں اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

"ہمہ صفت موصوف" کوئی مخصوص سانچہ نہیں کہ جس میں جب چاہا کسی محبوب شخصیت کو ڈھال لیا۔ یہ تو تاریخ کا اعزاز اور فطرت کا افتخار ہے اور قدرت مدتوں کی آرزو مندی کے بعد امام احمد

رضا جیسی ہمہ جہت شخصیت عطا کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ قدرت بڑے کاموں کی انجام دہی کے لئے بڑے لوگوں کو تخلیق کرتی ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کو احساس تھا کہ ان کی مہلت زندگی مختصر ہے مگر انہیں اپنے حصے کا بہت سا کام ابھی کرنا ہے۔ ایک مشاق جنگ آزما کی طرح وہ ان تمام محاذوں پر کامیابی سے لڑے جن کا ہم نے ابتداء میں ذکر کیا ہے۔ کامیابی ہر گام پر ان کے قدم چومتی رہی باطل قوتیں ہر ہر قدم پر فرار اختیار کرتی رہیں۔

انگریز کا خود کاشتہ پودا "قادیانیت" کی صورت میں زمین میں جڑیں پکڑ رہا تھا۔ انگریزی حکومت ہر ممکن طریق سے قادیانیت کو نواز رہی تھی تاکہ مسلمانوں کی مرکزیت یعنی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم دم توڑ جائے۔ ناسمجھی یا کم فہمی کی بنا پر بعض دیوبندی اور اہلحدیث علماء کی تحریریں بھی ان کو جواز مہیا کر رہی تھیں۔ اس دور پر آشوب میں امام احمد رضا کی تصنیف الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۱۳۴۰ھ) قول فیصل بن کر طلوع ہوئی۔ آپ کی بانگ درا نے قادیانیت کے ایوانوں میں لرزہ طاری کردیا۔ اس کے علاوہ السوء والعقاب (۱۳۲۰ھ)، المبین ختم النبین (۱۳۲۶ھ) اور "قہر الدیّان علیٰ مرتد بقادیان" جیسے علمی و فقہی شہ پارے تخلیق کر کے ثابت کردیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی اور مجدّد تو کجا ایک عام انسان کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔ ایسے عالم میں جبکہ حکومت وقت قادیانیوں کو زبردستی مسلمان قرار دینے پر تلی ہوئی ہو اور عامۃ الناس بھی انگریز کے اس معنوی فرزند کے سیاسی مضمرات سے غیر آگاہ ہوں اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے بے شمار بھولے بھٹکے مسلمانوں کو پھر سے جادۂ حق پر گامزن کر کے عشق سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت لازوال سے بہرہ ور کردیا۔

اس ہمہ صفت موصوف امام اہل سنت کے لئے کٹھن ترین مسئلہ اپنے اسلاف کے مسلّمہ عقائد و نظریات کی تبلیغ و ترویج تھی قدرت ان کو ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری کے لئے منتخب کر چکی تھی۔ اعلیٰ حضرت تو عشق کے بندے تھے۔ وہ کسی کو چھیڑنا یا کسی کی دلآزاری کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن جہاں ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خطرے میں ہو جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شخصیت کو مسخ کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے آزمائے جا رہے ہوں۔ جہاں حضور کی ذات، آپ کی نورانیت، بے مثال بشریت، علم غیب کو بازیچہ اطفال بنا کر رکیک عبارات لکھی جا رہی ہوں۔ جہاں حضور کے خصائص و فضائل سے انکار کیا جا رہا ہو۔ جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے محاسن قدسی کو نشانہ بنانے کے لئے بے محل تراکیب اور توہین آمیز تشبیہات واستعارات سے کام لیا جا رہا ہو۔ وہاں آقائے دوعالم افتخار آدم و بنی آدم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ غلام کہ جسے عبدالمصطفےٰ ہونے کا دعوی تھا کب تک خاموش رہتا اور کیوں خاموشی اختیار کرتا؟ اگر اعلیٰ حضرت خاموش رہتے تو ان کی خاموشی منافقت اور مصلحت اندیشی کا دوسرا نام ہوتی۔ وہاں تو آتش نمرود آپ کو کردار خلیل کے لئے آمادہ کر رہی تھی کہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لاالہ الا اللہ

یہی حکم اذاں اب امام احمد رضا کا مقدر بن چکا تھا۔ آپ نے گالیاں کھائیں، طعنے سنے، آپ پر بدعتی اور مشرک ہونے کے فتووں کی بوچھاڑ کردی گئی۔ شیشے کے گھروں کے مکین آپ پر سنگ باری کر رہے تھے۔ آپ کی شخصیت کو مسخ کیا جارہا تھا۔ آپ پر عدالتوں میں مقدمے دائر کئے جارہے تھے۔ رقیبوں نے انگریزی تھانوں میں رپٹ لکھوادی تھی۔

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مگر اس مرد حق آزما کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ گالیوں خراج وصول کرتا رہا۔ اغیار کی سنگباری پر مسکراتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ تمام ابتلائیں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالاتری کے نام پر اس پر نازل ہورہی تھیں۔ اب فقط مدافعت کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ حریفوں کے قلعوں پر ضرب کاری لگانے کا وقت تھا۔ سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس پر سایہ فگن تھی رحمت خداوندی شامل حال تھی۔ اس نے زبان سے ڈھال کا اور قلم سے تلوار کا کام لیا اور تمام باطل قوتوں کو للکارتے ہوئے کہا۔

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

عظمت و شان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا حق ادا کردیا۔ آپ نے خصائص مصطفوی اور مقامات نبوت کے نام پر درجنوں کتب تصنیف کیں۔ آپ نے اور آپ کے شاگردوں اور متاثر علماء نے بے شمار مناظرے کئے۔ مگر آپ نے کہیں بھی سوقیانہ یا رکیک زبان استعمال نہیں کی البتہ اس زبان پر ضرور اعتراض کیا جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں اغیار نے استعمال کی۔

حج کی سعادت نصیب ہوئی تو علمائے مکہ نے علم غیب سے متعلق چند سوالات آپ کی خدمت میں پیش کئے اور صرف دو دن میں ان کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا۔ طبیعت ناساز اور امدادی کتب موجود نہ ہونے کے باوجود آپ نے محض اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ان تمام سوالات کے مدلل جوابات صرف آٹھ گھنٹے کے اندر تحریر فرمائے جو چارسو صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب کی صورت میں تھے۔ آپ نے اس کتاب کا نام رکھا۔

الدولتہ المکیتہ بالمادۃ الغیبتہ (۱۳۲۳ھ)

مدینہ منورہ کے عالم جلیل شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن سعید السندی مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ اس کتاب کو پڑھ کر آپ کے دلائل و براہین اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سے اتنے متاثر ہوئے کہ

بے اختیار اس کتاب پر آٹھ صفحات کی تقریظ رقم کردی جس میں امام احمد رضا کو اس لقب خاص سے یاد فرمایا۔

"مجدد المائۃ الحاضرہ موئید الملۃ الطاہرۃ"

(امام احمد رضا اور عالم اسلام از ڈاکٹر مسعود احمد ص ۱۲۰)

مجدد ملت کا یہ لقب آپ کو بلاد ہند سے عطا نہیں ہوا بلکہ یہ تو دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس فضاؤں کا کرم تھا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

امام احمد رضا خاں کی "ہمہ صفت موصوف شخصیت" اب بلاشبہ مقام مجددیت پر فائز ہو چکی تھی اور یہ فقط سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم تھا شیخ ہدایت اللہ مہاجر مدنی کی ذات تو فقط ایک بہانہ تھی۔

.....☆☆☆.....

قادیانیت اور گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ نے رافضیوں اور خارجیوں کے نظریات پر بھی قرآن وسنت کی روشنی میں مثبت تنقید کی' اثنا عشری حضرات جب اہل بیت کے نام پر عاشقان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہمدردیاں حاصل کر رہے تھے اور ڈر تھا کہ یہ فتنہ ملت احناف کی صفوں میں رخنہ اندازی کا باعث نہ بن جائے اس مقصد کی خاطر آپ نے رد الرفضۃ (۱۳۲۰ھ)' الادلۃ الطاعنۃ (۱۳۰۶ھ) اور رسالہ تعزیہ داری (۱۳۲۱ھ) تصنیف فرمائے۔ ان کتب میں آپ نے شیعہ حضرات کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے ان کی رسوم اور بہت سے عقائد کو دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصادم قرار دیا۔ شیعہ حضرات کی اصلاح کے لئے آپ نے اور بھی کئی رسائل لکھے۔ اس ضمن میں بعض رسائل اہلسنت و جماعت کی اصلاح عقائد کے لئے تحریر فرمائے کہ اور کوئی تحریک اصلاح کے پردے میں ان کی تخریب کا سامان مہیا نہ کردے۔

اور پھر چشم فلک نے اس ہمہ صفت موصوف شخصیت کی عظمت کا ایک اور حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد' صدر شعبہ اسلامیات پروفیسر سید سلیمان اشرف کی معیت میں ریاضی کا ایک اہم مسئلہ دریافت کرنے کے لئے خانقاہ عالیہ بریلی شریف میں حاضر ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد برصغیر میں ریاضی کے معاملہ میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ انہیں ایک مسئلہ درپیش تھا کئی نامور ریاضی دانوں سے رجوع کیا گیا مگر گتھی الجھی ہی رہی۔ ناچار سفر یورپ کا ارادہ کیا۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف جو کہ امام احمد رضا خاں کے مرید اور خلیفہ تھے جب انہیں معلوم ہوا تو اپنے وائس چانسلر کے پاس پہنچے اور کہا کہ یورپ کا سفر ملتوی کردیں۔ میں آپ کو ایک بوریا نشین کے پاس لئے چلتا ہوں آپ کا ریاضی سے متعلقہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ بعد از اصرار سر ضیاء الدین احمد حضرت سید سلیمان اشرف کی معیت میں خانقاہ عالیہ بریلی شریف میں پہنچے تو اعلیٰ حضرت بیمار تھے۔ پاس بلالیا۔ مسئلہ دریافت کیا اور پھر فرمایا کہ عام سا مسئلہ ہے ابھی حل ہوا جاتا

ہے۔ ایک کاپی منگوائی۔ اس پر بڑی تعجیل سے کچھ لکھا اور کچھ اشکال بنائیں اور پھر یہ صفحات سر ضیاء الدین احمد کو پیش کردیئے سر ضیاء الدین احمد فرط تعجب سے حیران رہ گئے۔ یہ اسی مسئلے کا حل تھا جس نے انہیں برسوں سے پریشان کر رکھا تھا اور جس کے لئے وہ بلاد یورپ کے ریاضی دانوں سے ملنے کے لئے بیرون وطن جانے والے تھے۔ حیرت کے مارے زبان نہ کھلتی تھی۔ بڑی مشکل سے پوچھا "حضرت آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟" اعلیٰ حضرت نے فرمایا "میں نے تو اپنے والد محترم سے جمع تفریق ضرب اور تقسیم کے قاعدے سیکھے تھے ریاضی کی مزید تعلیم کے متعلق والد صاحب نے ارشاد فرمایا "کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ علوم تم کو خود سکھادیئے جائیں گے"۔ سر ضیاء الدین احمد بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ علم لدنی ہے اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مولانا احمد رضا خاں کسی نظر نہ آنے والی کتاب سے دیکھ رہے ہوں۔

چند دنوں بعد سہارن پور میں ڈاکٹر صاحب کو چائے کی دعوت دی گئی۔ اس میں سپاسنامہ پڑھا گیا جس میں کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب ریاضی میں یگانہ روزگار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جوابی تقریر میں کہا "ان الفاظ کے مستحق مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔ وہ واقعی اپنا جواب نہیں رکھتے۔"

...☆☆☆.....

"ہمہ صفت موصوف" کی ترکیب بظاہر تین الفاظ کا مجموعہ ہے مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس ترکیب کی مصداق شخصیت کو تین صدیوں کی ذہانت و فطانت اور علمی و فقہی لیاقت عطا ہوئی ہو۔ جیسا کہ ہم نے ابتدا میں عرض کیا کہ امام احمد رضا خاں نے چودہ سال کی عمر میں فتویٰ نویسی کا منصب سنبھال لیا تھا۔ فتویٰ نویسی انتہائی مشکل کام ہے۔ آپ کے پاس ملک کے طول و عرض سے روزانہ درجنوں خطوط ایسے آتے تھے جن میں مختلف مسائل دینیہ کے حوالے سے جواب طلب کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت فوراً جواب لکھواتے۔ آپ کے فتاویٰ کے تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ آپ کے فتاویٰ کے مجموعہ کا نام ہے۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ)

ان فتاویٰ کی بڑے سائز پر بارہ جلدیں ہیں۔ ہر جلد بڑی ضخیم ہے اس کی گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ امام احمد رضا خاں کے مدرسہ کے دارالافتاء میں بکثرت فتوے آئے۔ آپ فتویٰ نویسی کا فرض بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے انجام دیتے۔ آپ جواب میں تاخیر روا نہ رکھتے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں "بھائیو! میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو سارے جہاں کے پروردگار پر ہے۔ اگر وہ چاہے"۔

مولانا احمد رضا خاں کے فتوے عربی' اردو' فارسی اور انگریزی میں ہیں۔ مطبوعہ مجلدات میں اول الذکر تین زبانوں میں فتوے ہیں انگریزی فتوے ان قلمی مجلدات میں ہیں جو بریلی شریف میں محفوظ ہیں

مولانا محمد احمد مصباحی ماہنامہ پاسبان (الہ آباد جولائی ۱۹۷۹ء) میں لکھتے ہیں۔

"عرصہ ہوا فتاویٰ کی ایک قلمی جلد میں، میں تو یہ دیکھ کر سخت حیرت میں پڑ گیا کہ انگریزی کا جواب انگریزی میں ہے اور جواب بھی مختصر نہیں بہت مبسوط ہے"۔

فتاویٰ رضویہ کی جلدیں بہت ضخیم ہیں۔ اگر ان کو تدوین کے جدید تقاضوں کے تحت مرتب کیا جائے تو تقریباً پچاس مجلدات ہو جائیں گی۔

...☆☆☆.....

امام احمد رضا خاں علوم قدیمہ اور جدیدہ پر بیک وقت یکساں دسترس رکھتے تھے۔ آپ کا ایک اہم کارنامہ قرآن حکیم کا ترجمہ ہے جس پر آپ کے فیض یافتہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے حاشیہ تحریر کیا ہے اعلیٰ حضرت نے ۱۳۳۰ھ میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جبکہ آپ کے معاصرین مولانا محمود الحسن دیوبندی، مولانا اشرف علی تھانوی اور ابوالکلام آزاد کے تراجم بہت بعد کے ہیں۔ آپ نے ترجمہ مبارک کا نام **کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن** (۱۳۳۰ھ) رکھا آپ کا ترجمہ ادبی، لغوی، معنوی اور فقہی کمالات کا جامع ترین مرقع ہے۔ آپ کے ترجمہ کا مقابلہ جب آپ کے معاصرین کے تراجم سے کرتے ہیں تو اس کی معنویت اور اجاگر ہو جاتی ہے۔ آپ کا اسلوب ترجمہ قابل تعریف اور انداز بیان ایک علمی وقار لئے ہوئے ہے۔ اس میں سلاست ترنم بھی پائی جاتی ہے جو کہ قرآن کا خاصہ ہے۔ فہم و تدبر اور بصیرت آفرینی کا پیغام ملتا ہے۔ سب سے بڑھ کر آداب الوہیت اور احترام رسالت سے آگاہی ہوتی ہے۔ خدا اپنے حبیب سے کس طرح مخاطب ہوتا ہے ایسے مقامات پر فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت ہمیں توحید کی عظمت اور احترام رسالت کی حقیقی تقاضوں سے آشنا کرتی ہے۔ جو شہرت سرفرازی اور مقبولیت کنزالایمان کے حصے میں آئی ہے وہ کسی اور ترجمہ قرآن کو نصیب نہیں ہو سکی فروخت کے لحاظ سے یہ ترجمہ ریکارڈ اشاعت کا حامل ہے اور برصغیر کی تاریخ میں کسی عالم دین کا ترجمہ اتنی زیادہ اقسام میں اور اس کثرت سے فروخت نہیں ہوا۔ یہ سب عشق سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہے۔

سب یہ صدقہ ہے عرب کے جگمگاتے چاند کا
نام روشن اے رضا جس نے تمہارا کر دیا

امام احمد رضا خاں کی چاند جیسی اجلی شخصیت کو گہنانے کے لئے آپ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بہت سختی اور شدت سے کام لیا ہے جو مختلف وقفوں سے اس "ہمہ صفت موصوف" امام اہلسنّت کے فقہی و نظری مقام کو فروتر کرنے کے لئے بار بار دہرایا جاتا ہے۔ الزام دہرانے والے الزام عائد کرنے سے پیشتر آپ کی فقہی عظمتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اگر سب نہ ہوتا.... تو خوب تھا.... ہم الزام عائد کرنے والوں کے اس بہانے سے شکر گزار ہیں کہ کسی طور وہ امام اہلسنّت کی عظمت کے قائل تو ہوئے۔ آپ نے

مخالفین کا تعاقب کرتے ہوئے اگر کبھی کہیں شدت اختیار کی ہے تو اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مسلمان خواب غفلت میں مدہوش تھے وقت تیزی سے گزر رہا تھا انہیں ہوش میں لانے کے لئے میر کارواں کے سخت رویئے کی ضرورت تھی۔

مخالفین نے توہین مصطفیٰ پر مبنی گستاخانہ عبارات اس بے تکلفی سے لکھی تھیں کہ دہراتے ہوئے ذرا بھر بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی تھی اور وہ بار بار عبارات کی تائید اور تکرار کئے جا رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو خدا نے ناموس مصطفےٰ کی پاسداری اور مذہب امام اعظم ابو حنیفہ کی پاسبانی عطا کی تھی جب پاسبان اپنے گھر کو لٹتا ہوا دیکھتا ہے تو لا محالہ جوش میں آجاتا ہے اور پھر یہاں احمد رضا خاں کی ذات زیر بحث نہیں مخالفین کے تیر تو والی گنبد خضرا کا رخ کئے ہوئے تھے۔

ان سب باتوں کے باوجود اعلیٰ حضرت نے حتی الامکان شدید رویہ اپنانے سے گریز کیا ہے جب بھی کسی تحریک میں اسلام دشمنی کی جھلک نظر آئی تو پہلے اس کے راہنماؤں کو محبت و شفقت سے سمجھایا۔ اور جب وہ مصر رہے تو اسلامیان برصغیر کے ایمان و عقائد کو بچانے کے لئے حقائق پیش کر دیئے۔

حضور اعلیٰ حضرت نے بہت حد تک تکفیر سے گریز کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مجھ پر تکفیر بازی کا الزام کثرت سے اس لئے لگایا جا رہا ہے کہ میں اعلائے کلمتہ الحق سے باز آجاؤں۔

فاضل بریلوی ہر کلمہ گو کو مسلمان قرار دیتے تھے۔ مگر وہ روح اسلام کو اس کے قول و عمل میں جیتا جاگتا دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ مخالفین کو اس حد تک چھوٹ دیتے ہیں جس حد تک قول و عمل شریعت سے متصادم نہ ہوں۔ وہ ہر اس شخص کو جو دین میں نئی نئی باتیں داخل کرتا ہے بدعتی قرار دیتے تھے (احمد رضا خاں اعلام الاعلام (۱۳۰۶ھ) ص ۵)

اعلیٰ حضرت کے مخالفین کا آپ پر تکفیر بازی کا الزام لگانے کا ایک سبب تو مسلکی اختلاف ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ انہوں نے آپ کی کتب کا مطالعہ ہی نہیں کیا ورنہ وہ آپ کی حد درجہ احتیاط پسندی کو دیکھ کر اپنے الزام کو دہرانے پر اصرار نہ کرتے۔ امام احمد رضا بریلوی کی اسی صداقت شعاری حق گوئی اور حزم احتیاط کو دیکھتے ہوئے مدینہ منورہ کے ایک مقتدر عالم دین شیخ عبدالقادر توفیق شبلی طرابلسی مدرس حرم طیبہ کی تحریر کا عربی ترجمہ پیش ہے۔

"ہمارے سردار علماء نے اس وقت تکفیر کی راہ اختیار کی جب کہ نور ثبوت پایا۔ اور آئمہ مجتہدین کی قطعی محبتوں پر اعتماد فرمایا نہ محض اندازے اور خبر کی بنیاد پر اس دن کا خوف کرتے ہوئے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی"۔ (حسام الحرمین)

"ہمہ صفت موصوف شخصیت" اپنے ماحول ہلاتے رسوم و رواج اور مذہبی و شرعی تقاضوں سے بے خبر نہیں ہوتی۔ فاضل بریلوی بہت بڑے مصلح دین، مذہبی سیاسی بصیرت سے بہرہ ور راہبر اور عوام کے دلوں کی دھڑکنوں میں بسنے والے فقیہ العصر تھے۔ اس لئے آپ کی نظر برصغیر کے مسلمانوں میں

رواج پذیر ہونے والے غیر اسلامی تہذیب رسوم و رواج پر بھی تھی۔ آپ مجدد ملت تھے اس لئے تجدید دین کا فریضہ انجام دیتے ہوئے غیر اسلامی شعائر سے کس طرح پہلو تہی کر سکتے ؟ چنانچہ آپ کو جہاں کہیں بھی خلاف اسلام اور غیر شرعی رسوم نظر آئیں آپ نے فوراً ان کے استیصال کی کوشش شروع کر دی۔ آپ نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی سنت کو تازہ کیا۔ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے مسلمان راہنما گائے کی قربانی ترک کردینے پر زور دے رہے تھے۔ آپ نے باقاعدہ کتاب لکھ کر اس فتنہ بازی کو ختم کیا۔ شریعت کی بالاتری واضح کرتے ہوئے فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

"شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا"۔

عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جس کا کوئی پیر یا مرشد نہیں ہے اس کا پیر ابلیس ہے اس سلسلہ میں فاضل بریلوی اہل ایمان کی راہنمائی کے لئے فرماتے ہیں۔

"انجام کار رستگاری .... کے واسطے صرف نبی کو مرشد جان لینا کافی ہے"۔

(السنیہ الانیقہ۔ احمد رضا خاں ص ۱۲۴)

لیکن آپ بیعت و مریدی کے خلاف بھی نہیں بلکہ اصلاح باطن کے لیے اس کو مفید قرار دیتے ہیں۔ (ایضاً۔ ص ۱۴۱)

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مسلمان بزرگوں کے مزارات پر جاکر سجدہ ہائے تعظیمی کرتے ہیں۔ فاضل بریلوی سجدہ تعظیمی کے خلاف اپنے ایک مستقل رسالے میں لکھتے ہیں کہ۔

"سجدہ حضرت عز و جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً" شرک مبین و کفر مبین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ و کبیرہ بالیقین

(احمد رضا خاں۔ الزبدۃ الزکیہ التحریم سجود التحیہ ص ۵)

مسلمانوں میں فاتحہ سوئم، چہلم، برسی وغیرہ کا رواج عام ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی روح کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس میں غیر ضروری لوازمات کو بے اصل بتایا ہے اسی طرح وہ ایصال ثواب کی روح تسلیم کرتے ہیں۔ میت کی فاتحہ و ایصال ثواب میں وہ غرباء اور مستحقین کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے خلاف ہیں کہ امیروں اور برادری کے لوگوں کو بلا کر اہتمام سے کھانا کھلایا جائے۔

(محمد مصطفیٰ رضا خاں۔ الملفوظ حصہ سوم ص ۴۵)

فاضل بریلوی نے زیارت قبور کے لئے عورتوں کے بے محابا گھومنے، میت کے گھر جمع ہو کر کھانے پینے اور نامحرم پیروں کو محرم سمجھ کر ان کے سامنے آنے سے منع فرمایا۔ زیارت قبور کے لئے قبرستان جانے سے عورتوں کو سختی سے روکا ہے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری

کو مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ مردوں اور عورتوں کا اس دربار میں حاضر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔
قبور پر چادریں چڑھانے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ایک وقت میں صرف ایک چادر چڑھائیں اور جب وہ پھٹ جائے تو دوسری چادر کا اہتمام کریں۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر اس کے دام صاحب قبر کی ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دے دو تو زیادہ ثواب ہوگا۔ آپ نے اعراس پر آلات موسیقی اور مزامیر کے استعمال سے روکا ہے۔ آپ نے اعراس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر اس کو شرعی قیود سے انتہائی مقید کر دیا ہے۔

شادیوں، شب برات اور دوسرے تہواروں پر آتش بازی کو حرام قرار دیا اور ایسی شادی میں شرکت کی ممانعت کی جہاں محرمات شرعیہ کا ارتکاب ہو آپ نے ملت اسلامیہ کو ہر مرحلے پر اسراف سے روکا ہے۔ آپ بدعات کو مذہب و معاشرت دونوں کے لئے مضر سمجھتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان میں نیکی کی طرف رغبت کی صلاحیت نہیں رہتی ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ معاصی اور خصوصاً کثرت بدعات اسے اندھا کر دیتا ہے۔ اب اس میں حق کو دیکھنے سمجھنے غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے۔"

(محمد مصطفیٰ رضا خاں۔ الملفوظ ۱۳۳۸ھ حصہ سوم ص ۵۴)

فاضل بریلوی نامور محدث، عالم دین اور فقیہ ہی نہیں تھے عظیم المرتبت روحانی شخصیت بھی تھے۔ آپ سلسلہ قادریہ میں مارہرہ کی خانقاہ عالیہ برکاتیہ کے تاجدار قطب زماں حضرت سید آل رسول شاہ مارہروی رحمتہ علیہ سے بیعت تھے۔ پیر روشن ضمیر نے مرید باصفا کی پیشانی پر آثار سعادت دیکھ کر اسی وقت روحانی خلافت اور اجازت سے نواز دیا تھا۔ ایک طرف علوم دینیہ کا کمال اور دوسری طرف علوم روحانیت کا جمال۔ اس جمال و کمال نے آپ کی شخصیت کو مرجع خلائق بنا دیا۔ دور دور سے تشنگان شوق آتے اور آپ کی بارگاہ روحانیت میں حاضری دے کر معرفت خداوندی کی منزل سے ہمکنار ہوتے۔ آپ کی خانقاہ اہل دل کا سہارا اور بے شمار درماندوں کا قرار تھی۔ آپ بلاشبہ دلوں کی مملکت پر حکمرانی کرنے والے صاحب تصوف تھے۔ آپ کے حلقہ ارادت سے فیضیاب ہونے والوں کی کثیر تعداد آپ کے روحانی مراتب کی روشن دلیل ہے۔ جو ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ میں آیا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو کر رہ گیا۔ آپ کے فیضان صحبت نے حق پرستوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر دی جو نظریاتی اور اسلامی محاذ پر پامردی سے لڑنا جانتی تھی۔ تحریک پاکستان سے تخلیق پاکستان تک آپ کے خلفاء اور مریدین نے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی حمایت میں جو کردار ادا کیا وہ ہماری تاریخ حریت و آزادی کا روشن ترین باب ہے۔

.....☆☆☆.....

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی صفات اور محاسن کا تذکرہ کرنے لگیں تو ذہن میں طے شدہ محاسن کی ترتیب کے مندرجات آپس میں الجھنے لگتے ہیں۔ مضامین کا اس کثرت سے نزول ہوتا ہے کہ پہلے سے طے شدہ ترتیب کے بطن سے ایک نئی ترتیب جنم لینے لگتی ہے آپ کی نعتیہ شاعری بذات خود ایک جامع اور مکمل مضمون ہے جس پر کئی تنقیدی کتب لکھی جاچکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ راقم اسی قافلہ عقیدت کا ایک رکن ہے۔ فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری ایک ایسا سدا بہار گلشن ہے جو ہمیشہ بہاروں سے خراج جاودانی لیتا رہے گا۔ بے مثل ترکیبات' برمحل استعارات' خوبصورت تشبیہات' دلاویز بلاغت' ایمان آفرین فصاحت' معنوی جگمگاہٹ' ظاہری تب و تاب' پرشکوہ مضمون آفرینی' حسن تغزل کی جلوہ گری' عقیدت کی چمکتی ہوئی کہکشاں' محبت وارامت کا مہکتا مہکتا گلستاں۔ کہیں آنسوؤں کی برساتیں ہیں تو کہیں روتے دلوں کی مناجاتیں۔ کہیں قلب مضطر کی بے قراریاں ہیں تو کہیں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگساریاں' کہیں جمال طیبہ کے نظارے ہیں تو کہیں پلکوں کی کناری پر لرزتے ہوئے عقیدت کے ستارے۔ ان تمام دلاویزیوں کو قرطاس و قلم کے واسطے سے ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو اس کا نام "حدائق بخشش" (۱۳۲۵ھ) بنتا ہے۔ ایک طرف "حدائق بخشش" کی معنوی بلاغت اور مضمون آفرینی ہمیں اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور طبیعت اور قلم کو اپنی دلاویز ہمہ گیریت کا اسیر بنا رہی ہے اور دوسری طرف موضوع کی پابندی ہمارے راہوار فکر و قلم کو پابند کئے جا رہی ہے۔ اس "ہمہ صفت موصوف" ثناخوان مصطفےٰ علیہ التحیتہ والثناء کے کلام بلاغت نظام کے محض چند اشعار درج کرنے کی سعادت حاصل کر کے آگے بڑھ رہے ہیں۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

☆○☆

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

☆○☆

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

☆○☆

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

☆○☆

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

☆○☆

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

☆○☆

میں ایک بار پھر تاریخ کے دوراہے پر ہمہ صفت موصوف شخصیت کے حوالے سے مجدد ملت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی عظمت کا پرچم اٹھائے کھڑا ہوا ہوں۔ یہ وہی شخصیت ہے جو صرف میری محبوب نہیں بلکہ کروڑوں اصحاب شوق کے دلوں میں بستی ہے۔ جس نے ساری زندگی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا میں بسر کردی اہل ایمان تمام زندگی اس کے اوصاف محاسن اور خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے رہیں گے۔ جس طرح محب اپنی یاد کے حوالے سے کبھی بھی محبوب سے الگ نہیں ہوتا اسی طرح عبدالمصطفےٰ محمد احمد رضا خاں کے تذکار میں مجھے تذکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک آرہی ہے فطرت کے قاضی نے اسے مجدد ملت کا لقب بخشا تو اس نے تجدید دین اور اصلاح عقائد کا حق ادا کردیا۔ وہ سچائی اور صداقت کا پیکر مجسم تھا جس نے جھوٹ اور مصلحت کے کوچے سے کبھی آشنائی نہ کی۔ وہ ایک فرد واحد تھا مگر پوری ملت کا ترجمان وہ ایک مرد حق تھا مگر پوری ملت اسلامیہ کے عقائد کا پاسبان وہ غوث الاعظم کا پرچم بردار' امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کا پاسدار' غزالی کے تدبر کا افتخار' رازی کی گرہ کشائیوں کا امانتدار' شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تعلیمات کا شارح' مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی شان تجدید کا آئینہ دار' امام فضل حق خیر آبادی کی حق گوئی کا علمبردار اور علامہ کفایت علی کافی کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درشاہوار تھا۔ اس کا اپنا کوئی نہیں تھا وہ تو عمر بھر عظمت وشان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مصروف جہاد رہا وہ کسی نئے فرقے کا بانی نہیں تھا بلکہ وہ تو زندگی کی آخری ساعتوں تک اسلام کی نشاط ثانیہ کے لئے محو عمل رہا۔ وہ کسی جدید نظریئے کا خالق نہیں تھا بلکہ اس کے دل کی دھڑکنیں گنبد خضرٰی کی نورانی ملحتوں سے حیات نو لیتی رہیں۔ مگر اس کے باوجود اس کا نام برصغیر پاک وہند میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں سنیت کا اظہار اور عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز بن چکا ہے۔ اب وہ محض ایک شخص نہیں رہا بلکہ اس کا نام لیتے......

پوری صدی کی داستان عشق وعقیدت کا ایک ایک ورق ہماری عقیدتوں کا خراج لے کر اس کے وجود تنہا کو پوری صدی پر محیط کردیتا ہے۔

آخر وہ مجدد ملت جو ٹھہرا
آخر وہ ہمہ صفت موصوف جو ٹھہرا

ئیں شاید اس کے لیے بہت کچھ کہہ کر بھی کچھ نہ کہہ پاتا مگر قدرت نے اس کے قلم سے اس کے مقام سربلند کا تعین کردیا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

میں "ہمہ صفت موصوف" کے سانچے کو اپنے ادراک سے سربلند اور اس کی ترکیب کو اپنی کمتر بصیرت کے حوالے سے ناممکن تصور کر رہا تھا مگر جب امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی رفعتوں کا تصور کیا تو یہ سانچہ بھی ان کی ہمالہ صفت شخصیت کے مقابلے میں محدود اور مختصر نظر آیا۔

☆ ایک شخص بے شمار علوم پر حاوی
☆ علوم قدیمہ و جدیدہ پر یکساں عبور رکھنے والا غزالی؟
☆ صورت و سیرت میں، عشق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری سے مزین مرد کامل
☆ چٹائی پر بیٹھ کر زندگی کے لاینحل عقدے سلجھانے والا صاحب اسرار
☆ انگریز، ہندو، سکھ سب سے اپنی قوت کا لوہا منوانے والا پیکر حریت
☆ دو قومی نظریہ کے نام پر غلبہ دین حق کے لیے جدوجہد کرنے والا محسن اسلام
☆ زبان و بیان اور ادب و انشا کے موتی بکھیرنے والا عظیم دانشور

عظمت اسلام کے نام پر مردان حریت کو جرات عمل سکھانے والا سالار قوم
بدعات اور خلاف اسلام رسوم کے خلاف جہاد کرنے والا مجاہد غیور
نعت گوئی کے میدان میں حسان و کعب کی روایات زندہ کرنے والا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم
شیخ الکل ہو کر سادات۔ کے قدموں میں بیٹھنے پر فخر محسوس کرنے والا عبدالمصطفیٰ
گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر باطل کو اپنے نعرہ لاہوتی سے زمیں بوس کرنے والا فقیہ یگانہ
قادیانیت، خارجیت اور نجدیت کے لیے سیف برہانی
وطن پرستی کے مذموم نعرے کو بدل کر اسلامی قومیت کا تشخص اجاگر کرنے والا رہبر ملت
ع نرم دم گفتگو گرم دم جستجو کی عملی تفسیر
مطلع حالات پر آزادی پاکستان کی روشن تحریر

کہ جس کے بارے میں اس کے شیخ محترم سیدنا آل رسول مارہروی علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔
"جب قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آل رسول میرے لیے کیا لایا ہے تو میں عرض کروں گا کہ اے مالک کل! میں تیرے لیے احمد رضا لایا ہوں۔" (تذکرہ مشائخ قادریہ۔ بنارس ص: ۴۰۰)
اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ "ہمہ صفت موصوف" کی ترکیب عصر حاضر ئیں بوحنیفہ کے تدبر کے

اس علمبردار کے لیے نہایت کمتر تھی۔ میری محدود بصیرت اس سے آگے دیکھ نہیں سکتی۔ میرا ایمان ہے کہ قدرت نے اس بطل جلیل کو وہ مقام سربلند عطا کردیا ہے جس کی بلندی کے تصور سے "ہمہ صفت موصوف" کی ترکیب اپنا وجود وقت کی گرد میں کھو بیٹھتی ہے۔

ماخذ و مراجع

مصنف	کتاب	مطبوعہ
احمد رضا خاں بریلوی	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۳۰ھ	
احمد رضا خاں بریلوی	الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ ۱۳۲۳ھ	
احمد رضا خاں بریلوی	العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد اول	
احمد رضا خاں بریلوی	العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد چہارم	
ڈاکٹر محمد مسعود احمد	حیات امام اہل سنت ۱۹۸۴ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
مولانا حسنین رضا خاں	سیرت اعلیٰ حضرت ۱۹۸۹ء	مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی
احمد رضا خاں بریلوی	حدائق بخشش ۱۳۲۵ھ	مطبوعہ کراچی
بدر الدین احمد قادری	سوانح امام احمد رضا ۱۹۸۷ء	مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
بدر الدین احمد قادری	انوار رضا ۱۹۸۶ء	مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری	فضائل کنز الایمان ۱۹۸۸ء	مرکزی مجلس امام اعظم لاہور
پروفیسر فیاض کاوش	مولانا احمد رضا خاں بریلوی ۱۹۹۰ء	مطبوعہ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد
محمد عبدالحکیم شرف قادری	یاد اعلیٰ حضرت ۱۹۸۴ء	مطبوعہ مجلس رضا واہ کینٹ
مرید احمد چشتی	جہان رضا ۱۴۰۱ھ	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
محمد عبدالحکیم شرف قادری	شیشے کے گھر ۱۹۸۶ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
امام احمد رضا قادری بریلوی	مجموعہ رسائل ۱۹۸۶ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
پروفیسر محمد مسعود احمد	گناہ بے گناہی ۱۹۸۳ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
مولانا حسنین رضا خان	وصایا شریف ۱۹۸۲ء	مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ مریدکے

انجم نظامی	احمد رضا دانشوروں کی نظر میں ۱۹۸۵ء	مطبوعہ رضا اکیڈمی پنڈدادنخاں
محمد جلال الدین قادری	امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم ۱۹۸۴ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
پروفیسر محی الدین الوئی	احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں ۱۴۰۳ھ	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
مولانا احمد رضا خان بریلوی	تمہید ایمان ۱۹۸۸ء	مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور
احمد بشیر رضوی	گلستان اعلیٰ حضرت ۱۹۸۹ء	مطبوعہ بزم رضائے ملطفے راہوالی
مولانا فیض احمد اویسی	فقہ الشاہ احمد رضا ۱۹۸۵ء	مطبوعہ مرکزی بزم رضا لاہور
مولانا احمد رضا بریلوی	قادیانی مرتد پر خدائی تلوار ۱۹۸۴ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
محمد رفیع اللہ صدیقی	فاضل بریلوی کے معاشی نکات ۱۹۸۵ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
محمد عبدالحکیم شرف قادری	اندھیرے سے اجالے تک ۱۹۸۵ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
مولانا عبدالستار خاں نیازی	کنز الایمان کے خلاف سازش ۱۴۰۳ھ	
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	امام احمد رضا اور عالمی جامعات ۱۹۹۰ء	رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد
مولانا احمد رضا خاں بریلوی	الاستعانۃ والتوسل ۱۹۸۵ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
مولانا محمد عزیز الرحمٰن بہاولپوری	فیصلہ مقدسہ ۱۹۸۴ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
مولانا احمد رضا خاں بریلوی	الرسائل الرضویہ ۱۹۸۲ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
مولانا احمد رضا خاں بریلوی	مجموعہ رسائل رد روافض ۱۹۸۶ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	غریبوں کے غم خوار ۱۹۹۰ء	مطبوعہ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد
مولانا احمد رضا خاں بریلوی	الجوادل الرضویہ ۱۹۸۳ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
آر بی مظہری	امام احمد رضا دنیائے صحافت میں ۱۹۸۳ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
سرفراز خان	المیہ تکفیر ۱۹۸۵ء	مطبوعہ مجلس رضا چکوال
زید ابوالحسن فاروقی مجددی	مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان ۱۹۸۴ء	
پروفیسر محمد اکرم رضا	اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری ایک تنقیدی جائزہ جولائی ۱۹۹۱ء	ماہنامہ ضیائے حرم لاہور
پروفیسر محمد اکرم رضا	حدائق بخشش اور میلاد مصطفیٰ ۱۹۹۰ء	ماہنامہ ضیائے حرم لاہور عید میلاد النبی نمبر

پروفیسرڈاکٹرمحمد مسعود احمد	حیات فاضل بریلوی ۱۹۷۸ء	مطبوعہ لاہور
پروفیسرڈاکٹرمحمد مسعود احمد	حیات امام احمد رضا ۱۹۸۱ء	مطبوعہ سیالکوٹ
پروفیسرڈاکٹرمحمد مسعود احمد	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ۱۹۷۸ء	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
محمد عبدالحکیم شرف قادری	تذکرہ اکابر اہل سنت ۱۹۷۶ء	مطبوعہ لاہور
حکیم غلام معین الدین نعیمی	امام احمد رضا اور صدر الافاضل	
سید صابر حسین بخاری	احمد رضا علمائے دیوبند کی نظر میں	
سید نور محمد قادری	اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت	شائع ستمبر ۱۹۹۱ء ماہنامہ القول السدید لاہور
مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	اعلیٰ حضرت کی انگریز دشمنی	
اقبال احمد اختر القادری	کون امام احمد رضا؟	
مولانا ابوالفتح	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی	
پروفیسرمحمد مسعود احمد	امام احمد رضا اور علوم جدیدہ وقدیمہ ۱۹۹۰ء	مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم لاہور
پروفیسرمحمد مسعود احمد	اجالا ۱۹۸۸ء	مطبوعہ دفتر جماعت اہل سنت حیدر آباد
محمد عبدالحکیم شرف قادری	امام احمد رضا بریلوی اپنوں اور غیروں کی نظر میں ۱۹۸۵ء	مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور

●●●●

خانوادہ رضویہ اور دائرہ شاہ اجمل کے باہمی روابط

مولانا شاہ سید احمد اجملی سابق سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الہ آباد

حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمتہ کے وصال کی خبر سن کر میرے دل پر جو گزری اس کا اظہار احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ جس وقت مجھے اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع ملی میری نگاہوں میں پوری تاریخ گھوم گئی میرے خاندان اور مرحوم کے خاندان سے جو روابط ہیں وہ سب روز روشن کی مانند عیاں ہیں۔

میرے اور ان کے درمیان تین ایسے اہم روابطہ ہیں جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتے۔

پہلا ربط یہ ہے کہ ان کے والد محترم مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ اور میرے والد حضرت مولانا سید نذیر احمد اجملی الہ آبادی بے حد اچھے دوستوں میں تھے چنانچہ جب حضرت مولانا سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الہ آباد' آستانہ جنیدیہ شہر غازی پور و آستانہ حضرت سید شاہ ولی سکندر پور ضلع بلیا کا ۱۹۱۸ء میں وصال ہوا تو آپ کی تعزیت کے لئے حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ میرے والد حضرت مولانا سید نذیر احمد اجملی الہ آبادی کے پاس الہ آباد تشریف لائے والد علیہ الرحمتہ کی جانب سے آپ کی آمد پر اسٹیشن پر استقبال کے لئے ایک اشتہار شائع ہوا اور والد محترم نے مع اپنے خاندان کے جملہ افراد و عوام کے الہ آباد کے اسٹیشن پر مولانا کا استقبال کیا۔ مولانا دائرہ شاہ اجمل حاضر ہوئے حضرت سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی کے مزار پر حاضری دی' فاتحہ پڑھی اور دیگر بزرگان خاندان کے مزار پر حاضری دی اور میں بحیثیت ان کے فرزند اور بحیثیت سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل اسٹیشن پر حضرت کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ مجھے ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جب آپ رسم تعزیت ادا کر رہے تھے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جیسے اپنے مربی اور بزرگ کی موت پر آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

مولانا موصوف دو دن میرے غریب خانہ پر جلوہ افروز رہے اور محفلیں منعقد ہوتی رہیں حضرت مولانا موصوف نے اس فقیر کے خاندان میں موجود تبرکات مثلاً موئے مبارک' دستار سرور کائنات"

تسبیح غوث پاک و جانماز حضرت غوث پاک اور دیگر بزرگان دین بزرگان خاندان و پیران سلسلہ کے تبرکات کی زیارت کی غالبا آپ کے ساتھ آپ کے فرزند حضرت حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمتہ بھی تھے یہ ایسا ربط ہے جو ان دونوں بزرگوں کے درمیان تھا اور یہ ہمیں بتاگئے کہ ہم یہ ربطہ ہمیشہ قائم رکھیں۔

چنانچہ جب میرے مریدین کے گاؤں موضع مہند ضلع غازی پور میں حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمتہ تشریف لے گئے تو اسی تعلق کو مد نظر رکھتے ہوئے جیسے ہی انہیں اس گاؤں میں میری موجودگی کا علم ہوا بہ نفس نفیس مجھ سے ملنے میرے حجرہ میں تشریف لائے اور میں بھی جہاں وہ تشریف فرما تھے ان سے ملاقات کے لئے گیا۔ اس وقت جب میں یہ سطور رقم کررہا ہوں میری نگاہ میں مولانا علیہ الرحمتہ کا چہرہ گھوم رہا ہے جس محبت کش مسحور کن انداز سے مولانا علیہ الرحمتہ مجھ سے ملے۔

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہوگئیں

دوسرا ربط حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ سے یہ ہے کہ حضرت سلسلہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں مرید و خلیفہ تھے یہ سلسلہ حضرت غوث الاولیا پیر سید محمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات میں پیوست ہوجاتا ہے ہمارے جد حضرت سیدنا شاہ محمد افضل الہ آبادی قطبا لاقطاب بانی دائرہ بھی حضرت پیر سید محمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور اجل خلفاء میں سے ہیں غرض کہ جہاں سے ہمیں روشنی ملی وہیں سے حضرت مولانا کے اکتساب فیض کی کڑیاں بھی مل جاتی ہیں۔ حضرت مولانا نے اس ربط کا بھی ہمیشہ خیال رکھا اور فرماتے تھے جس کی دعا قبول نہ ہوتی ہو دائرہ شاہ اجمل میں بانی دائرہ قطب والا حضرت سیدنا شاہ محمد افضال الہ آبادی کی بارگاہ میں جاوے اس کی دعا قبول ہوگی۔

(۳) تیسرا ربط جس کا اظہار ہمیشہ فاضل بریلوی نے کیا وہ حضرت مولانا سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی اور میری دادی مرحومہ کے جد امجد پیر فقیر اللہ سکندر پوری کی ذات ہمہ صفات ہے حضرت سید فقیر اللہ سکندر پوری سجادہ نشین آستانہ حضرت شاہ ولی سکندر پور و آستانہ جنیدیہ غازی پور کے جد امجد اور حضرت پیر سید محمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب بھی مل جاتا ہے اس تعلق پر فاضل بریلوی کی گہری نظر تھی چنانچہ جب بھی اور جہاں بھی جدی حضرت مولانا سید شاہ محمد بشیر علیہ الرحمتہ سے ملاقات ہوئی ان کی دست بوسی فرماتے اور اس محبت و عقیدت سے جدی علیہ الرحمتہ سے ملتے جو عقیدت و محبت ایک مرشد زادہ سے ہونی چاہیے جدی علیہ الرحمتہ بھی مولانا سے بے حد محبت کرتے اور مثل اپنے فرزند اور مثل اپنے بھانجے یعنی والد علیہ الرحمتہ کی مانند مولانا سے ملتے۔ میں نے ان واقعات اور حقائق کو اس لئے رقم کیا کہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمتہ اور میرے خاندان کے درمیان جو روابط رہے اور ہیں وہ واضح ہوجائیں۔ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمتہ جن خصوصیات کا

مجسمہ تھے ان خصوصیات کا اظہار ان سے ملاقات پر ہوا۔ مرحوم ایک صاحب نظر عالم، ایک محتاط مفتی اور ایک مرشد کی حیثیت سے اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی موت "موت العالم" کی مصداق ہے ایسے دور میں جب ایسے بے باک ترجمان کی ضرورت تھی انحالات میں جب ایسے باعمل عالم کی ضرورت تھی وہ ہم سے بچھڑ گئے۔ ان کی موت سے جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی تقریباً ناممکنات میں سے ہے۔ اس خاندان نے جو خدمات کی ہیں اور خاص طور سے ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت تقسیم کرنے میں اس خاندان نے جو کردار ادا کیا وہ لائق ستائش ہے۔ مرحوم اپنے خاندان کی تمام روایات کے امین تھے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں اپنے والد کی مانند محبت تھی سادات کرام کا وہ جس جذبہ سے استقبال کرتے تھے جس محبت سے ملتے تھے اب شاید اس کی نظیر نہ مل سکے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی حضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمتہ کو بریلی کی سرزمین سے اٹھا کر شہرت کے آسمان پر چمکادیا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم و اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی حضرت مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمتہ کو وہ شہرت دوام عطا کی جو مشکل سے ہی کسی کو ملتی ہے۔ میری دعا ہے کہ پروردگار ان کے مزار پر ہمیشہ انوار کی بارش فرماتا رہے۔ اور ان کے نائبین مولانا ریحان رضا خاں اور مولانا ازہری میاں اور ان کے خاندان کے جملہ افراد کو ان رہنماؤں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ حضرت اس ربط کو ہمیشہ قائم رکھیں جو میرے خاندان اور ان کے خاندان کے درمیان رہا۔

(آمین بجاہ سید المرسلین)

●●●●

خلیفۂ اعلیٰ حضرت

فقیہہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف علیہ الرحمہ

از: مجیب احمد کوٹلوی
(نبیرہ فقیہہ اعظم)

مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بریلی شریف میں بیٹھ کر اسلام اور فقہ حنفی کی اتنی بھرپور' موثر اور ہمہ جہت علمی و عملی خدمت کی کہ دنیا بھر میں ان کو مجدد' مجتہد اور مشرق کی عظیم عبقری شخصیت قرار دیا جاتا ہے۔ مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی ذات ہندوستان کے مختلف علاقوں میں رہنے والے علمائے احناف کے لئے نقطہ اتحاد کی سی تھی۔ آپ ان تمام علمائے احناف کے لئے رہبر و رہنما تھے' جو ہندوستان میں نئے مذاہب' فرق' اہل بدعت او، اہل ہوا کے خلاف تحریری' تقریری اور عملی طور پر مصروف جنگ تھے۔ انہی علمائے احناف میں ایک معتبر نام' حضرت فقیہہ اعظم مولانا حافظ ابو یوسف محمد شریف رحمتہ اللہ علیہ قدس سرہ کا ہے جنھوں نے ساری زندگی فقہ حنفی کے فروغ' اشاعت اور دفاع میں بسر کی۔

حضرت فقیہہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۶۱ء میں حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن (م۔ ۱۲۹۸ھ) کے ہاں' کوٹلی لوہاراں (غربی) ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی اور فن مناظرہ کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ والد ماجد کی وفات کے بعد' مزید تعلیم کے لئے گھر سے روانہ ہوئے۔ اپنے اس تعلیمی سفر میں حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ہندوستان کے جید علماء کرام و فضلاء عظام سے علوم ظاہری' خاص طور پر تفسیر' حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اسناد فضیلت حاصل کیں۔(۱) ایک روایت کے مطابق آپ انجمن نعمانیہ ہند' لاہور (۱۸۸۷ء) کے قائم کردہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ' لاہور میں بھی کچھ عرصہ بطور طالبعلم مقیم رہے۔(۲)

علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ' حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو علوم باطنی کی بھی شدید تڑپ تھی۔ آپ اوائل عمری ہی سے تہجد گزار اور زہد و تقویٰ کے پیکر تھے۔ علوم ظاہری کی طرح علوم باطنی میں بھی آپ نے کئی اہل اللہ سے فیض حاصل کیا۔ لیکن آپ نے اپنی بیعت' خطہ پوٹھوہار کے مادر زاد ولی اللہ حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ (۱۹۳۶ء۔ ۱۸۴۸ء)' عید گاہ شریف'

راولپنڈی کے دست حق پرست پر کی۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو ذکر قلبی کی تعلیم سے مشرف فرمایا اور ان کی ایسی تربیت کی کہ علوم ظاہری کی طرح' علوم باطنی میں بھی حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو سبقت حاصل ہوگئی اور جلد ہی حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو اپنی طرف سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت و اجازت بیعت سے سرفراز کیا۔(۳)

حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کوٹلی لوہاراں (غربی) کو مرکز بنا کر اپنی علمی و عملی زندگی کا آغاز کیا اور مختلف پہلوؤں سے اسلام اور فقہ حنفی کی بھرپور خدمت کی۔ حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اگرچہ کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی مدرسہ میں بطور مدرس خدمات سرانجام دیں۔ لیکن آپ کی علمی حیثیت اور شہرت سن کر دور دراز سے لوگ اکتساب فیض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مروجہ علوم کی تکمیل کرتے۔ جن ممتاز علماء کرام نے حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے تحصیل علوم دینیہ کا شرف حاصل کیا ان میں نمایاں نام' مولانا امام الدین رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ (۱۹۵ ۔ ۱۸۶۷ء)' مولانا محمد شریف نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (۸۴ ۔ ۱۹۲۵ء)' مولانا ابو داؤد محمد صادق' مولانا محمد افضل کوٹلوی اور مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کے ہیں۔

حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے تقریر اور وعظ کے موثر ذریعہ سے بھی اسلام اور فقہ حنفی کی پرجوش تبلیغ کی۔ آپ اپنے مخصوص دلکش اور عام فہم انداز میں ہندوستان کے تمام علاقوں میں' خاص طور پر پنجاب کے قصبوں' دیہاتوں اور شہروں میں بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کرتے اور اپنے خطاب کے ذریعے لوگوں میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کی محبت اور عقیدت پیدا کردیتے تھے۔(۴)

حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ کی تصانیف ساٹھ کے قریب ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے متعدد مضامین اور فتاویٰ بھی موجود ہیں۔ جو اپنے وقت کے مشہور و معروف رسائل و جرائد' مثلاً ہفت روزہ الفقیہہ (امرتسر)' ہفت روزہ رضوان (لاہور)' سراج الاخبار (جہلم) اور ماہنامہ انوارالصوفیہ (سیالکوٹ) میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ عربی' فارسی' اردو اور پنجابی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی بعض کتب منظوم ہیں۔ آپ کے عربی قصائد' جو آپ نے اپنے مرشد کی مداح میں کہے تھے' اپنی مثال آپ ہیں۔(۵)

حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کے خاص موضوعات سیرت' تفسیر و حدیث' اخلاق عقائد اور فقہ ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف میں مندرجہ ذیل کتب نمایاں ہیں۔

۱۔ صداقت الاحناف **۲۔ کتاب التراویح**

۳۔ اخلاق الصالحین

۴۔ ضرورت فقہ

۵۔ تحقیق البدعت

۶۔ شیعہ مذہب کی ابتداء

۷۔ نماز مدلل

۸۔ کشف الغطاء عن مسئلتہ النداء

۹۔ اباحتہ السلف البناء علی قبور المشائخ و العلماء

۱۰۔ تائید الامام باحادیث خیر الانام

آپ اپنی تحریروں کے ذریعے فقہ حنفی اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ پر مخالفین کے تمام اعتراضات کا محققانہ رد کرتے تھے اور فقہ حنفی اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت' افادیت اور اہمیت ثابت کرتے تھے۔ آپ کا طرز استدلال یہ ہوتا تھا کہ زیر بحث مسئلے کو قرآن و حدیث کے بعد فقہ حنفی کی روشنی میں واضح کیا جائے۔ اس سے آپ کا یہ مقصد تھا کہ قارئین کو فقہ حنفی سے لگاؤ پیدا ہو اور وہ اس کو قرآن و حدیث سے کوئی الگ یا متضاد چیز نہ سمجھیں بلکہ فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح خیال کریں۔(۶)

حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی ان علمی و عملی دینی خدمات کے معترف' ہندوستان کے تمام علمائے احناف تھے۔ جب آپ کی بعض کتب' خاص طور پر نماز مدلل' مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے زیر مطالعہ آئیں تو وہ حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے تبحر علمی' محققانہ انداز اور طرز استدلال سے بہت متاثر ہوئے اور کتاب پر تقریظ بھی لکھی جس میں انہوں نے صاحب کتاب کو "فقیہ اعظم" کا لقب عطا کیا۔(۷) ولی را ولی می شناسد کے مصداق' مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے قلم سے نکلا ہوا یہ لقب ایسا مقبول ہوا کہ یہ مولانا ابو یوسف محمد شریف رحمتہ اللہ علیہ صاحب کے نام کا جزو لاینفک بن گیا۔ مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے محرم الحرام ۱۳۳۸ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۱۹ء کو حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو صحاح ستہ مشکوۃ المصابیح اور دوسری تمام متداولہ کتب احادیث کی اجازت دی اور ساتھ ہی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اپنی خلافت اور اجازت بیعت سے مشرف فرمایا۔(۸) مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ اپنی "السند والاجازۃ" میں حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے علمی مرتبے کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فاضل مولوی صاحب نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے حالانکہ وہ اس کے محتاج نہیں۔ آپ نے حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو نصیحت کی کہ آپ مذہب اہلسنت پر سختی سے کاربند رہیں اور اہل بدعت و فتنہ سے دوری اختیار کریں۔ مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ آپ عمر بھر سنت کی حمایت'

اہلسنت کی اعانت' فتنوں کی سرکوبی اور اہل فتن کی اہانت میں کمربستہ رہیں۔ جو مسلمانوں کے لئے ابلیس لعین سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ (مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی عطا کردہ "السند والاجازة" اگلے صفحہ پر درج ہے۔)

حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بھائی' حضرت مولانا ابوالقادر محمد عبداللہ قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۳۴۲۔۱۲۸۱ھ) اور چھوٹے بھائی' حضرت مولانا حافظ ابوالیاس محمد امام الدین قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۹۶۱۔۱۸۶۱ء) کو بھی مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ سے خلافت اور اجازت بیعت حاصل تھی۔

حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ' مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے علمی اور فقہی مقام سے بخوبی آگاہ تھے اور اکثر احباب کی محفل میں کہا کرتے تھے کہ "اعلیٰ حضرت اگر پہلے دور میں ہوتے تو اپنے علمی وہ فقہی پایہ کے پیش نظر یقیناً مجتہد تسلیم کئے جاتے"(۰) حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف زبانی مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے تبحر علمی کے معترف تھے بلکہ آپ اپنی تصانیف' فتاویٰ اور مضامین میں مختلف مسائل پر اپنی تحقیق پیش کرنے کے بعد' زیر بحث مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے فتاویٰ اور کتب مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی جن کتب و رسائل کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین

۲۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم

۳۔ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید

۴۔ ازالتہ العار الحجر الکرائم عن کلاب النار

۵۔ حاجز ین البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین

فتاویٰ رضویہ میں مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ درج ہے جو آپ نے حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے استفتاء کے جواب میں دیا تھا۔

۷ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۲ر اگست ۱۹۲۱ء کو حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آبائی گاؤں' کوٹلی لوہاراں سے استفتاء ارسال کیا کہ ایک شخص پچیس سال گم رہا۔ اس عرصہ کے بعد اس کی بیوی نے نان نفقہ سے تنگ آکر ایک حنفی عالم سے فتویٰ لے کر ایک حنفی شخص حافظ قرآن سے نکاح کرلیا۔ اب اس نکاح کو بیس سال اور اس شخص کو گم ہوئے پینتالیس سال ہوگئے ہیں۔ ایک حنفی عالم نے اب فتویٰ دیا ہے کہ حافظ صاحب کا یہ نکاح بالکل ناجائز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ تاہم ایک اور حنفی عالم ان کے پیچھے نماز درست بتاتے ہیں۔ اور حافظ صاحب کا نکاح بھی جائز

قرار دیتے ہیں۔ صورتحال بیان کرنے کے بعد حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں کہ اب آپ اس امر کا فیصلہ فرمائیں کہ کیا حافظ صاحب کا نکاح کسی صورت جائز قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ اس استفتاء کا مفصل جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مذہب ائمہ حنفیہ و جمہور آئمہ کرام میں زن مفقود پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر جائے کہ عادۃ موت مفقود مظنون ہو اور اس کی تقدیر مفتی بہ مؤید بحدیث صحیح یہ ہے کہ روز ولادت مفقود سے ستر سال گزر جائیں۔ مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ مسئلے کی تحقیق اور وضاحت کرنے کے بعد فتویٰ دیتے ہیں کہ مذکورہ نکاح درست نہیں۔(۱۱)

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان الحب للہ کے مصداق مختلف علمی و فقہی مسائل پر بذریعہ ڈاک تبادلہ خیالات ہوتا تھا اور دونوں بزرگ ایک دوسرے کے علمی و فقہی مقام سے بخوبی آگاہ تھے اور ایک دوسرے کے بارے میں نیک خیالات و جذبات رکھتے تھے۔ مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد' ان کے بڑے صاحبزادے مولانا مفتی محمد حامد رضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ بھی' حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے بلند علمی مقام و مرتبہ کے قائل تھے۔ چنانچہ جب ۱۵ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ بمطابق ۳۱ر جنوری ۱۹۳۴ء کو انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسجد وزیر خان میں مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳ء - ۱۹۴۳ء) سے مناظرہ ہونا طے پایا تو اہلسنت و جماعت کی طرف سے دیگر جید علماء کرام کے علاوہ' مولانا مفتی محمد حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ' حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔(۱۲)

اسی طرح حضرت فقیہہ اعظم نے خاندان اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات کو خراج عقیدت اس طرح پیش کیا کہ اپنے بڑے صاحبزادے مولوی محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ (م - ۱۹۴۹ء) کو دارالعلوم منظر السلام' بریلی شریف دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ مولوی محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ (م - ۱۹۸۴ء) بن مولانا محمد امام الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ بھی دارالعلوم منظر الاسلام کے فارغ التحصیل تھے۔ اس طرح دونوں خاندانوں کے علمی و دینی روابط بہت قدیم اور گہرے ہیں۔

حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ۶ر ربیع الاخر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۵ر جنوری ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی میں ہوا۔ جہاں سے آپ کے جسد خاکی کو کوٹلی لوہاراں لے جایا گیا۔ ۱۶ر جنوری کو نماز جنازہ' مولانا محمد نور الحسن رحمتہ اللہ علیہ سیالکوٹی نے پڑھائی اور بعد از نماز عصر' جامع مسجد دارلے والی' (آج کل اس کا نام مسجد شریفی ہے) کے عقب میں سپرد خاک کردیا گیا۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۶ر ربیع الاخر کو کوٹلی لوہاراں میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کی زیر نگرانی بڑی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

السّند و الاجازة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اِسْنَادُ الْحَمْدِ وَ نِهَايَةُ سَلَاسِلِ
الصَّمَدِ صَلِّ عَلٰى حَبْلِكَ الْمَوْصُوْلِ الْمُتَّصِلِ الْغَيْرِ
الْمُنْقَطِعِ مُرْسَلِكَ الْمَرْفُوْعِ بِوَصْلِكَ فَوْقَ كُلِّ مُرْتَفِعٍ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ خَيْرِ اٰل وَصَحْبِهٖ رُوَاةِ عِلْمِهٖ وَ
حَدِيْثِهٖ طُرُقِ الْوُصُوْلِ اِلٰى سَاحَتِهِ الرَّحْبِ و بعد
فَسَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْفَاضِلُ الْمَوْلَوِىْ اَبَا يُوْسُفَ
محمّد شريف الحنفى الفنجابى السّيالكوتى سَاَلْتَنِىْ
الْاِجَازَةَ ظَنًّا مِنْكَ اِنِّىْ اَهْلٌ لِذَالِكَ وَلَسْتُ هُنَالِكَ
وَلٰكِنِ الرَّحْمٰنُ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ فَاَجَزْتُكَ عَلٰى بَرَكَةِ
اللّٰهِ وَ بَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَوَّلًا بِالصِّحَاحِ السِّتَّةِ
وَ مِشْكٰوةِ الْمَصَابِيْحِ وَ سَائِرِ كُتُبِ الْحَدِيْثِ
الْمُتَدَاوِلَةِ وَ ثَانِيًا بِالسِّلْسِلَةِ الْعَلِيَّةِ الْعَالِيَةِ
الْقَادِرِيَّةِ الْبَرَكَاتِيَّةِ وَ وَصِيَّتِىْ لَكَ التَّمَسُّكُ
التَّامُ بِمَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ مُجَانَبَةِ اَهْلِ الْبِدَعِ
وَالْفِتَنِ وَ صَرْفِ الْعُمُرِ فِىْ حِمَايَةِ السُّنَنِ وَ اِعَانَةِ
اَرْبَابِهَا وَ نِكَايَةِ الْفِتَنِ وَ اِهَانَةِ اَصْحَابِهَا لَاسِيَّمَا
الدِّيَابِنَةِ فَاِنَّهُمُ الْفَرَاعِنَةُ وَ اَضَرُّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ
مِنْ اِبْلِيْسِ اللَّعِيْنِ اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكَ مِنْ
شَرِّهِمْ اَجْمَعِيْنَ فَذَالِكَ اَعْظَمُ الْقُرَبِ وَ
اَرْضٰى مَرْضَاةٍ لِلنَّبِىِّ وَ الرَّبِّ وَ اَنْ لَا تَنْسَانِىْ مِنْ
دَعْوَتِكَ الصَّالِحَةِ الْمُتَوَافِرَةِ بِالْعَفْوِ وَ الْعَافِيَةِ
فِى الدِّيْنِ وَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَكَانَ ذَالِكَ لِسِتِّ

يقين من المحرم الحرام سنة الف و ثلثمائة
و ثمان و ثلثين من هجرة سيد الانام عليه و
على اله و صحبه افضل الصلوة والسلام قاله
بفمه و امر برقمه عبد المصطفى احمد رضا القادرى
البركاتى البريلوى عفى عنه بجاه النبى الأمى صلى الله
تعالىٰ عليه و اله و صحبه و بارك وسلم - امين - مہر

حوالے۔

۱۔ مجیب احمد ' "فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی " ماہنامہ ماہ طیبہ ' سیالکوٹ ' نومبر ۱۹۹۰ء ' ص۔ ۱۸

۲۔ اقبال احمد فاروقی (مرتب) دار العلوم انجمن نعمانیہ لاہور کا تعارف ' لاہور ' ۱۹۹۰ء ' ص۔ ۱۰ اور ۲۸

۳۔ قاضی عالم الدین ' کنز القدیم فی آثار الکریم ' میرپور ' ۱۹۸۷ء ص۔ ۳۱۴ اور انیس احمد شیخ ' لطف عمیم فی انوار الکریم ' لاہور ' ۱۹۷۹ء ' ص۔ ۱۱۸

۴۔ مجیب احمد "حضرت فقیہ اعظم اور فقہ حنفی " ' ماہنامہ ضیائے حرم ' لاہور ' اکتوبر ۱۹۹۱ء ' ص۔ ۴۸

۵۔ حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے یہ تمام عربی قصائد ' محمد رمضان نقشبندی کی مرتب کردہ کتاب گلزار نقشبندیہ ' لالہ موسیٰ ' ۱۹۳۵ء میں محفوظ ہیں۔

۶۔ "حضرت فقیہ اعظم اور فقہ حنفی " بحوالہ سابقہ ' ص۔ ۴۹

۷۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری ' تذکرہ اکابر اہلسنت ' لاہور ' ۱۹۷۶ء ' ص۔ ۴۸۴ اور محمد صادق قصوری امیر ملت اور ان کے خلفاء ' سیالکوٹ ' ۱۹۸۳ء ص۔ ۲۲۴

۸۔ حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو شیخ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمتہ اللہ علیہ (۱۸۴۸ء۔ ۱۹۳۲ء) سے سند حدیث اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمتہ اللہ علیہ (۱۹۵۱۔۔ ۱۸۴۱) سے بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خلافت و اجازت بیعت حاصل تھی۔ خلیل احمد رانا (مرتب) انوار قطب مدینہ لاہور ' ۱۹۸۸ء ' ص۔ ۱۷۲ اور سید اختر حسین شاہ ' سیرت امیر ملت ' لاہور ' ۱۹۷۴ء ' ص۔ ۷۰۱۔۔۔ ۷۰۳

۹۔ آفتاب احمد نقوی "سیالکوٹ دے کجھ غیر معروف پنجابی شاعر"، چھماہی کھوج (شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی)، لاہور، جولائی۔۔۔ دسمبر ۱۹۸۱ء ص ۴۲، ۔۔۔۴۳، محمد رضاء المصطفےٰ چشتی "شیخ القرآن مولانا عبداللہ قادری" روزنامہ مساوات، لاہور، ۵ر اکتوبر ۱۹۷۵ء اور محمد عبدالحکیم شرف قادری، بحوالہ سابقہ، ص۔ ۸۳۔۔۔۸۵

۱۰۔ ابوالنور محمد بشیر، "اعلیٰ حضرت بریلوی" ماہ طیبہ، کوٹلی لوہاراں، نومبر ۱۹۵۲ء ص۔ ۵

۱۱۔ شاہ احمد رضا خان، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (جلد۔ ششم) کراچی، ۱۹۸۵ء، ص۔ ۳۱۹۔۔۔۳۲۰

۱۲۔ ابوالنور محمد بشیر، سنی علماء کی حکایات، لاہور، ۷۹۔۔۔۸۴ اور محمد جلال الدین قادری "شہزادہ اعلیٰ حضرت حجتہ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی" سالنامہ معارف رضا، کراچی، ۱۹۹۱ء ص۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳

نبیرہ فقیہ اعظم
مجیب احمد
این اے۔ ۴۵۹
سیونتھ روڈ
سٹلائیٹ ٹاؤن
راولپنڈی ۴۶۳۰۰

●●●●

امام احمد رضا کی عبقریت اکابرین کی نظر میں

از علامہ عبد المبین نعمانی (انڈیا)

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ ضیا تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز جیسا علم و فن کا آفتاب چودھویں صدی سے لے کر آج تک نظر نہیں آیا' اس دعوے کی دلیل میں آپ کی دیگر علمی خدمات سے قطع نظر صرف مجموعہ فتاویٰ (موسوم بہ فتاویٰ رضویہ) کو ہی پیش کروں تو کسی صاحب انصاف کو انکار کی مجال نہیں ہوسکتی۔ کسی شخصیت کو پرکھنے اور اس کی مقبولیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کی دیگر تصانیف کے مقابلہ میں فتاویٰ کو جو اہمیت اور بنیادی حیثیت حاصل ہوا کرتی ہے وہ اہل علم و تاریخ پر مخفی نہیں دوسرے فنون میں تو مصنف جس فن کا ماہر ہوتا ہے ایک مقتدر وقت صرف کرکے اور اس فن میں لکھی جانی والی کتابوں کو کھنگال کر کسی موقر تصنیف کو منظر عام پر لانے میں بہ آسانی کامیاب ہوسکتا ہے اور اپنی جودت طبع و فکر رسا کی نمائش بھی اچھی طرح کرسکتا ہے ـــــ مگر فتاویٰ کے میدان میں جولانی طبع کا مظاہرہ کرنا اور پوری تحقیق و تدقیق' بالغ نظری اور کمال مہارت کے ساتھ سبقت لے جانا کوئی آسان کام نہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مجموعہ فتاویٰ (جو بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے) کو جب ہم دیکھتے ہیں تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں جو نادر تحقیقات' ضروری تنبیہات' دقیق مسائل اور اصولی مباحث کا ایک ایسا گنج گراں مایہ ہے جس کی مثال دور دور تک علمائے ہند کے پاس نہیں ملتی ـــــ امام موصوف اس میدان میں صرف یہی نہیں کہ کامیابی سے گزرے ہیں بلکہ آپ اس میدان کے بلاشبہ شہسوار نظر آتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے والا ہر وہ شخص بخوبی اندازہ لگاسکتا ہے جو فتاویٰ کی اہمیت اور اس کے لئے جس وسیع علم کی ضرورت ہے اس سے بہرہ ور ہے۔

تقریب فہم کے لئے مزید عرض کرتا چلوں کہ مفتی اپنے فرائض کو اسی وقت بحسن و بخوبی انجام دے سکتا ہے جب وہ قرآنی علوم و معارف، احادیث نبوی کے ذخائر، آثار صحابہ، ائمہ مجتہدین کے اجتہادات، اصول استنباط اور اشباہ و نظائر پر بھی بھرپور نظر رکھتا ہو اور حالات زمانہ کی نزاکتوں سے بھی بخوبی واقف ہو کیوں کہ **من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل** (جو اہل زمانہ سے پوری واقفیت نہ رکھے وہ عالم نہیں) ایک امر مسلم ہے اس سلسلے میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو جو کمال حاصل تھا وہ آپ کے فتاویٰ سے بخوبی ظاہر ہے جنہیں پورے مجموعہ فتاویٰ کا مطالعہ دشوار ہو صرف ایک رسالہ، "انفس الفکر فی قربان البقر" ہی کا مطالعہ کرلیں۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوجائے گی۔

یوں تو فقہی جزئیات دیکھ کر مسائل بتادینا آسان ہے۔۔۔ مگر مسائل کو قرآن و حدیث اور اقوال آئمہ سے مُبرہن اور مدلل کرنا چیزے دیگر۔۔۔ اور حوادث یعنی نئے پیدا شدہ مسائل پر سیر حاصل بحث، اور دلائل کی روشنی میں ان کے شرعی احکام بیان کرنا تو بغیر کامل مہارت اور عظیم فقہی بصیرت، ممکن ہی نہیں، چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتاویٰ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو جہاں متداول اور عام مسائل کے شافی جوابات پاتے ہیں وہاں اس وقت کے نئے پیچیدہ مسائل پر بھی آپ کی رائے کو حرف آخر کا درجہ دینے پر مجبور ہوتے ہیں، مثال کے طور پر مسئلہ نوٹ ہی کو لے لیجئے اس کی شرعی حیثیت متعین کرنے میں علمائے ہند ہی کیا علمائے عرب بھی متردد تھے جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ حج بیت اللہ کے لئے ۱۳۲۴ھ میں تشریف لے گئے تو امام حنفی حضرت شیخ عبداللہ میرداد بن شیخ احمد ابو الخیر رحمہا اللہ تعالیٰ نے نوٹ سے متعلق بارہ سوالات اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کئے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کمال فقاہت کا ثبوت دیتے ہوئے ڈیڑھ دن میں ایک مبسوط رسالہ ان سوالات کے جوابات پر مشتمل پیش کردیا جسے دیکھ کر علمائے عرب دنگ رہے گئے کہ جس مسئلہ میں ہم لوگ نہایت درجہ تردد کا شکار تھے ایک ہندی عالم نے قلیل فرصت میں اس کو حل کردیا اس عربی رسالہ کا تاریخی نام ہے **کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم** (۱۳۲۴ھ) ضمنی طور پر اس رسالے میں اعلیٰ حضرت نے سود، ثمن اصطلاحی، غیر سودی بینک کاری وغیرہ کے متعلق بھی اصولی بحث فرمادی ہے جس کی اہل زمانہ کو سخت ضرورت تھی اور جو آج بھی رہنما اصول کی حیثیت سے ہمارے لئے نہایت درجہ کار آمد ہے حال ہی میں یہ کتاب جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شعبہ تحقیقات رضا فاؤنڈیشن، کی طرف سے علامہ عبدالحکیم شرف قادری کے گرانقدر عربی مقدمہ و تحقیق حالہ کے ساتھ جدید عربی ٹائپ پر شائع ہوئی ہے جب کہ اس سے قبل یہ کتاب متعدد بار پاک و ہند میں اردو ترجمہ کے ساتھ بھی شائع ہوچکی

ہے۔ یہ کتاب جہاں امام احمد رضا قدس سرہ کی فقہی عبقریت کا پتہ دیتی ہے وہاں عالم اسلام میں آپ کی عظمت و مقبولیت پر بھی دلیل کافی ہے۔

اسی طرح انگریزی دواؤں' اسپرٹ' رنگ' چلتی ٹرین پر نماز' گراموفون کی آواز' تار' ٹیلی فون' حرکت زمین' گردش آسمان' بیمہ زندگی وغیرہ سے متعلق احکام بھی فتاویٰ رضویہ میں پوری تحقیق کے ساتھ موجود ہیں جو آپ کی تفقہی بصیرت' عبقریت اور معاصرین پر فوقیت کی شہادت دیتے ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ کا ماہر علوم و فنون' معتمد العلما اور افقہ الفقہا نیز مرجع العوام و الخواص ہونا جہاں آپ کی فقہی دینی اور اصلاحی خدمات سے ثابت ہوتا ہے وہاں علمائے حرمین شریفین و فقہائے معاصرین کے ان اعتراضات سے بھی ثابت ہے جو فتاویٰ الحرمین حسام الحرمین الدولۃ المکیہ' الاجازات المتینہ' کفل الفقیہ الفاہم حیات الموات فی سماع الاموات اور دیگر تصانیف پر بطور تقریظ و تصدیق ثبت ہیں جن کی قدرے تفصیل ذیل کی کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۱) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں (از پروفیسر محمد مسعود احمد)

(۲) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں (از مولانا یاسین اختر مصباحی)

(۳) امام احمد رضا اور عالم اسلام (از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

کسی ایک عالم پر عرب و عجم کے علما و فقہا کا اعتماد اور علمی جلالت کا اعتراف کوئی معمولی بات نہیں جسے آسانی سے نظرانداز کیا جاسکے۔ بلکہ آپ کی خداداد عظمتوں کی منہ بولتی تصویر ہے جن سے رب کائنات اپنے محبوب بندوں کو ہی نوازتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عہد میں ہندوستان میں (جواب ہند و پاک اور بنگلہ دیش پر مشتمل ہے) سنی و غیر سنی مفتیوں کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ لیکن سنی یا غیر سنی مفتیوں میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں نظر آتا' جس کے پاس اس کثرت سے شرعی احکام معلوم کرنے کے لئے استفسارات وارد ہوتے ہوں جس کثرت کے ساتھ کہ اعلیٰ حضرت کے پاس ساری دنیا سے سوالات آتے' حتی کہ آپ کے معاصر بہت سے جید علما بھی آپ سے رجوع کرتے اور شرعی معاملات میں استصواب رائے کرتے نظر آتے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے اساتذہ اور شیخ الحدیث حضرات بھی ہیں اور خانقاہوں کے سجادہ نشین بھی' اسی طرح وقت کے فصیح اللسان خطبا و مقررین بھی' یہاں تک کہ بہت سے وکلاء اور جج صاحبان بھی فیصلہ مقدمات میں آپ سے استفتا

کرتے تھے' اس سلسلے کے اسما کی فہرست پیش کرنا باعث تطویل ہے اس کی قدرے تفصیل فقیہہ اسلام' مقالہ ڈاکٹریٹ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں صاحب(ایم اے' پی ایچ ڈی پٹنہ یونیورسٹی) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے لمحات زندگی کا مطالعہ کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رب کائنات نے تیرہویں اور چودہویں صدی کے لئے آپ کو دین و شریعت کا سب سے بڑا مبلغ بناکر پیدا فرمایا تھا جب کہ آپ کے فتاویٰ سے اکتساب فیض کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ایسا کہ کوئی دارالافتاء آپ کے فتاوی سے خالی نہیں بلکہ عصر حاضر میں جس دارالافتاء میں فتاوی رضویہ نہ ہو وہ صحیح معنوں میں دارالافتاء کہے جانے کے قابل نہیں اور چونکہ فقہ حنفی کو عصر حاضر کے اذہان سے بہت زیادہ آپ نے قریب کردیا اور مفتیان کرام کے لئے ایسے ایسے رہنما اصول چھوڑ گئے ہیں کہ آپ کی فقہی بصیرت سے بے نیاز ہوکر آج فقہ کی خدمت، کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ترین ضرور ہے کیونکہ آپ کے بعد آج تک ایسا کامل الفن' اور فقہ کے اصول و فروع پر ایسی بھرپور دستگاہ رکھنے والا دقیق الفہم اور وسیع النظر مفتی پیدا ہی نہیں ہوا' اگر دعوے کو چیلنج کرکے کوئی کسی دوسرے کو مقابل لانا چاہے تو لائے اور فتاوی رضویہ سے کما" و کیفا" موازنہ کرکے دیکھ لے صحیح فیصلے تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔

آپ کی پوری زندگی شرعی احکام و مسائل کی تبلیغ و اشاعت اور احقاق حق وابطال باطل سے عبارت تھی فتاوی کے علاوہ بھی جتنی تصانیف و حواشی ہیں سب کا منشاء و مقصد ایک ہی ہے یعنی تبلیغ دین و اشاعت علم حتی کہ مکتوبات و ملفوظات بھی سب کے سب اسی مقصد عظیم سے جڑے ہوئے ہیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کی حاجات برآری کے لئے پیدا فرمایا تھا' اور یہ اس کے مخصوص و محبوب بندوں کی علامت ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے یہ امر روشن تر ہے۔

"اللہ عزوجل کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لئے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔ **الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما بسند حسن** امام طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند حسن کے ساتھ اس کو روایت کیا۔

دوسری حدیث ہے۔

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اذا اراد اللہ بعبد خیرا استعملہ علی قضاء الحوائج للناس

" جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے" البیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا)۔

تیسری حدیث ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اذا اراد اللہ بعبد خیرا صیر حوائج الناس الیہ

" اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے لوگوں کا مرجع حاجات بناتا ہے" مسند الفردوس عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مسند الفردوس میں امام دیلمی نے اسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

(ماخوذ از الامن والعلی امام احمد رضا قدس سرہ ص ۲۷ مطبوعہ قادری بک ڈپو بریلی)

مذکورہ بالا تینوں روایتیں حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر بالکل صادق آتی ہیں کیوں کہ آپ نے پوری زندگی مخلوق خدا کی حوائج کی تکمیل میں گزاری اور نہ صرف دنیوی بلکہ دینی ضرورتوں میں آپ سے ہمیشہ لوگ رجوع کرتے رہے اور آپ ان کی حاجت برآری فرماتے رہے۔ جبکہ حدیثیں دینی و دنیاوی دونوں طرح کی حاجتوں کو شامل ہیں۔ مگر اس امر میں کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ دینی ضرورتیں دنیاوی ضرورتوں پر بدرجہا فوقیت رکھتی ہیں تو جب صرف دنیاوی ضرورتوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا ارادہ خیر مستحق ہے تو بھلا دینی ضرورتوں کی تکمیل پر اس کا کس قدر اہتمام خیر ہوگا' کہ انسان اس کے بھیجے ہوئے دین ہی پر عمل کرنے کے لئے دنیا میں آیا ہے۔ لہٰذا ان احادیث کی روشنی میں بلا تامل کہا جاسکتا ہے' خدائے تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو اپنی محبت اور اپنی مخلوق کی حاجت روائی کے لئے چن لیا تھا اور یہی محبوبیت و مقبولیت آپ کی ولایت کی بھی روشن دلیل ہے۔

چنانچہ رب کائنات اپنے محبوب و مقبول بندوں کی صفت یوں بیان فرماتا ہے۔

ان الذین امنوا و عملوا الصٰلحت سیجعل لھم الرحمن ودا (طہ ۲۰ ر ۹۶)

"بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ ان کے لئے رحمان محبت کردے گا"

(یعنی اپنا محبوب بنائے گا۔ اور اپنے بندوں کے دل میں بھی ان کی محبت ڈال دے گا۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت ہے بخاری کے یہ الفاظ ہیں۔

عن ابی هریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا احب اللہ العبد نادی جبرئیل ان اللہ یحب فلانا فاحببہ فیحبہ جبرئیل فینادی جبرئیل فی اھل السماء ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی خاص بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو ندا دیتا ہے اے جبرئیل بیشک اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں کو ندا کرتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے (فرشتے) بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت پوری زمین میں پھیلا دی جاتی ہے“ (صحیح بخاری شریف ج ا ص ۴۵۶ اصح المطابع)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ایمان کامل کے لئے تو یہی چیز کافی ہے کہ آپ اپنے عہد میں اہل حق کے قافلہ سالار تھے اور تصلب فی الدین و استقامت علی الحق کو تو آپ کی ذات سے فروغ حاصل ہوا مذکورہ آیت میں ایمان کے بعد مقبولان بارگاہ و محبوبان خلق کی دوسری علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ایمان کے ساتھ نیک کام کرتے رہیں اس سلسلے میں بھی اعلیٰ حضرت کو جو مقام حاصل ہے اس کی نظیر دور دور تک ملنی مشکل ہے خود دین پر عامل تھے ہی دوسروں کو بھی دین کے احکام و مسائل سے آگاہ کرنا حق کا اثبات اور باطل کا ابطال ہی آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ تھا اور خاص بات تو یہ ہے کہ پوری زندگی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دین کا تمام کام فی سبیل اللہ انجام دیا کبھی تدریس کی تنخواہ لی اور نہ ہی کبھی افتا کا کوئی معاوضہ لیا حتیٰ کہ کسی نے بھیج دیا تو اس کو بھی واپس فرما دیا' اور گھوم گھوم کر وعظ کہنے کا تو مشغلہ کبھی نہیں اختیار کیا اور نہ کبھی کسی مدرسہ یا ادارے کی کوئی ملازمت کی' جو کچھ آبائی جائیداد سے یافت ہوتی اس پر اکتفا فرماتے اور جائیداد کا بھی سارا نظام گھر کے دوسرے افراد کے سپرد تھا' خود کبھی دخیل نہ ہوئے سن بلوغ اور فراغت کے بعد ہی سے خدمت دین اور افتا و تصنیف میں مصروف ہوگئے جس کا سلسلہ آخر دم تک جاری رہا سنتوں کی سختی سے پابندی فرماتے نوافل و مستحباب کا بھی اہتمام کرتے اور تقویٰ و پرہیزگاری حزم و احتیاط کے تو مجسمہ تھے نماز اس قدر احتیاط اور آداب کی رعایت کرتے ہوئے ادا فرماتے کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ غرضیکہ ہر کام سنت و شریعت کے مطابق انجام دیتے اور اسی کی تبلیغ و اشاعت فرماتے لہٰذا آپ **وعملوا الصلحت** پر بھی نہایت درجہ عامل تھے لہٰذا مودت و مقبولیت خداوندی کے انعام سے بھی نوازے گئے اور قبول

فی الارض کی نعمت سے بھی سرفراز ہوئے چنانچہ عوام تو عوام آپ کے عہد کے علما و مشائخ، محدث و مفتی، مرشد و مربی ہر طبقے کے لوگ آپ کے گرویدہ ہوگئے اور آپ کے ارشاد فرمودہ شرعی احکام پر اعتماد کرتے تھے۔ نمونے کے طور پر دو عظیم شخصیتوں کو پیش کرتا ہوں۔ جو اپنی جگہ خود ایک انجمن اور علم و فضل نیز فقرو معرفت کے آفتاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی قد آور شخصیت سے بھلا کون ناواقف ہوگا، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری شریف آپ جیسے شاگرد پر ناز فرماتے تھے، آپ نے حدیث کی متعدد کتابوں پر حواشی بھی قلمبند فرمائے ہیں۔

جن میں بعض مطبوعہ ہیں اور بعض غیر مطبوعہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب بہار شریعت حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبہ سنی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد کچھوچھوی مولانا مشتاق احمد کانپوری مولانا نثار احمد مفتی اعظم آگرہ مولانا سید خادم حسین بن حضرت محدث علی پوری مولانا عبدالعزیز خاں محدث بجنوری مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی شیخ الاسلام قطب مدینہ حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب مدنی علیہم الرحمتہ و الرضوان جیسی عظیم و جلیل شخصیتوں کو جن کے آگے زانوئے تلمذتہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، فن حدیث کی تعلیم میں آپ یکتائے روزگار تھے مگر بہ ایں فضل و کمال آپ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے جو عقیدت و محبت تھی وہ معاصرین میں نایاب ہے چنانچہ آپ ہر جمعرات کو پیلی بھیت سے بریلی شریف آتے اور امام احمد رضا قدس سرہ سے مذاکرہ علمی فرماتے حتیٰ کہ آپ نے اپنے بعض حواشی میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے افادات کو نقل فرمایا اور بعض مباحث میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے مراجعت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ آپ کے حاشیہ منیتہ المصلی موسوم بہ التعلیق الجلی سے ظاہر ہے یہ حاشیہ جو شرح کا درجہ رکھتا ہے حال ہی میں مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے شائع ہوگیا ہے اور اس لائق ہے کہ منیتہ المصلی یا فقہ کی کسی بھی کتاب کا درس دینے والا معلم اپنے مطالعے میں رکھے۔ واضح رہے کہ حضرت محدث سورتی، اعلیٰ حضرت سے عمر میں اکیس سال زائد تھے مگر اعزاز و تکریم کا یہ عالم تھا کہ اپنے حاشیہ منیتہ ص ۴۱۸ پر مندرجہ ذیل القاب سے نوازتے ہیں۔

زبدۃ العلماء المحققین، عمدۃ الفضلاء المرققین، صاحب الحجتہ القاہرۃ مجدد الملۃ الحاضرۃ، نلشر السنتہ، قلمع البدعتہ، سیدنا العلامتہ و مولینا الفہامتہ المولوی احمد رضا خان البریلوی (التعلیق المجلی)

دوسرے نمبر پر میں فاضل یگانہ شیخ زمانہ علوم ظاہری و باطنی کے سنگم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمان (ولادت ۱۲۰۸ھ) گنج مراد آبادی علیہ الرحمتہ والرضوان کی شہادت پیش کررہا ہوں جنہیں مخالفین اہل سنت بھی اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرنے پر مجبور ہیں آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کس قدر عزت افزائی و قدردانی فرمائی اس کا حال ایڈیٹر دبدبہ سکندری رامپور حضرت مولانا شاہ فضل حسن صابری فاروقی علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ کریں۔

اس پر آشوب زمانے میں حضرت تقدس ماب مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب نقشبندی گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بے مثال بزرگ ہوئے جن کی عظمت ہند سے لے کر عرب تک قلوب میں عزت کے ساتھ متمکن ہے اور اب وہ شیخ العرب و العجم لکھے جاتے ہیں یہ مراتب ہیں اس میں اللہ والوں کی ذات کے لئے مجھے کیا ہر زندہ دل کو سر تسلیم خم کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا اس شیخ العرب و العجم نے اس ذات اقدس کا وہ احترام کیا ہے کہ آج ہم مرد ہم پایہ سے محال و ناممکن۔

رمضان المبارک ۱۲۹۲ ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس گنج مراد آباد تشریف لائے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہوں کو شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرمادی کہ صرف اتنا کہنا ایک شخص بریلی سے آیا ہے ملنا چاہتا ہے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمتہ نے معاً فرمایا۔ وہ یہاں کیوں آئے ہیں ان کے دادا اتنے بڑے عالم اُن کے والد اتنے بڑے عالم --- اور وہ خود عالم --- فقیر کے پاس کیا دھرا ہے۔ پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا۔

بلایئے... تشریف لائیں۔

بعد ملاقات اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس (میلاد) شریف کی نسبت حضرت شیخ علیہ الرحمہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا۔

تم عالم ہو پہلے تم بتاؤ۔

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا۔

مستحب جانتا ہوں۔

فرمایا۔

آپ لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے یہی نہ کہ "مکہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے' اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا' انہوں نے یہ معجزے دکھائے' اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیئے"

اور مجلس میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے ؟ یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے' فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڈوا (لڈو) بانٹتے ہو وہ اپنی مجلس میں موڑ (یعنی سر) بانٹتے تھے۔

غرض حضرت شیخ علیہ الرحمتہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو بکمال اعزاز و اکرام باصرار تام تین روز ٹھہرایا' ۲۹ ماہ مبارک کو رخصت کیا جب عید سر پر آگئی اور وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے' فرمایا تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے دل میں خیال کیا کہ "میں تو ان کو دل میں کافر کہتا ہوں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان انور میں گستاخی کرتے ہیں۔"

یہ خیال لاتے ہی معاً حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

ہاں جو ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بکے ضرور کافر کہنا بے شک (وہ) کافر ہے۔

پھر حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹپیا تمہارے موڑ پر دھردیں اور تمہارے موڑ کی اپنے موڑ پر دھرلیں۔

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے برائے ادب سر جھکا لیا' حضرت شیخ علیہ الرحمتہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی کلاہ مبارک اپنے سرمقدس پر رکھ لی اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے سرمبارک پر رکھ دی۔ جو آج تک بطور ترکہ محفوظ کی گئی ہے۔

اس روایت کا نتیجہ ظاہر' کھلی و صاف بات پر خامہ فرسائی بے کار کیا کوئی اس عزت کی نظیر پیش کرسکتا ہے' (دبدبہ سکندری رامپور بابت ۱۲ ربیع الاخر ۱۳۳۰ھ جلد ۴۸)

مذکورہ بالا مضمون فاضل گرامی حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی رامپوری (خلیفہ مفتی اعظم ہند) شیخ الحدیث الجامعتہ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور نے اپنے ازہری دارالاشاعت سے کتابی شکل میں شائع کردیا ہے جس میں حضرت شیخ گنج مراد آبادی علیہ الرحمتہ کے علاوہ بھی دیگر بزرگ کے بعض تاثرات شامل ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس واقعہ کے وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عمر شریف صرف بیس سال کی تھی اور حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ کی چوراسی سال'

یعنی اعلیٰ حضرت کی صغر سنی تھی تو حضرت شاہ صاحب کی کبیر سنی' لیکن اس گنج ولایت نے اپنی نگاہ معرفت سے پہچان لیا تھا کہ یہ نوجوان فاضل ایک وقت آفتاب علم و معرفت بن کر چمکے گا اور اپنے انوار علم سے چار دانگ عالم کو منور و روشن فرمائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے وقت کے ایسے عالم مفتی مبلغ اور مصلح ہوئے کہ تجدید و احیائے دین کا سہرا بھی آپ ہی کے سر رکھا گیا اور آپ کی عقیدت و محبت اسقدر عام ہوئی کہ آج تک کسی عالم کو مقابلے میں نہیں پیش کیا جاسکتا۔ اور آج تو ہندو پاک ہی کیا پوری دنیا میں امام احمد رضا کا نام اور اُن سے عقیدت و محبت اہل حق کی نشانی بن چکا ہے۔

آپ کی علمی عبقریت اور فضل و کمال کے نہایت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی حیات اور علمی کارناموں پر سینکڑوں تصانیف اور مقالات قلم بند کئے جاچکے ہیں' مگر پیچھے مڑکر جب دیکھا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "ہنوز روز اول ست"۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مقام کو سمجھنے کے لئے اس رخ سے بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آج دین کی غیرت و حمیت' اہل حق کا تصلب اور باطل کے مقابلے میں حق کے لئے سینہ سپر ہونے کی ہمت اور عظمت انبیاء و شان اولیا کی پاسبانی کا سچا جذبہ سب سے زیادہ آپ ہی کے ماننے والوں میں پایا جاتا ہے' آج بہت سی خانقاہیں اور بہت سے ادارے ہیں جو معمولات و عقائد میں تو اہل سنت ہیں مگر گمراہ و بدعقیدہ فرقوں سے جہاں مقابلے کا وقت آتا ہے۔ دامن بچا کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور مداہنت فی الدین کے مرتکب ہوتے ہیں جب کہ عاشقان امام احمد رضا باطل نظریات سے نبرد آزمائی کے وقت میدان میں کودنے سے دریغ نہیں کرتے اور دین کی خاطر اپنی ذاتی عزت و وجاہت کو بھی داؤ پر لگاتے ہیں' یقیناً اس خصوص میں امام احمد رضا کے ماننے والوں کا جواب پوری دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ حمایت حق کا یہی نعرہ مستانہ و انداز قلندرانہ ہے جس کے طفیل مسلک اہل سنت کو فروغ مل رہا ہے اور دنیا کے کونے کونے میں امام احمد رضا کے دیوانوں کی تعداد روزبروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ جب کہ بعض حکومتیں جن کی بنیاد ہی اہل سنت کی دشمنی اور شعائر اسلام کی بے حرمتی پر رکھی گئی ہے حکومتی سطح پر آپ کے خلاف غلط پروپیگنڈے اور جھوٹے الزامات کی اشاعت میں پوری دلچسپی سے مصروف ہیں۔ مگر الحمدللہ امام احمد رضا کی خداداد عظمتوں کا آفتاب چڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شاہ رہبری تیری'
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر'

کلام رضا اور ضلع جگت

از مولانا عبد النعیم عزیزی (انڈیا)
(ریسرچ اسکالر روہیلکھنڈ یونیورسٹی)

ضلع جگت کا فن لکھنؤ سے رائج ہوا اور عرصہ تک لکھنؤی زبان کا ایک حصہ بنا رہا۔ اس کا براہ راست تعلق اردو نثر سے تھا لیکن شعراء نے بھی اس فن کو برتا ہے اور صرف لکھنؤی شعراء نے ہی نہیں، شعرائے دہلی نے بھی اپنی شاعری میں ضلع جگت کا استعمال کیا ہے۔

ضلع جگت دو لفظوں ضلع اور جگت سے مل کر بنا ہے۔ ضلع۔ عربی میں پہلو کے لئے استعمال کرتے ہیں لیکن اردو میں اس کا استعمال رعایت لفظی کے معنوں میں کیا جاتا ہے۔ بولتا "ضلع" ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ضلع بولتے ہیں یا وہ ضلع باز ہیں یعنی رعایت لفظی کے ساتھ بولنے میں ماہر ہیں اور بات چیت میں رعایتوں سے کام لیتے ہیں۔

ضلع کا فن یہ ہے کہ گفتگو کے دوران جس چیز کا بھی نام لیا جائے اس کے تمام متعلقات کسی نہ کسی پہلو سے باتوں میں لے آئے جائیں۔

جگت۔ ہندی کا لفظ ہے جس کے معنی دانائی اور حکمت کے ہیں۔ اردو میں ضلع جگت کا استعمال ظرافت و رعایت لفظی کے استعمال اور بذلہ سنجی کے معنوں میں ہوتا ہے مگر بذلہ سنجی سے زیادہ مناسب و موزوں تفنن کی اصطلاح ہوگی۔

ضلع جگت کی تعریف شمس الرحمان فاروقی اس طرح کرتے ہیں کہ "ایسے الفاظ استعمال کرنا جن میں معنوی ربط نہ ہو لیکن ایک بات سے دوسری بات کی طرف دھیان منتقل کرنے والے الفاظ کا اس طرح استعمال کرنا کہ پھوہڑپن نہ پیدا ہو کلام کا بہت بڑا حسن ہے۔" (درس بلاغت ۸۴)

مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ پانی کنوئیں میں چھپ گیا سائے کی چاہ سے (انیس)

۲۔ شامی کباب ہو کے پسند قضا ہوئے (دبیر)

۳۔ ڈھانپا کفن نے داغ عیب برہنگی۔ میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا۔

۴۔ جی میں ہر آوے لیکن رکھتا ہوں من مار اپنا (میر)

۵۔ پانی ایسا میٹھا کہ اس کی چاہ میں باولی بھی دیوانی ہو (رجب علی بیگ سرور)

ا۔ میں (کنواں اور چاہ)

۲۔ میں (شامی اور پسندے۔ یہ دونوں کباب کی قسمیں ہیں)

۳۔ میں (برہنگی اور ننگ یعنی ننگے)

۴۔ میں (ہر، من، مار)

۵۔ میں (چاہ، باولی، دیوانی)

ضلع جگت کرنے والے کو جگت باز اور اس کے بیان کو جگت بازی کہتے ہیں۔

کتاب "سلک مسلسل" منشی چندریکا پرشاد جنوں کی فن ضلع جگت پر پہلی تصنیف ہے جو ۱۸۴۷ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔

ضلع جگت پر دوسری مشہور کتاب "ضلع جگت" ہے جس کے مصنف مہاراجہ سرکشن پرشاد ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی تھی۔

صنعت مراعات النظیر کو بھی ضلع جگت کہا گیا ہے۔ مرزا محمد عسکری نے صنعت مراعات النظیر کی ایک قسم ایہام تناسب کو بھی ضلع جگت کہا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے کلام پر تبصرہ کرنے والوں نے صنعت مراعات النظیر کی بہت ساری مثالیں ان کے کلام سے پیش کی ہیں۔ میں یہاں کلام رضا سے اسی صنعت کی مثالیں ضلع کے انداز میں پیش کروں گا جیسا کہ مختلف عنوانات۔ باغ کا ضلع، سراپا کا ضلع، برسات کا ضلع، وغیرہ کے تحت "سلک مسلسل" اور ضلع جگت دونوں کتابوں میں مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

کلام رضا سے ان کے مبصرین اور مقالہ نگاروں نے ایہام کے نمونے ضرور پیش کئے ہیں مگر باقاعدہ ایہام تناسب کے نام سے مثالیں نہیں پیش کی گئی ہیں۔ میں اس قبیل کے نمونے بھی کلام رضا سے پیش کروں گا اور ضلع جگت کے دوسرے خصوصی نمونے بھی پیش کروں گا۔

ایہام تناسب کی تعریف مرزا محمد عسکری نے اس طرح کی ہے "کلام" میں ایسے دو الفاظ استعمال کئے جائیں جن میں ایک لفظ کا ایک معنی ہو اور دوسرے لفظ کے دو معنی ہوں مگر ان دو معنوں میں سے ایک کا تناسب پہلے لفظ کے ساتھ ہو اور اسی تناسب میں ایہام واقع ہو۔"

مزید پھر لکھتے ہیں "ایک قسم کی ایہام یہ بھی ہے کہ کلام میں ایسا لفظ استعمال کیا جائے جس میں قریب و بعید دونوں معنوں کا کچھ امتیاز نہ ہو بلکہ قائل نے فی الحقیقت اس کو دو معنوں میں مساوی طور پر استعمال کیا ہو اور سامع بھی وہی دو معنی ان سے مراد لے اصل ایہام کی یہی مثال ہے"

مثالیں:۔

۱۔ کریاد کہیں چہ دفن کو۔۔۔کودے نہ کنوئیں میں باؤلی ہو (نسیم)

لفظ باؤلی کو جوایک قسم کا کنواں ہوتا ہے کنوئیں کے ساتھ مناسبت ہے یہ مراد شاعر کی نہیں ہے بلکہ باولی کے دوسرے معنے میں دیوانی عورت مراد ہے (مثال ایہام تناسب)

۲۔ مجلس کو اشک نظم سے رشک چمن کروں
مداحئ حسین بوجہ حسن کروں (میر انیس)

یہاں لفظ حسن کے دو معنی ہیں۔۱۔ برادر اکبر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی حسن ہے ۲۔ حسن بمعنی نیک اور خوب پہلے معنی کو لفظ حسین سے مناسبت ہے مگر شاعر نے اس سے دوسرا معنی مراد لیا ہے یعنی خوب اور نیک اس شعر میں ایہام ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا کلام فن شاعری کی ہر خوبی سے آراستہ ہے۔ ان کے کلام بلاغت نظام میں "ضلع جگت" کے بھی دلکش اور خوبصورت نمونے نظر آتے ہیں۔

۲۔ باغ کا ضلع

(۱) نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

(۲) اللہ اللہ بہار چمنستان عرب
پاک ہیں لوث خزاں سے گل و ریحان عرب

(۳) ہے گل باغ قدس رخسار زیبائے حضور
سرو گلزار قدم قامت رسول اللہ کی

مندرجہ بالا اشعار میں لفظ باغ کی رعایت سے گل، غنچہ، ریحان، خزاں، بہار، سرو، گلزار، چمن، گلشن وغیرہ......کلام رضا میں اس طرح کے درجنوں اشعار موجود ہیں۔

(ب) پھول کا ضلع

(۱) سنبل آشفتہ ہے کس گل کے غم گیسو میں
دیدہ نرگس بیمار ہے حیران کس کا

(۲) شاخ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب میں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

سنبل، نرگس وغیرہ۔۔۔ حضرت رضا کے یہاں اس طرح کے بیسیوں اشعار مل سکتے ہیں۔

(ج) پرند کا ضلع

(۱) بلبل و نیل پرو کبک بنو پروانو
مہ وخورشید پہ ہنستے ہیں چراغان عرب

(۲) بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلبل، قمری، نیل پر، کبک وغیرہ

(د) شہر کا ضلع

(۱) مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

(۲) حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

بخارا، اجمیر، طیبہ اور بغداد وغیرہ

(ہ) سراپا کا ضلع

(۱) سر تابقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

(۲) دندان و لب وزلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول

(۳) دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

(۴) نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

لب، دہن، ذقن، (ٹھوڑی)، بدن، دندان، زلف، رخ، کان، آنکھ، بینی (ناک) وغیرہ

(و) شادی کا ضلع

(۱) دولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی پر خار بادئے ہیں

(۲) تجلی حق کا سہرا سر پر صلوۃ و تسلیم کی نچھاور
دورویہ قدسی پرے جمائے کھڑے سلامی کے واسطے تھے

دولہا، سواری، براتی، کا سہرا، نچھاور، سلامی وغیرہ

(ز) نجوم کا ضلع

(۱) مہر میزان میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے
ڈالے دو بوند شب دے میں جو باران عرب

(۲) دنیا 'مزار' حشر جہاں میں غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے

(۳) سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

مہر' میزان' حمل' منزل' چاند' غفر' سعدین کا قران' ماہ' تارے' قمر وغیرہ

(ح) زیور کا ضلع

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

(ط) اقلیدس کا ضلع

(۱) کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(۲) محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

نقطہ' محیط' مرکز' خطوط' دائرے وغیرہ

(ی) شاعری کا ضلع

(۱) کچھ نعت کے طبقہ کا عالم ہی نرالا ہے
سکتے میں ہے عقل چکر میں گماں آیا

(۲) ثنائے سرکار ہے وظیفہ ' قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا' روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

نعت' سکتہ' روی' قافیہ وغیرہ

(ک) نبی و صحابی کا ضلع

(۱) کلیم و نجی ' مسیح و صفی' خلیل ورضی' رسول و نبی
عتیق و وصی' غنی و علی ثناء کی زبان تمہارے لئے

ایک ہی شعر میں دو ضلعے۔ کلیم' نجی' مسیح' صفی' خلیل' رضی وغیرہ' انبیاء کرام

عتیق و وصی، غنی و علی صحابہ کرام

ایہام تناسب اور صنعت ایہام کی قبیل کے ضلع جگت

(۱) نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

یہاں دوشالہ اور جوڑا سے مراد دو۔۔۔۔ یعنی حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دو صاحبزادیاں جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئی تھیں۔۔ یہ دوشالہ اور جوڑا اس طرف اشارہ ہے اور اس وجہ سے ذوالنورین حضرت سیدنا عثمان غنی کا لقب ہے یعنی دو نور والے۔ ویسے دوشال سے اور جوڑا سے دھیان دہری شال اور کپڑے کے جوڑے کی طرف بھی جاتا ہے لیکن یہاں یہ معنے مراد نہیں ہیں یہاں ایہام ہے۔

(۲) ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے
دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

(۳) حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

دیس کے معنی ملک یا وطن کے ہیں لیکن یہاں دیس سے مراد راگ ہے۔ یہاں بھی ایہام ہے اور ضلع جگت کی یہ بھی اچھی مثال ہے۔

(۴) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

آرام کی مناسبت سے سونا بھی آرام کرنا یا لیٹنا اور اکسیر کی مناسبت سے سونا بھی سونا (دھات)۔ یہاں بھی ایہام ہے اور ضلع جگت کی ایک عمدہ مثال ہے۔

(۵) ساتھ لے لو میں مجرم ہوں
راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے

(۶) میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

مجرم کی مناسبت سے تھانے والے سے مراد پولیس والے ہیں لیکن مجرم سے مراد یہاں دنیوی قانون کا مجرم مراد نہیں ہے بلکہ مجرم دین شریعت یا عدالت الہیہ کا مجرم مراد ہے یعنی بد عمل و گناہ گار اور تھانے والی سے مراد ہیں پکڑ کرنے والے فرشتے ویسے تھانے والے سے مراد تھانہ بھون والے یعنی گستاخان نبی۔ اشرفعلی تھانوی کے متبعین بھی لئے جاسکتے ہیں کہ وہ بھی لوگوں کو خصوصاً بد عمل لوگوں کا

اصلاح عمل کے نام پر عقیدہ غارت کر دیتے ہیں۔

یہاں بھی ایہام ہے اور ضلع جگت کی ایک نادر مثال ہے۔

(۷) سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

بگڑنے کے ایک معنی ہیں ناراض ہونے کے اور ایک مراد ہے برباد ہونے کے یا غلط راہ پر جانے کے یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے۔

(۸) شمع یاد رخ جاناں نہ بجھے
خاک ہو جائیں بھڑکنے والے

بھڑکنے سے ایک مراد ہے بجھنے کے قریب ہونے کے اور شمع بجھنے سے وہم ادھر ہی جاتا ہے مگر یہاں بھڑکنے کا مطلب ہے جلنے والے یا برگشتہ ہونے والے یعنی حاسدین

(۹) کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

یہاں نعت کے لفظ سے وہم شعر کے سکتہ کی طرف بھی جاتا ہے مگر سکتہ سے مراد یہاں حیرت ہے۔ یہاں بھی ایہام ہے۔

(۱۰) عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

چرخ آسماں کو بھی کہتے ہیں لیکن یہاں چرخ سے مراد ہے چکر میں پڑنا یعنی حیران ہونا۔ یہاں بھی ایہام ہے۔

(۱۱) نہا کے نہروں نے وہ دمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل لگے تھے

آب رواں۔ یعنی بہتا ہوا پانی اور آب رواں ایک کپڑے کا بھی نام ہے لیکن یہاں مراد معنی اول سے ہے۔ یہاں بھی ایہام ہے اور ضلع جگت کی ایک نفیس مثال ہے۔

(۱۲) صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین عز، علم و عمل
عفو عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

اعیان ـ عین (ع) کے جمع ہے۔ ویسے عین کے معنی آنکھ بھی ہیں۔ یعنی چیز۔ لیکن یہاں اعیان سے مراد وہ اعاظم اور معزز پیران طریقت ہیں جن کا ذکر (شجرہ میں) اوپر کے متعدد اشعار میں آچکا ہے۔ یہاں ایہام در ایہام ہے۔ ضلع جگت کی یہ ایک نادر مثال ہے۔

امام احمد رضا کا کلام تمام شعری اور فنی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہے اور انہوں نے تقدیسی شاعری میں بھی مختلف علوم و فنون کے ایسے جواہر بکھیر دیئے ہیں کہ کسی اور سے یہ ممکن نہیں اور بلاشبہ ان کی شاعری اردو ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ جس پر شعر و ادب اور شعراء و ادباء کو بھی ناز کرنا چاہئے۔

حواشی:

(۱) درس بلاغت: شمس الرحمٰن فاروقی، ص ۵۶
(۲) آئینہ بلاغت: مرزا محمد عسکری، ص ۱۰۶
(۳) ایضاً ص ۸۲
(۴) ایضاً ص ۸۲

●●●●

"اختلافات رضا"

از: پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
(استاد ہمدرد یونیورسٹی دہلی)

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی تحریک پر امام احمد رضا اور "معاصر علما و دانشوروں سے اختلاف رضا" کے عنوان سے ایک تحقیقی کتاب تحریر کررہے ہیں۔ انہوں نے اس کے ابواب اور ذیلی عنوان کا ایک خاکہ مرتب فرماکر ادارے کو بھیجا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیقی کاوش انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے درمیانی عرصہ کی علمی اصلاحی دینی اور سیاسی و سماجی ماحول اور تحریکوں کے حوالے سے امام احمد رضا کے مقام و مرتبہ کے تعین میں بڑی معاون ثابت ہوگی اور اہل علم و تحقیق اس دور کی مختلف اہم شخصیات کی فکر' جذبات و نظریات کے ساتھ امام احمد رضا کی فکر' خدمات اور نظریات کے تقابلی جائزے سے ان کے حقیقی خدوخال اور قدوقامت کا اندازہ کرسکیں گے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ موضوع کی اہمیت کے اعتبار سے اس کے ذیلی عنوانات سے متعلق جو بھی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ مواد ہو وہ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب کو ہمدرد یونیورسٹی دہلی' ہندوستان کے پتہ پر یا پھر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی معرفت' بہم پہنچانے کا اہتمام کریں۔ اسی طرح اگر کسی محترم اہل قلم کے ذہن میں امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کی خدمات کے حوالے سے اگر کوئی تحقیقی موضوع ہو تو اس کا خاکہ بھی ادارہ کو روانہ فرمائیں ہم نہ صرف ان کے ساتھ مواد کی فراہمی میں ہر طرح تعاون کریں گے بلکہ معارف رضا کے صفحات میں ان کی پذیرائی کرنے کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔ (ادارہ)

مذہبی اختلاف

امام احمد رضا	اور	مولانا اشرف علی تھانوی	مسئلہ علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
امام احمد رضا	اور	مولانا رشید احمد گنگوہی	مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ
امام احمد رضا	اور	مولانا محمد قاسم نانوتوی	مسئلہ خاتم النبین
امام احمد رضا	اور	مولانا محمد خلیل احمد انبیٹھوی	مسئلہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
امام احمد رضا	اور	مرزا غلام احمد قادیانی	مسئلہ دعوی نبوت
امام احمد رضا	اور	خواجہ حسن نظامی	مسئلہ سجدہ تعظیمی
امام احمد رضا	اور	میاں نذیر حسین دہلوی	مسئلہ تقلید ونماز جنازہ
امام احمد رضا	اور	مفتی وجیہ اللہ بنگالی	مسئلہ طلاق

علمی اختلاف

امام احمد رضا	اور	ڈاکٹر سر ضیاالدین	مسئلہ ریاضی
امام احمد رضا	اور	پروفیسر مولوی حاکم علی	مسئلہ حرکت زمین
امام احمد رضا	اور	عبدالحئی لکھنوی	مسئلہ وراثت
امام احمد رضا	اور	جسٹس محمود	مسئلہ وراثت
امام احمد رضا	اور	مولانا احمد حسن سنبھلی	مسئلہ فلسفہ جدیدہ
امام احمد رضا	اور	مولانا اشرف علی تھانوی	مسئلہ تقبیل الابہامین
امام احمد رضا	اور	مولانا خلیل احمد انبیٹھوی	مسئلہ نوٹ
امام احمد رضا	اور	مولانا رشید احمد گنگوہی	مسئلہ نوٹ
امام احمد رضا	اور	مولانا محمد طیب عرب مکی	مسئلہ تقلید
امام احمد رضا	اور	پروفیسر البرٹ ایف پورٹا	مسئلہ علم نجوم (سورج گرہن)
امام احمد رضا	اور	مولانا عبدالحئی لکھنوی	مسئلہ دعا
امام احمد رضا	اور	ڈاکٹر اقبال	مسئلہ زمان
امام احمد رضا	اور	مولانا معین الدین	مسئلہ اذان ثانی
امام احمد رضا	اور	مولانا شبلی نعمانی	مسئلہ ندوہ
امام احمد رضا	اور	مولانا محمد علی مونگیری	مسئلہ ندوہ

سیاسی اختلافات

امام احمد رضا	اور	مولانا ابو الکلام آزاد	مسئلہ موالات
امام احمد رضا	اور	علی برادران	مسئلہ خلافت
امام احمد رضا	اور	مولانا عبد الباری فرنگی محلی	مسئلہ تحریک عدم تعاون
امام احمد رضا	اور	مہاتما گاندھی	مسئلہ تحریک عدم تعاون
امام احمد رضا	اور	ڈاکٹر اقبال	مسئلہ قومیت

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب ایک فاضل نوجوان محقق ہیں اور ہمدرد یونیورسٹی دہلی (ہندوستان) میں فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز کے شعبہ تقابلی ادیان میں استاد ہیں۔ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں قلم کے شہسوار ہیں اور ذہن رسا رکھتے ہیں۔ مختلف موضوعات پر اب تک تقریباً ۱۰۰ مقالات اور ۲۵ سے زیادہ کتب تحریر کر چکے ہیں ان میں سے بیشتر زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ مختلف کانفرنسوں میں تحقیقی مقالات پڑھ چکے ہیں انجم صاحب "معارف رضا" کے لئے گزشتہ ۵ سالوں سے امام احمد رضا کی شخصیت کے حوالے سے مقالہ تحریر فرما رہے ہیں۔ ان کے ان مقالات کو اہل علم حلقہ میں بہت سراہا گیا انہوں نے گزشتہ سال امام احمد انٹرنیشنل کانفرنس ۱۹۹۱ء منعقدہ کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں بحیثیت مہمان مندوب کے شرکت فرمائی اور ہر جگہ اپنے مقالہ پر حاضرین سے داد وصول کی۔

●●●●

علمی نوادر معہ سند

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

امام احمد رضا کے تلامذہ اور خلفاء پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں، رفتہ رفتہ ان کے آثار مل رہے ہیں اور اسلامی تاریخ کے ایک اہم باب میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے۔ ۱۹۹۰ء میں سکھر (سندھ) میں قیام کے دوران محترم مولانا حافظ محمد رفیق صاحب (قادری زید عنایتہ مہتمم دارالعلوم جامعہ انوار مصطفیٰ سکھر) نے فرمایا کہ ایک دستاویز ان کے علم میں بھی ہے جو ان کے استاد گرامی مولانا عبدالغفور علیہ الرحمتہ کے گھرانے میں محفوظ ہے۔ تلاش کر کے مہیا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ پھر ۲۴ جون ۱۹۹۲ء کو یہ وعدہ پورا ہوا اور موصوف کے صاحبزادے برادرم مفتی محمد عارف سعیدی زید مجدہ اور مکرمی مفتی محمد ابراہیم زید عنایتہ دستاویز لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے اور اس کے عکس عنایت فرمائے۔ فجزاھما اللہ احسن الجزاء۔

دستاویز کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دو سندیں ہیں جن کا تعلق پاکستان کے مولانا محمد عبدالغفور شاہ پوری سے ہے۔ ایک سند تکمیل ہے جو ۶ ذی القعدہ ۱۳۴۰ھ کو جاری کی گئی، دوسری سند خلافت و اجازت ہے جس پر کوئی سنہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سند تکمیل کے بعد ہی جاری کی گئی ہوگی۔ بقول برادرم مفتی محمد عارف سعیدی اور مفتی محمد ابراہیم قادری زید عنایتہما (سکھر، سندھ) مولانا محمد عبدالغفور شاہ پوری علیہ الرحمتہ کا تعلق سنی گھرانے سے تھا، والد ماجد قاضی محمد عبدالحکیم شاہ پوری علیہ الرحمتہ نے تحصیل علم کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ غالباً اس وقت تک علاقہ شاہ پور (پنجاب) پاکستان کے سنی حضرات کو دارالعلوم کے مفاسد کا علم نہ تھا۔ بہرحال جب مولانا محمد عبدالغفور صاحب دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد شاہ پوری تشریف لائے تو ان کے والد ماجد نے محسوس کیا کہ مولانا موصوف سلف صالحین کی راہ سے ہٹ گئے ہیں چنانچہ وہ صاحبزادے کو بریلی شریف لئے گئے تاکہ وہ شکوک و شبہات رفع کرادئے جائیں جو دارالعلوم دیوبند میں پیدا کردیے گئے تھے۔ بریلی شریف میں پہلے حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب اور مولانا محمد امجد علی اعظمی سے ملاقات ہوئی (سند تکمیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد عبدالغفور صاحب نے ان حضرات سے بعض کتابیں بھی پڑھی تھیں) ان دونوں حضرات سے ملاقات کے بعد جب امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارے شکوک و شبہات حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

جیسا کے عرض کیا گیا ہے کہ یہ دو سندیں ہیں۔ پہلی سند تکمیل ہے جو ۱۶ر ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ کو جاری کی گئی۔ اس میں مولانا کا نام اس طرح لکھا ہوا ہے:

"العالم العامل و الفاضل والفاصل المولوی عبدالغفور بن قاضی عبدالحکیم المتوطن پنجہ ضلع شاہ پور"

آخر میں ان الفاظ کے ساتھ حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب کی تصدیق ہیں۔ **"انا مصدق لذلک واللہ خیر مالک"** اور حجتہ الاسلام کی مہر بھی ہے۔ پھر ان الفاظ کے مولانا محمد امجد علی اعظمی کی مہر بھی ہے۔ **قد قراء من بعض الکتب درسیہ**

دوسری سند میں امام احمد رضا نے تمام سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت مرحمت فرمائی ہے۔ اس سند میں مولانا محمد عبدالغفور علیہ الرحمتہ کو ان القاب کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔

"برادر یقینی" صالح سعید، مفلح رشید، فاضل حمید، حسن اشائل، محمود الخصائل، راغب الی اللہ، الغفور الشکور قاری حافظ مولوی محمد عبدالغفور، ابن مولوی حافظ قاری محمد عبدالحکیم شاہ پوری نور بالنور المعنوی[۴] الصوری۔"

اس سند پر آخر میں امام احمد رضا کے دستخط ہیں اور مہر بھی ثبت ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، مولانا حامد رضا خاں صاحب، مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب، اور دارالعلوم منظر اسلام "بریلی شریف" کی بھی مہریں ہیں۔

اسی سند کے ساتھ تیسری سند حدیث ہے جو مولوی بشیر احمد صاحب نے عنایت کی ہے آخر میں حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے ان الفاظ کے ساتھ دستخط فرمائے ہیں۔

"وانا علی ذلک من الشاہدین"

آئندہ صفحات پر آپ ان دونوں بلکہ تینوں نادر و نایاب سندوں کی فلمیں ملاحظہ فرمائیں۔ راقم السطور اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا "کراچی" کے جملہ اراکین محترم مولانا حافظ محمد رفیق صاحب اور برادر مفتی محمد عارف صاحب سعیدی کے تہہ دل سے ممنون ہیں کہ انہوں نے یہ علمی نوادر عطا فرمائے۔ فجزاھما اللہ احسن الجزاء۔

۱۹۹۲ء

بقیہ اداریہ

آخر میں ہم نے "نوادرات" کے عنوان سے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی تین نایاب غیر مطبوعہ سندوں کے عکس دیئے ہیں جن کا تعلق پاکستان کے علاقہ شاہ پور (پنجاب) کے ساکن مولانا محمد عبدالغفور شاہ پوری علیہ الرحمتہ سے ہے۔ ان میں ایک سند تکمیل ہے جس پر ٦ ر ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ کی تاریخ درج ہے۔ دوسری سند خلافت و اجازت ہے جس پر کوئی تاریخ نہیں ہے۔ تیسری سند حدیث ہے۔ پہلی دو سندیں (عکس) مولانا نے محترم حافظ محمد رفیق احمد قادری زید عنایتہ، مہتمم دارالعلوم جامعہ انوار مصطفےٰ سکھر نے اور تیسری سند (عکس) مولوی بشیر احمد صاحب محترم مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو قیام سکھر کے دوران بہم پہنچائیں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ان تینوں حضرات کا ان تبرکات کے عکس کے لئے ان کا ممنون ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ جناب مسعود ملت نے ان سندوں کی تاریخی اہمیت اور صاحب سند کی شخصیت سے متعلق ایک مختصر نوٹ "علمی نوادر" کے عنوان سے قلمبند کیا ہے جس سے اس دور کا ایک پس منظر اور اعلیٰ حضرت کی شخصیت کے بعض پہلو بھی سامنے آتے ہیں مثلاً یہ کہ ایک الزام ہے کہ وہ دیوبندیوں کے معاملہ میں شدت پسند تھے اگر آپ متشدد ہوتے تو آپ ایک دیوبند کے فاضل کو اپنے دارالعلوم میں کیسے داخلہ دیتے؟ اور اپنا قرب خاص کیوں بخشتے؟ ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت درس و تدریس اور تعلیم و تبلیغ میں پیار و محبت اور شفقت و حکمت کے اصول پر عامل تھے۔ پھر یہ کہ امام احمد رضا کے دارالعلوم کے تعلیمی معیار کا بھی پتہ چلتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں جس مقام پر اعلیٰ تعلیم کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے امام احمد رضا کے مکتبہ عشق میں درس کی ابتدا ہوتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد بھی ایک مومن کی تعلیم و تربیت میں بہت کچھ کمی رہ جاتی ہے اور وہ صحیح تعلیم و تربیت کے لئے بریلوی مکتب کا محتاج رہتا ہے۔

قارئین ذوی الاحترام آپ نے ملاحظہ کیا ہم نے اپنی سی پوری کوشش کی ہے کہ جملہ معارف رضا متنوع موضوعات کے مقالہ جات کا ایک خوبصورت گلدستہ بنا کر پیش کیا جائے سال بہ سال ہماری جدوجہد خوب سے خوب تر کی تلاش کی ہوتی ہے دوسرے ہمارے پیش نظر ادارے کے اہداف و مقاصد بھی ہوتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ امام احمد رضا کی شخصیت ان کی فکری اور ان کے علمی آثار پر کام کرنے والے محققین کے لئے "معارف رضا" کے شمارے رہنما ثابت ہوں۔ تیسرے یہ کہ ظلم وجہالت کے اس دور میں عصر حاضر کے اس عظیم محقق علی الاطلاق اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام محبت اس کے افکار و خیالات، اس کا ورثہ علمی اور صالح مشن کی ترویج و اشاعت بطریق احسن جاری و ساری رہے اور علم و صداقت کی روشنی پھیلتی رہے۔

ہم کہاں تک اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں اس کا فیصلہ آپ قارئین کریں گے۔ آخر میں ادارہ اپنے ان تمام فاضل مقالہ نگار اور قلم کار علماء و فضلاء کا دل کی گہرائیوں سے سپاس گزار ہے

جنہوں نے امام احمد رضا کے اس "مشن علم و عشق" میں ہم سے تعاون کیا اور اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اپنی خوبصورت نگارشات سے "معارف رضا" کے صفحات کو مزین کرنے میں ہماری مدد فرمائی کہ جن کے تعاون کے بغیر "معارف رضا" کا اتنا معیاری اجراء ممکن نہ تھا ادارہ اپنے ان تمام احباب کا بھی ممنون و متشکر ہے جنہوں نے معارف رضا کے لئے مضامین کی کمپوزنگ' پروف ریڈنگ اور طباعت و اشاعت میں بھرپور تعاون کیا خصوصاً آفس سیکریٹری ادارہ ہذا جناب امتیاز فاروق صاحب' نوجوان قلمکار اور نائب سیکریٹری ادارہ ہذا جناب اقبال احمد القادری صاحب' مولانا جاوید رضوی صاحب استاد آرمی پبلک اسکول بدین' جناب مولانا ندیم اختر القادری صاحب' جناب خان افسر قادری صاحب اور جناب فاروق عبدالقیوم صاحب متعلم المرکز اسلامی کراچی جن کی شب و روز کی محنتوں نے "معارف رضا" کے حسن صوری کو جلا بخشی اور اس کے اشاعت و طباعت کے مرحلے کو آسان تر بنایا۔

اس موقع پر ناسپاسی ہوگی اگر ہم ان حضرات کا ذکر نہ کریں جنہوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا ملکی اور غیر ملکی مشہور قلمکاروں سے ہمارے رابطہ کا سبب بنے۔ اس ضمن میں جہلم (پاکستان) سے جناب محترم محمد طاہر خاں رضوی صاحب ایڈووکیٹ' لاہور سے جناب علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب چیئرمین رضا فاؤنڈیشن' جناب محترم علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب استاد جامعہ نظامیہ لاہور' جناب محترم عبدالستار طاہر صاحب' اسلام آباد سے جناب بشیر احمد ناظم صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر وفاقی وزارت مذہبی امور' جناب نوشاد عالم چشتی صاحب طالب علم بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد' ڈاکٹر محمد طفیل صاحب ریسرچ اسکالر اسلامک ریسرچ بیورو' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد' فیصل آباد سے ڈاکٹر عبدالشکور ساجد صاحب' عطاء المصطفیٰ نوری صاحب اور ان کے دیگر رفقاء گورنمنٹ ڈگری کالج گوجرانوالہ سے پروفیسر سلیم اللہ جندراں صاحب صدر "انگلش لٹریری سوسائٹی گوجرانوالہ" لکھنؤ ہندوستان سے محترم مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی صدر مدرس دارالعلوم محمدیہ ردودلی شریف' دہلی سے محترم ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب' ہمدرد یونیورسٹی دہلی سے محترم علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب' ایڈیٹر حجاز جدید دہلی' بریلی شریف سے محترم پروفیسر محمود حسین صاحب استاد شعبہ جدید عربی و فارسی' فاضل نوجوان صحافی جناب محمد شہاب الدین رضوی اختری صاحب مدیر "سنی دنیا" (بریلی شریف) اور معروف اسکالر اور مصنف جناب عبدالنعیم عزیزی صاحب وغیرہ کے اسماء گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ادارہ ان سب معزز حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہے ادارہ اپنے ان محسنین اور کرم فرماؤں کی خدمات کا بھی قلب کی گہرائیوں سے اعتراف کرتا ہے کہ جن کے پرخلوص مالی تعاون نے معارف رضا کی بایں ہمہ زینت و مشاطگی' اشاعت و طباعت کو ممکن بنایا۔ ہم اپنے ان تمام معاونین کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔ ! امین بجاہ سید المرسلین رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ والہ و ازواجہ و اصحابہ و بارک وسلم۔ و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ تفسیر رضا

علیہ یدل صحیح الاحادیث الاحاد و الدالتہ علی دخولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الجنتہ ووصولہ الی العرش اوطرف العالم کما سیاتی کل ذالک بجسدہ یقظتہ "صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب اسراء جنت میں تشریف لے گئے۔ اور عرش تک پہنچے یا عالم کے اس کنارے تک آگے لامکان ہے اور یہ سب بیداری میں مع جسم مبارک تھا۔"

حضرت سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ شریف باب ٣١٦ میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان خلقہ القران و تخلق بالاسما و کان اللہ سبحنہ وتعالی ذکر فی کتابہ العزیزانہ تعالی استوی علی العرش علی طریق التمدح والا الثنا علی نفسہ اذکان العرش اعظم اجسام فجعل لنبیہ علیہ الصلواۃ والسلام من ھذا الاستوا نسبتہ علی طریق التمدح والثناء بہ علیہ حیث کان اعلی مقام ینتھی الیہ من اسرے بہ من الرسل علیھم الصلوۃ والسلام وذالک یدل علی انہ اسرے بہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم بجسمہ۔ ولو کان الاسرا بہ رویا لما کان الاسرار ولا الوصول ال ھذا المقام تمدحا ولا وقع من الاعراب انکار علی ذلک۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ اور حضور اسماء الٰہیہ کی خود خصلت رکھتے تھے۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی صفات مدح سے عرش پر استوا بیان فرمایا تو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس صفت استوی علی العرش کے پرتو سے مدح و منقبت بخشی کہ عرش وہ اعلیٰ مقام ہے جس تک رسولوں کا اسراء منتہی ہو اور اس سے ثابت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسراء مع جسم مبارک تھا۔ کہ اگر خواب ہوتا تو اسراء اور اس مقام استوا علی العرش تک پہنچنا مدح نہ ہوتا۔ نہ گنوار اس پر انکار کرتے۔"

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الواقیت والجواہر میں حضرت موصوف سے ناقل "**انما قال صلے اللہ تعالی علیہ وسلم علی سبیل التمدح حق ظھرت مستوی اشارۃ لما قلنا من ان منتھی السیر بالقدم المحسوس العرش۔**" "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بطور مدح ارشاد فرمانا کہ یہاں تک کہ میں مستوی پر بلند ہوا اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ قدم جسم سے سیر کا منتہی عرش ہے۔"

مدارج النبوۃ شریف میں ہے "فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس گسترانیدہ شد برائے من رفرف سبز کہ غالب بود نور او بر نور آفتاب پس در خشید باں نور بصر نہادہ شدم من براں رفرف و برداشتہ قدم اتا برسیدم بہ عرش" اسی میں ہے کہ "آوردہ اند کہ چوں رسید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

.عرض دست زد عرش بداماں اجلال دے" اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں ہے " جز حضرت پیغمبر ما صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالا تر ازاں ہیچ کس نہ رفتہ و آنحضرت بجائے رفت کہ آنجا جانیست۔"

برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں
اسری .عبدہ است من المسجد الحرام
تا عرصہ وجوب کہ اقصائے عالم است
کانجانہ جاست نے جہت و نے نشان نہ نام

نیز اسی کے باب رویۃ اللہ تعالیٰ فصل سوم زیر حدیث قدرای ربہ مرتین ارشاد فرمایا۔ "بتحقیق دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پروردگار خودرا جل وعلا دو بار یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہے بود دوم چوں بالائے عرش برآمد۔"

مکتوبات حضرت شیخ مجدد الف ثانی جلد اول مکتوبات ۲۸۳ میں ہے "آں سرور علیہ الصلاۃ والسلام دراں شب از دائرہ مکاں و زماں بیروں جست و از تنگی امکان برآمدہ ازل و ابد را ان واحد یافت و بدایت و نہایت رو در یک نقطہ متحد دید۔" نیز مکتوب ۲۷۲ میں ہے۔" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین ست و بہترین موجودات اولین و آخرین بدولت معراج بدنی مشرف شد واز عرش و کرسی درگزشت و از مکان و زمان بالا رفت۔"

امام ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں۔

قول المصنفین من الفقهاء وغیرهم قال رسول الله صلے الله تعالی علیه وسلم کذا و کذا و نحو ذلک کله من قبیل المعضل و سماه الخطیب ابو بکر الحافظ مرسلا و ذلک علی مذهب من یسمی کل مالا یتصل مرسلا۔

تلویح وغیرہ میں ہے ان لم یذکر الواسطة اصلا فمرسل

مسلم الثبوت میں ہے المرسل قول العدل قال علیه الصلوة و السلام

فواتح الرحموت میں ہے الکل داخل فی المرسل عند اهل الاصول

انہیں میں ہے المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا و ان من غیره فالا کثر و منهم الامام ابوحنیفة و الامام مالک و الامام احمد رضی الله تعالی عنهم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقة

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے لا یضر ذلک فی الاستدلال به هھنا لان المنقطع یعمل به فی الفضائل اجماعا

امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں علم تنقل لا ینفی الوجود و الله تعالی اعلم

(حاشیہ تکمیل الایمان ص ۱۳۸۔ ۱۴۴ مکتبہ نبویہ 'لاہور)

39 . Ibid, p.178.

40 . Ibid , p.194.

41 . Ibid , p.195.

42 . Ibid.

43 . Ibid , p.200.

44 . Ibid , pp.191-192.

45 . Khwaja Kaleem Ashraf, "Mufti-e-Azam ki Infiradi Hasiyat" (article), *Aala Hazrat*, Bareilly, October 1990 (Mufti-e-Azam Number), pp.246-247.

●●●●

18 . Ibid , p .248 .

19 . Ibid

20 . Dr . I . H . Qureshi , Ulema in Politics , Karachi 1974 , p . 366 .

21 . Ghulam Moinuddin Naimi , Tazkarah Al Maruf ba Hayat-i-Sadrul Fazil , (Lahore , n . d.) 2nd ed. p . 186 .

22 . Ibid .

23 . Ibid , p . 189 .

24 . Dr . I . H . Qureshi , op . cit . , p . 366.

25 . Ghulam Moinud din Naimi , op . cit . , p . 181.

26 . Ibid .

27 . Ibid .

28 . Ibid .

29 . Prof . Masud Ahmed , Tahrik-e-Azadi, op.cit. , p.253.

30 . Mirza Abdul Waheed Baig, op.cit., p.169.

31 . <u>Dabdabah-e-Sikandari,</u> Rampur, 29 . March, 1946.

32 . Ibid .

33 . Mirza Abdul Waheed Baig, op.cit. p.174.

34 . Ibid .

35 . Ibid .

36 . Wali Mazhar Advocate , Azeem Quaid Azeem Tahrik, p.376.

37 . Mirza Abdul Waheed Baig, op.cit., p.192.

38 . Ibid .

REFERENCES:

1 . Dr. Shafiq Ali Khan, "Imam Ahmed Raza Khan Bareilvi and the Indian Politics from 1880 to 1921" (article), Maarif -e- Raza, Karachi, 1990, page 18.

2 . Ibid, p. 19

3 . Prof. Syed Jamaluddin "the Bareilvis and the Khilafat Movement" (article), Maarif -e- Raza, Karachi, 1986, p. 22.

4 . Quaid -i- Azam, a chronology ------ published by the Quaid-i-Azam Academy, Karachi 1981, p . 14 .

5 . Prakash, Lahore, 26 April, 1925.

6 . Tej, Delhi, 20 March, 1926.

7 . Paigham-i-Sulh, Lahore, 6 April, 1927

8 . Al-Wakil, Amritsar, 9 December, 1925.

9 . Prof.Masud Ahmad, Tahrik-e-Azadi-e-Hind aur Al-Swad-ul-Azam, Lahore 1987, pp. 127 --- 128.

10 . Mirza Abdul Waheed Baig, Hayat -e- Mufti -e- Azam, compiled by Haji Iqbal Ahmad Noori, Idara-e-Tahqiqat-o-Tasnifat-e-Mufti -e-Azam, Bareilly (India) 1fs990. pp. 101 -- 102 .

11. Ibid .

12 . Prof. Masud Ahmad ,Tahrik - e - Azadi , op . cit . p . 128 .

13 . Dr . Shafiq Ali Khan , loc. cit ., p . 24 .

14 . Prof . Masud Ahmad , Fazil Bareilvi aur Tark-i-Muwalat, Lahore . 1988 , p . 76 . n . 1 .

15 . Prof . Syed Jamaluddin , loc. cit . p . 23 .

16 . Prof Masud Ahmad , Tahrik - e - Azadi , op. cit. p . 245 .

17 . Ibid

18 . Ib

19 . Ib

20 . D

21 . G
Fa

22 . Ib

23 . Ib

24 . D

25 . G

26 . Ib

27 . Ib

28 . Ib

29 . Pr

30 . M

31 . D

32 . Ib

33 . M

34 . Ib

35 . Ib

36 . W

37 . M

38 . Ibi

forcible family planning in India. During Indira Gandhi's regime, a proclamation of Emergency was made in 1976 and simultaneously a reign of horror was let loose in the form of forcible birth - control plan. The members of the general public, specially youngmen, were caught by the police on the streets, market - places and cinma - houses and forcibly taken to hospitals for performing visectomy on them. For the government servants it was already made obligatary to undergo the visectomy operation. In this respect the Indian govenment was able to obtain a *Fatwa* from some *Ulema* in favour of visectomy. The goverment was much too keen on getting a favourable *Fatwa* from Mufti-e-Azam Moulana Mustafa Raza Khan. But Mufti-e-Azam frustrated all the government designs by issuing a very strongly - worded *Fatwa* against visectomy. He frankly declared that "visectomy is absolutely "haraam" for the Muslims". This *Fatwa* caused much perturbance in the official circles of India as it tended to upset the entire scheme of the government about family planning. Consequently the Indian government made every endeavour to pressurise Mufti -e- Azam to revise his *Fatwa* on birth - control. But all the efforts of the government turned futile. Mufti -e- Azam candidly said, "we always issue, *Fatwa* after serious and careful consideration of the question conserned, and once our *Fatwa* is issued, we never withdrawit. I reiterate that visectomy is totally "haraam" for the Muslims".[45] He pointed out that this act of the Congress Government was a direct interference in the Muslim personal law and every Mussalman should resist it.

When Mufti-e-Azam made these statements, it was a period of Emergency wherein a person could be arrested under the Defence of India Rule without assigning any reason. But Mufti -e- Azam did not care for any dire consequences in the way of upholding the flag of Isalm and in gurarding the rights and interests of the Muslim community in India.

The issue of visectomy was not the last trial for the Bareilvi *Ulema*. Such situations were often created by different forums, but everytime the Bareilvi *Ulema* stood firm and bold to shield the intersts of the Muslim minority in India. Presently the *Ulema-i-Ahl-i-Sunnat* along with others, are engaged in offering maximum possible resistanc to the Hindus' efforts of truning the Babri Masjid into the Ram Mandir at Ayodhya.

The Barelvi school has constantly acted as bulwark of the Muslim community's rights and interests from the very beginning. It was never influenced by any favour or frown from any forum. It never made a compromise on any question which, in its opinion, was not right and it never adopted a middle course between "yes" and "no" on any subject. The policy of the Bareilvi school has always been clear, bold and firm. A very important contribution of Bareilvi *Ulema* is to provide to the Indian Muslims a religio-political platform to voice and ventilale their grievances as well as to counter the antagonistic forces.

the country, wherever the Muslim population lived.[40] This tour of Mufti-e-Azam infused courage and confidence among the scared Muslims of India. The object of this countrywide tour was not simply to know about the welfare and safety of the fellow Muslims but also to estabish Muslim "Madrasas" (religious educational institutions) in different parts of India. This plan was implemented and shortly a network of "Madrasas" with the provision for Urdu medium was spread all over the country.[41] The establishment of Urdu medium "Madrasas" was considered necessary in view of the fact that the Indian government was abolishing Urdu from educational institurations, as a result of which a day would come when the Muslim students would be completely unable to read their Islamic books written in Urdu.[42] The plan of "Madrasas" therefore, served a dual purpsoe, namely, giving Islamic education as well as teaching Urdu language to Muslim students.

In order to combat and confront a number of anti Muslim moves in the post- partition period, Mufti -e- Azam revived and activised the body, named Raza-e-Mustafa.[43] This was the same organisation which had successfully countered the "Shuddhi" and "Sangathan" movements in the mid- twenties. All these acts of the Bareilvi *Ulema* created courage and boldness in the Muslim minority of India.

It was a normal practice of the Mufti-e-Azam's educational academy (Manzar -e- Isalm) to issue a pamphlet on the occasion of Eidul Azha for the guidance of those Muslims who intended to sacrifice animals. This pamphlet, besides containing certain Isalmic injunctions about sacrifice, also enumerated the animals that were permissible for sacrifice by the Muslims. when the first Eidul Azha fell after the independence of India, Mufti-e-Azam's academy, as usual, issued the same type of pamphlet containing the list of sacrificeable animals including the "cow". The congress government of India raised a serious objection to the inclusion of cow in the list issued from Mufti-e-Azam's Darul Uloom, Manzar -e- Isalm. The government said that when the cow- slaughter was legally prohibited in India it could not be included in the list of sacrificeable animals. The administration sent a Superintendent of police in Bareilly to call an explanation from Mufti -e- Azam and to ask him to withdraw the "Cow" from the list of sacrificeable animals. Mufti-e-Azam firmly and boldly refused to do so. He argued that his academy had issued the list of those animals whose sacrifice is permissible in Islam and since cow is one of those animals, it must obviously be inclueded in the list of sacrificeable animals, irrespective of the fact that the Indian government had prohibited cow - sloughter for its own reasons. The Congress government had to yield to Mufti -e- Azam's logic and the cow remained included in the list of sacrificeable animals as ever.[44] This was a significant act of defence of the Muslim Community's interest by the Bareilvi school.

Perhaps the hardest trial through which the Bareilvi Ulema (led by Mufti -e- Azam) had to pass, was the issue of visectomy as a part of

cast his vote in any subsequent election as long as he lived.[34] Even at the time of supporting the Muslim League, he made it absolutely clear that his support was not being extended to a political party but only to the cause of the Muslims and for the creation of an Islamic state in the Subcontinent.[35]

On 14th August 1947, a new Muslim state, namely Pakistan came into being. The hero of the Sunni Conference and an activist of the Pakistan movement, Moulana Naimuddin came to Pakistan in 1948. While working on the plan of an Islamic constitution, he made a short visit to his home town (Moradabad) in India where he suddenly died and thus his assignment remained incomplete.[36]

Mufti-e-Azam -e- Hind Moulana Mustafa Raza Khan who had cast the first and last vote of his life in favour of the creation of Pakistan, never came to Pakistan. When thousands of his followers requested him to move to pakistan he refused and explained to them that his presence in India was all the more essential for safeguarding the interests of those Muslims who remained in India and did not migrate to Pakistan after the partition; these Muslims could not be left to the mercy of the Hindu government without any check.[37] He also felt that if he migrated to Pakistan, a very large number of Indian Muslims would also move out from India, and the Mufti -e- Azam did not like that the vast region of India should be deprived of the light of Islam by the departure of so many Muslims from there.[38]

Mufti-e-Azam survived for about thirty four years after the partition of the Subcontinent and during all this time he lived in Bareilly, India. The socio - Political scene completely changed in India after the independence. The Indian National Congress which in pre-partition days claimed to represent the interests of all the communities, now began to act as purely a communal organisation. The secular state of Bharat demonstrated the features of a total "Hindu Raj". The Congress government introduced Hindi as state language; the entire system of education began to be Hinduised; cow-slaughter was prohibited and the Muslim community was being harrassed both by the government as well as by the Hindu public.[39]

Mufti-e-Azam-e- Hind was vigilent and watchful of all these post-partition developments. He was noting how the Congress gevernment was trying to carry the Indian Muslims away from Islam and what steps were being taken to render them economically crippled. In this situation he consoled the Muslims and advised them to remain calm. Then he undertook a comprehensive tour of the whole country at such a time when the Muslims were being brutally killed by the Hindus even in railway trains all over India. Musfti -e- Azam went to every nook and corner of

opponents of the Muslim League.[26] He made it clear to the public that participation of the *Ulema* in the pakistan movement was not to oblige the Muslim League, but their action was always governed by the dictates of Islam.[27] In this historic meeting at Benares (April 1946), it was unanimously resolved that "this session strongly supports the demand for pakistan and declares that the *Ulema* and *Masha'ikh of Ahl-i-Sunnat* are ready to make every sacrifice for the achievement of an Islmic state.[28] In the same session it was also decided that a Committee consisting of Bareilvi *Ulema* should be set up to prepare a plan for the working of an Islamic state. This Committee included Moulana Mustafa Raza Khan (Mufti-e-Azam), Moulana Naimuddin himself and several others.[29]

As mentioned earlier, after the demise of Moulana Ahmed Raza Khan, his elder son Moulana Hamid Raza khan succeeded in 1921. When Moulana Hamid Raza Khan breathed his last in 1943, his younger brother Moulana Mustafa Raza Khan, titled Mufti-e-Azam -e- Hind continued and promoted the views held by his late father and brother on the Muslim politics in India. He favoured the Muslim Leagues movement to such an extent that in July 1945 he sent a telegram to the Vice-roy of India, informig him about his firm support to the All India Muslim League and its efforts for the creation of an Islamic state.[30]

During the time of general elections, Mufti -e- Azam -e- Hind Moulana Mustafa Raza Khan formally issued a *Fatwa* (religious verdict) that "the Muslims should help the Muslim League by casting thier votes in its fvour since the League is endeavouring to establish an Islamic state in the Subcontinent".[31] This *Fatwa* which was also endorsed by fifty other *Ulema* of *Ahl-i-Sunnat*, revolutionized the entire electoral process in favour of the Muslim League.[32]

Seeing the wholesome effect of the enthusiastic support of the Bareilvi *Ulema* to the Pakistan movement, the Muslim League requested the Mufti -e- Azam Moulana Mustafa Raza Khan that he should cast his vote first on the day of general electins (1945 - 1946) that were a sort of referendum on the question of Pakistan. In other words the Muslim League decided that on the day of polling the first vote to be cast in favour of the League, should be Mufti-e-Azam's vote. The Mufti-e-Azam Mustafa Raza Khan consented to this request and accordingly, on the particular day of polls, the Mufti-e-Azam was taken to the polling booth in Bareilly (his home city) in a huge procession and he was the first person to drop his ballot in the poling box in favour of Muslim League at Bareilly.[33]

Not only that the Muslim League won the election by a wide margin in that particular constituency, but it also achieved a landslide victory all over the Subcontinent. It is said that the vote cast by Mufti-e-Azam in favour of the Muslim League, was his first and last vote in life. Mufti-e-Azam had never given his vote in any election ever before, nor did he ever

Ahmed Raza Khan at Moradabad (U.P.), where the All India Sunni Conference came into being on 21st March, 1925, with Moulana Naimuddin as its Nazim -e- Aala (chief Organiser) and Pir Syed Jama'at Ali Shah as its president.[17] As active and vocal representative of the Bareilvi *Ulema*, the Sunni Conference enthusiastically advocated the cause of the Muslim League throughout the movement for Pakistan.

Even prior to Dr. Iqbal's historic Presidential address at the Muslim League Session in December 1930 at Allahabad where he asked for a separate Muslim homeland, the All India Sunni Conference, in its session at Behral (District Malda, Bengal) in May 1930, had resolved that "Muslims must keep themselves away from the Congress movement".[18] In another resolution at the same session, the Sunni Conferenc experessed its disdain over the misleading policies of the *Jamiat-ul-Ulema -e- Hind* (Deoband school) which, according to the Conferecne was totally a puppet in the hands of the Hindus and the Congress.[19]

This organisation of the Barelvi *Ulema*, namely the Sunni Conference which had taken a modest start at Moradabad in 1925, began to swell by leaps and bounds. Its branches were established in almost every part of India and every brandch engaged itself in progagating the necessity for the creation of Pakistan. The moving spirit and the most revolutionary personality of the Sunni Conference was Moulana Naimuddin (the Nazim -e- Aala) who was a disciple of Moulana Ahmed Raza Khan .Moulana Naimuddin "toured the entire Subcontinent in the north and delivered speeches in practically all the major towns and even in some small ones".[20] His commitment to the cause of Pakistan was so deep-rooted that in a letter to Moulana Abul Hasnat, organiser of the Punjab branch, he wrote thah the Sunni Conference "shall never give up the cause of Pakistan, whether Mr. Jinnah himself remains its supporter or not".[21] Moulana Naimuddin completely rejected the proposals of the Cabinet Mission and declared that "they would not serve our purpose".[22]

The zenith of the Sunni Conference appeared in April 1946 when a mammoth gathering, of about five thousand *Ulema* with about one and a half lakhs audience, was held at Benares. It was a four - day session (27 to 30 April 1946) where the Bareilvi *Ulema* impressed upon the delegates and general people that the creation of Pakistan was inevitable for the Muslim community of the Subcontinent.[23] According to Dr. I. H. Qureshi "When these *Ulema* went back to their places, the publicity for Pakistan received considerable impetus".[24] In this gigantic gathering at Benares, Moulana Naimuddin explained to the audienc that although it was not proper for the *Ulema* to come on the platform of the Muslm League, but since the League had undertaken to create and establish an Islamic state, the *Ulema* joined in this mission for the glory of Islam.[25] He said that the *Ulema* of his school could never trust the non- Muslims, therefore these *Ulema* had risen to counter the activities of the

After carefully studying the situation, the Jama'at-e-Raza-e-Mustafa started action. Agra was decided to be the centre of the counter movement launched by the Raza -e- Mustafa.[11] This body worked day and night, secretly as well as openly, among the Malkana Rajputs and achieved great success in their mission. It is said that through the endeavours of the Bareilvi school, not only about four and a half lakh converts had been restored to their Islamic faith, but at the same time about fifty thousand Hindus also embraced Islam by presuasion.[12] This was a great achievement of the Mufti-e-Azam and other Bareilvi *Ulema*.

The Bareilvi *Ulema* always acted as guardian of the Muslim community's interests in every walk of life. The All India Muslim League (formed in 1906) whose aim was also to guard and protect the rights and interests of the Indian Muslims from political platform, was obviously supported by the Bareilvi *Ulema* on most of the policies and issues. In other words, the Bareilvi *Ulema* had a pro-Muslim League attitude, unlike the Deoband school which strongly supported the Indian National Congress The Bareilvi *Ulema* sharply differed from the leadership of the Indian National Congress and its philosphy. It regularly "launched a crusade against the Hindu and the Congress imperialism and resisted the socio - political influences of the nationalist Muslims".[13]

When the Muslim League started movement for a seperate Muslim state in the Subcontinent, the Bareilvi school subscribed full support to it. It is interesting to note that the concept of dual nationhood which came in the form of Mr. Jinnah's celebrated TWO-NATION THEORY in 1940 and on whose basis, India was partitioned in 1947, had been pronounced by Moulana Ahmd Raza Khan, as early as 1879 in s Sunni conference at Patna. [14]

The Bareilvi *Ulema* never reconciled themselves to the idea of the Muslims forming a common nationhood with the Hindus in India. So much so that Moulana Ahmed Raza Khan opposed even the Hindu Muslim unity and the Muslims' co-operation with the Indian National Congress. And by the same logic he bitterly criticised the Lucknow Pact (1916) as it involved the plan of muslims' co-operation with the Hindu-dominated Congress.[15]One might, for a moment, call Moulana's attitude as "extremist", but the later events conclusively proved that the Muslim politicians gained nothing, except regret and repentance, from their co-opertion with the Indian National Congress and the Hindus.

When the Muslim League decided to launch the Pakistan movement, the Bareilvi *Ulema* instantly announced its active and enthusiastic support to the movement. A very important and activist wing of the Bareilvi *Ulema* was the ALL INDIA SUNNI CONFERENCE, founded in 1925[16] The founding session of the Sunni Conference was presided over by Moulana Hamid Raza Khan, elder son and successor of Moulana

"Shuddhi", no power can stand in the way of our freedom".[6] One of the Chief organisers of the Sangathan movement, Dr. Moonje, specifically stressed the need of building up power and force in the Hindus whereby they could bulldoze the Muslim community. Addressing his co-religionists, he said, "You will not be able to convert the Muslims, until you have strength in your bodies."[7] Another leader of the Sangathan movement, Swami Satya Deva, announced that when the Hindus become strong, they would tell the Muslims: "Do not hold the Quran to be a revealed book; do not recognise Muhammed as the Prophet of God; give up all connections with Arabia ... observe all the festivals connected with Rama, Krishna and other Hindu gods, ..."[8]

The Shuddhi and the Sangathan movements were launched simultaneously with the object of totally eliminating Islam from the Subcontinent. the inital attempt of conversion to Hinduism was made on the Malkana Rajputs who live in the Western part of the United Provinces and eastern parts of Rajputana. They were ignorant Muslims who did not have a deep and firm Knowledge of their religion. A massive effort was made to convert them to Hinduism. The chief organiser of this mission was Swami Shardhananda. This was the same Shardhananda whom the Muslims had most honourably brought into the Jami Masjid of Delhi and put him on the pulpit to make speech durig the khilafat and Non-co-operation Movement. (This act of bringing Shardhananda into the Jami Masjid was most severely criticised by the Bareilvi *Ulema*.

The onslaught of mass conversion of the Muslims proceeded without much resistance since the Muslim political leaders were mostly in jail and the Muslim public was helpless and confused. At this juncture the Bareilvi school led by Hujjat -ul - Islam, Moulana Hamid Raza Khan stood up with a determination to put a stop to the conversion of the Muslims.

The Bareilvi *Ahl-i-Sunnat* activised a body named "Raza-e-Mustafa" (formed during the time of Moulana Ahmad Raza Khan) to combat the scheme of conversion. Mufti-e-Azam -e- Hind Moulana Mustafe Raza Khan was the chief organiser of the anti-conversion organisation. A very scientific and systematic strategy was drawn to knock down the monsters of the Shuddhi and Sangathan movements. Various groups were prepared to go to the affected areas, (some of them incognito) and work to restore the converted ones back to Islam.[9]In January 1923, Mufti-e-Azam, Moulana Mustafa Raza Khan and his Jamaat started their survey form Meerut; then they went to Buland Shaher and thereafter to Sultanpur to find how they could proceed in their mission with the help of the local people to counter the wave of conversion.[10]

Mr. Gandhi's doctrines and actions. According to the Moulana, Mr. Gandhi's support to the Khilafat Movement (1919 - 1923) and his scheme of Non-Co-operation was simply to exploit the Muslims for promoting the Hindu ideals; to him Mr. Gandhi was actually an enemy of the Muslims.[3]

In November 1920, when a *Fatwa* signed by five hundred *Ulema*, was issued by the *Jamiat ul Ulema-e-Hind* in support of Mr. Gandhi's scheme of Non-Cooperation, Moulana Ahmed Raza Khan and his followers condemned it vigorously and asked the Indian Muslims to keep aloof from it. In this context it is interesting to note that Mr. Mohammad Ali Jinnah, the head of the Muslim League, was also opposed to the programme of Non -co- operation chalked out by Mr. Gandhi. In December 1920 he frankly declared that, Mr. Gandhi's programme would end in disaster.[4]

The *Ahl-i-Sunnat* constantly acted as a bulwark against all the forces that tended to harm the interests of the Muslim community in India. After the demise of, Moulana Ahmed Raza Khan, in 1921, his elder som, Moulana Hamid Raza Khan, titled Hujjat-ul-Islam' (1875--1943), and following latter's death, Moulana Ahmed Raza Khan's younger son, Moulana Mustafa Raza Khan, titled 'Mufti-e-Azam -e- Hind' (1892--1981) succeeded most earnestly.

While Moulana Hamid Raza Khan had a short span of only twenty two years as his father's successor, Moulana Mustafa Raza Khan got as many as fortyeight years to serve as head of the *Ahl-i-Sunnat* and as overall incharge of the, Darul Ifta, Darul Uloom Manzar-e-Isalm (established at Bareilly in 1904) and other related institutions and organisations in India.

After the termination of the First World War (1914--1918), two Hindu movements were launched with the object of eliminating non - Hindus from India, namely, "SHUDDHI" and "SANGATHAN." Both the movements were basically directed against the Muslims. The aim of the former was to convert the Muslims to Hinduism while the purpose of the latter was to make a fascist organisation of Hindus who could use force and coercion in "dealing" with the Muslims. The leaders of these movements frankly declared that they wanted to clean India of non - Hindu elements. One of their spokesman, Lala Dhanpat Rai once said, "The most important need of today is "Arya" or Hindu Sangathan .... There will come a day when all the Muslims and aborigines will become "Arya" through this movement."[5]

Another champion of the Shuddhi movement, the prince of Amethi declared, "when all Muslims become Hindus through

THE ROLE OF ULEMA -I- AHL-I -SUNNAT IN SAFEGUARDING MUSLIM COMMUNITY'S INTERESTS IN INDIA.

(Dr. SYED AZHAR ALI)

The *Ulema* belonging to *Ahl-i-Sunnat* (Commonly called the 'Bareilvi school') played a very important role in protecting the socio-political rights and interests of the Muslim community in the Subcontinent. Moulana Ahmed Raza Khan of Bareilly (1856-1921) was one of the most eminent theologians and scholars of his time. The *Ahl -i- Sunnat* or Bareilvi *Ulema,* sharply differed from other Sunni schools (such as the Deoband school) not only in matters of religious ideas ansd doctrines but also in political and legal issues arising in the subcontinent from time to time. But even their stand on legal and political issues was backed by the sound Islamic reasoning.

The *Ahl-i-Sunnat* did not necessarily move with the mainstream. Sometimes they adopted very revolutionary line, regardless of the general feelings or displeasure of the ruling power in the country. After the usurpation of political power by the British, a controversy arose whether India remained "Darul Islam" (land of Muslims) or it became "Darul Harb" (land of infidels / battle). In 1803 Shah Abdul Aziz (1746 - 1824), son of Shah Waliullah, declared India to be "Darul Harb". But in 1880 Moulana Ahmed Raza Khan issued a *Fatwa* to the effect that India is not "Darul Harb", rather it was "Darul Islam". He based his *Fatwa* strictly on the juristic decision of the great Imam Abu Hanifa who has laid down specific conditions for declaring a place as "Darul Harb" or "Darul Islam".[1] Through Ahmed Raza Khan's *Fatwa* a great confusion was removed from the minds of the Indian Muslims who were already victims of social and economic sufferings in the hands of the British rulers. This Fatwa also might have helped Sir Syed Ahmed Khan in his mission of reconciling the Indian Muslims to the changing order of the day and persuading them to get modern education.

The Ahl -i- Sunnat also doubted the genuineness of the Jehad Movement launched by Syed Ahmed Shaheed (1786 - 1831) and Shah Ismail Shaheed. The Bareilvi *Ahl -i- Sunnat Ulema* think that Syed Ahmed Shaheed and his companions were"inspired and exploited by the rulers of the East India Company to destroy the Sikh regime in Punjab, as was proved by later events".[2]

While the Deoband school generally supported the aims and objects of the Indian National Congress, the Bareilvi *Ulema* were bitterly opposed to its programme and leadership. Moulana Ahmed Raza Khan, was totally against the Hindu - Muslim union or any sort of co-operation with the Hindu-dominated Congress. He was also a severe critic of

into correspondence with the QUAID-E-AZAM and made his own suggestions (Pl.see encls. No.3&4). Unfortunately his large personal library containing thousands of books on various subjects and all his records have been lost in the holocaust that followed in the wake of Independence. Of the little that could be retrieved by air from India in 1947 when virtually all other means had been disrupted, more has been lost than preserved for the ultimate glory belongs to the UNSEEN.

MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS died on Thrusday the 6th Shaban, 1363 A.H.(27th. July, 1944). Of the elegies written on his death, the one with unique poetic art is re-produced below:-

از جناب سید محمد عسکری حسن عارف میرٹھی

ششم جو دہر میں شعبان کی ہوئی ظاہر
عزیز غوث سے اعلم کا انتقال ہوا
قضا جہان سے کی اس فقیر کامل نے
تھا اپنے وقت کا اک بے نظیر علامہ
اس کے فضل کا مبلغ وہ اس کی تصنیفیں
ہر ایک حال میں تکیہ تھا ذات باری پر
تمام خوبیاں موجود تھیں کمال کے ساتھ
نہ گزرا زیست کا بیکار ایک لمحہ بھی
گل حسین تھا وہ گلشن سیادت کا

۵ ہجوم غم کا تلاطم ہوا طبیعت میں
۳ چلی خزاں کی ہوا گلشن شریعت میں
۲۰ کہ جس کو فقر پہ اک ناز تھا امارت میں
۸۰ فقہ میں شرع میں تاریخ میں سیاست میں
۳ جفر میں طب میں ریاضی میں علم ہیئت میں
۶۰۰ خدا کا خوف تھا دل میں کرم طبیعت میں
۲ بڑھا ہوا تھا تقدس میں زہد و طاعت میں
۴۰۰ تمام عمر کٹی دین کی حمایت میں
۲۰ کہ جس کے حسن سے زینت ہے باغ جنت میں

ہوئی جو خواہش عارف کہ مصرعہ تاریخ
زباں بہ نصرت داؤد یوں ہوئی گویا
۱۵

۲۰۰ رقم مزار پہ ہو یادگار رحلت میں
۳۰ لیا عزیز حق نے کنار رحمت میں

+ ۱۳۶۲ھ ۸ ۴ ۳ ۱ = ۱۳۶۳ھ

M.N.A. (Pakistan) was also associated with that Madressa in some way, which is not clear to the writer.

On the political front, MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS as an activist of local Muslim League, holding different offices from time to time until his death, galvanised the public opinion and united local Muslims for final on-slaught against their poverty and privation and political emancipation from the yoke of non-muslim majority. On occasions he would plead with the orthodox school of Muslim Ulamas who had their serious misconceptions about Muslim League on religious grounds. Usually their gathering in the annual urs of MAULANA AHMED RAZA KHAN BAREILVI afforded such an occasion for him but otherwise also he never allowed any opportunity that came his way, to go abegging. With all his religious knowledge MAULVI HAKIIM SYED AZIZ GHAUS had pragmatic views and courage and conviction with an un-compromising hatred for hunting with the hounds and running with the hare. He was enlightened and farsighted enough to read the writing on the wall, so much as that a few before the birth of Pakistan, he advised one of his sons to dispose of all landed property and leave the place when occasion demands. Living predominantly in a Hindu locality, he always kept Muslim League flag flying at the main entrance of his house.

His house used to be venue of daily political gatherings and hub for electioneering compaigns both for local bodies and elections in 1937 the result of which speak of themselves. Such meetings were invariably attended by stalwarts like MAULVI HAFIZ MOHAMMAD ZAHUR UDDIN ADVOCATE and on occasions by leading political figures like AZIZ AHMED KHAN ADVOCATE M.L.A.(U.P), SYED ABU TAHIR ADVOCATE, NAVAB WAHID AHMED KHAN ADVOCATE,NAWAB HAMEED KHAN ADVOCATE, CHAUDRI YAR KHAN, SYED YUSUF ALI ADVOCATE and ISRAR ALI KHAN ADVOCATE. They were all stalwarts and active political co-workers of MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS. But MAULVI HAFIZ ZAHUR UDDIN was not only a co-worker but his bosom friend par excellence. He had been a member of Legislative Council (U.P) elected under the constitutional reforms in 1919. But then he was sentenced to a term in Lucknow Jail for his part in KHILAFAT (Movement) MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS as an astute constitutionalist-statesman steered clear of all embarrassments, always ready for national service without fear or frown, disdainful of personal publicity or cheap popularity. He always had leading role in organising public meetings of the local Muslim League or when leaders like NAWAB ISMAIL KHAN visited Bareilly. He took an active part in organising the conference when QUAID-E-AZAM visited Bareilly in late thirties. On his socio-political views he occasionally entered

IN TIBB MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS obtained his education from his uncle HAKIM SYED ABDUL SAMAD and acquired such a mastery over the subject that his knowledge and research work received due acknowledgement from no less an authority than HAKIM AJMAL KHAN of Delhi (Pl. see TARIKH ROHILKHAND-WA-BAREILLY, P.296 and also RAMUZ-AL-ATIBBAVOL.2,p.282 publishers Shaikh Burkat Ali Lahore). But, except for a short period in his life, he never adopted medical practice as a regular profession which traditionally remained Zamindari. But at the same time he remained abreast of the system by off and on practising it as a missionary service to the suffering mankind. For his professional skill and kind, amiable nature he was widely known and highly respected by Muslims and Hindus alike in every strata of society.

Naturally, as a man of wide knowledge and high social status, MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHUAS could not remain un-moved by the seething un-rest and general plight of the Muslims of India during that fateful period of their history in the Sub-Continent. He took up the eudgel and as a social reformer founded ANJUMAN-E-FIDAYAN-E-ISLAM. Form its forum he ruthlessly fought against social evils and un-social practise and customs prevalent in the Muslim Society. For this purpose he used to organise social gatherings at his house and sometimes contributed articles to the local news-paper, AKHABAR-E-ROHILKHAND and often distributed pamphlets. But the main success lay in the door-to door visits the volunteers to dissuade people from un-social practices specially marriage customs. It was singular success when Chaudhri Hamid Yar Khan a notable of Bareilly, distributed invitation Cards for the marriage of his daughter under the caption "DAWAT-E-BEY-TU'AAM(Feast without food). He also remained actively associated and tendered his advice when sought by Mufti Mustafa Raza Khan BAREILVI for the establishment of some organisation for literacy drive to dissiminate religious knowledge amongst Muslim masses in India. Soon it came into being and he willingly accepted an un-solicited honor when he was elected in absentia as a member of the Managing Committee of JAMAT-E-ISLAH-WA-TARRIQI-E-AHLE-SUNNAT by eminent ulamas in a large gathering attended by Muslim scholars like MAULVI SYED MOHAMMAD AHMED of KHACHAUCHA,MAULANA ABDUL HAMEED ANOOLVI and MAULANA NAEEM-UD-DIN of MORADABAD. His advice was much sought after and willingly tendered for the affairs of that body (Pl.see encls. No.1&2) and soon the Islamic Madressa established by those stalwarts became the center of religious learning for pupils from all parts of India and even abroad. If his memory has not failed the writer of this note,late MAULANA ABDUL MUSTAFA AL-AZHRI(Son of Maulana Amjad Ali, the authority Auther of Bahare-e-Shariat)

As a contemporary of Hakim Ajmal Khan (Born Ziuilqad 1258 AH/Jan. 1839 died 29th Ramadhan 1345 AH/7th March 1927) of Delhi, he was an eminent scholar of Arabic, Persian and Sanskirt and a Tabib of real merit and skill second to none. His name figures in all standard books alongwith other outstanding Tabibs of his age in India(Pl.see RAMUZ-AL-ATIBBA, VOL.2.p.282- Publishers Shaikh Barket Ali, Lahore).HAKIM SYED ABDUL SAMAD also served for sometime as Personal Tabib of His Highness the Raja of Gwalior State. He was also an eminent Urdu Poet of great merit and skill under the penname SARSHAR with a DIWAN to his credit. In this capacity he has been highly spoken of by critics like Lala Sri Ram of Delhi in his book KHUMKHANA-E-JAVED VOL. iv (Pl.also see TARIKH ROHILKHAND-WA-BAREILLY, p. 289).

Born and bred as he was in a family of Saint-Scholars and himself steadfast traditionalist by nature, MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS (Born 9th Moharram 1300 AH died 6th Shaban 1363 AH 27th July 1944) completed his early education in Arabic, Persian and Fiqh in the traditional way from a Maulvi and his father then at the final stage completed HADITH with A'ALA HAZART MAULANA AHMED RAZA KHAN BREILVI and from Madressa MANZAR ISLAM, Bareilly obtained SANAD, among others, under the SEAL of A'ALA HAZRAT (Pl.see i-TARIKH-i-ULEMA AHLE SUNNAT, p.183 BY MAHMOOD AHMED QADRI, BHAWANIPUR, DISTT. MUZAFFARPUR, BIHAR, INDIA; ii- The DAILY JUNG, KARACHI, DT. 14-11-1980). He also learnt from the same MAULANA BAREILVI MATHEMATICS, ASTRONOMY AND JAFAR and attained such a proficiency and knowledge that a research Scholar of Agra University came to Bareilly, stayed with him and prepared his thesis with his guidance in 1942 and finally obtained the degree of ph.D.in ASTRONOMY from that University. Besides, he left a wide circle of pupils specially in ASTRONOMY and TIBB, HAKIM ABDUL RASHID being one who made name as Hakim after Independence. MAULVI IBRAHIM RAZA KHAN, a grand-son of MAULANA AHMED RAZA KHAN BAREILVI was also his pupil in Tibb.

MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS, as a strict disciplinarian punctually observed his daily routine and on an average devoted 3/4 hours daily to the pursuit of knowledge as an ardent Scholar with insatiable thirst for more and more knowledge. As an eminent Scholar of Persian, Arabic, Mathematics, Astronomy, Jafar, Fiqh, Hadith, History, Philosophy, Tibb and with fair knowledge of English, he was the author of many books on Astronomy History and PROSODY and treatises on JAFAR and intricate subjects of Tibb. He was also a poet and had a special knack for a unique poetic art. (Pl.see TARIKH ROHILKHAND-WA-BAREILLY, p.274;293).

It was here at Bareilly that HAFIZ SYED SHAH MOHAMMAD FAZL-E-GHAUS grand-father of late MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS and grand-son of SYED MOHAMMAD SHAFI was born 1225 AH died on 29 Zil Hijja 1307 AH HAFIZ SYED SHAH MOHAMMAD FAZL-E-GHAUS was a great saint-scholar (p1. see TARIKH-E-ROHILKHAND WA-BAEAILLY, page 288 and KHAKUL KALAM FI–AIIWAL-AL-ARAB-WA-AL-ISLAM (ed.1899) VOL.5,p.p.23,51). Some of the broad facts of his life are also in personal knowledge of MAULANA SHAH AHMED NOORANI. As a contemporary of SHAH NEAZ AHMED BAREILVI, HAFIZ SYED SHAH MOHMMAD FAZL-E-GHAUS had a wide circle of disciples and devotees locally and far and wide both amongst Muslims and Hindus alike in pre-Independence India. Some of the ruling. Princes also had a feeling of great devotion and respect for him. One of them JIA JI RAO SCINDHIA DHIA, the ruler of Gwalior State, once paid a personal visit to him at Bareilly as an earnest devotee. HAFIZ SYED SHAH MOHAMMAD FAZL-E-GHAUS was an eminent Sufi Poet under the pen-name SAQI(Pl see TARIKH ROHILKHAND-WA-BAREILLY, page 288) and left behind two voluminous DIWANS in URDU/HINDI AND PERSIAN. It is said that he was the author of 300/400 books and treatises in Urdu and Persian on Sufism and Islam in general. Some of them were ARZU NAMA, AL-ISHARAT-WA-AL-NIKAT-WA-AL-HIIKAYAT FI-ALSINA, INTIKHAB-UL-MARSAD, RISALA ARBA, TAED-E-HIDAYAT, DIWAN (Persian) and DIWAN(Urdu/Hindi) (Pl.see Dr.Mohd. Ayub Qadri, YADGAR-BAREILLY (Dec.1958), page 13 and AINUL INSAN, page 56). It is unfortunate that they are all extinct except the DIWANS, which are too, in a very bad shape.

However , a selection from them has been published in a single volume in Pakistan and acclaimed in the literary circle, specially by Scholars like Dr. Farman Fatehpuri and poet Rais Amrohvi, as a composition of superb art having a peculiar feature of being NA'AT and artistic poetry end to end.

The father of late MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS, MAULVI HAKIM SYED MOHD. GHAUS was a scholar of FIQH and HADITH. He lived a pious saintly life, un-concerned with the inherited vast landed property both agricultural and Urban (Pl. see TARIKH-ROHIILKHAND-WA-BAREILLY, p,274), which was managed by his other two brothers. Of them SYED GHULAM GHAUS (Born Zil Hijja 1270 AH.Feb.1853 DIED 24th Ramzan 1333 AH/7th August 1915) commonly known as HAKIM SYED ABDUL SAMAD, made a great name for his knowledge and skill as a Hakim (Pl. see TARIKH ROHILKHAND-WA-BAREILLY, P.296).

SHORT FAMILY HISTORY AND LIFE SKETCH OF
LATE MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS.,
A STUDENT AND SPECIAL DISCIPLE (KHALIAFA) OF
IMAM AHMED RAZA KHAN BAREILVI.

Syed Muhammed Raza-e-Ghous

S/O: Hakim Syed Aziz Ghous

Maulvi Hakim Syed Aziz Ghaus, born towards the turn of the last century Hijra in a reputable family of saint-scholars lived upto the traditions of his illustrious forebears. By one of the strangest freaks of misfortune recorded in history, the Abbassides rulers, under whom the civilization and culture of Islam reached the highest watermark, had also the ignominy of being the persecutors of the direct descendants of the Holy Prophet (Peace be upon him). The latter Abbassides ascended the throne virtually without power and descended into the graves without regret and persecution and tyrannical admonitions reached the point of no-return; SYED ABUL FARAH, rather than bow before untruth, migrated to the then India from WASIT,a town built near Baghdad under the early OMMEYADES. But soon he himself returned of GHAZNI, leaving behind his one son commonly known in history as SYED ABUL FARAS JAJAIZI. He was the ancestor of Maulvi HAKIM SYED AZIZ GHAUS. One of SYED ABUL FARA'S descendants, SYED MASUD, who was a fore-father of MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS, moved to Delhi during the reign of SULTAN NASIRUDDIN MAHMOOD. The Sultan gave him a high MANSAB and married his daughter to him. SYED MASUD conquered several places in the DOABA and annexed them to the SULTANATE of DELHI in the 7th Century Hijra. Another forefather of MAULVI HAKIM SYED AZIZ GHAUS was granted a MANSAB and a SANAD by AHMED SHAH ABDALI. A portion of that SANAD bearing the seal of the King has been handed down to the writer of this note from generation to generation (P1. see enc1. No. 5). An other direct descendant SYED SHAH NOOR ALLAH, a great Saint, lies buried at a place named after him in the Punjab. Yet another SYED MOHAMMAD SHAFI by name moved from NOORPUR further eastwards to the U.P. in the 12th, century Hijra and settled at Bareilly.

2. <u>How to prepare a thesis</u>

Dr. Troll suggested that Mr. Qureshi shammed read cearfully "A Manual for writers of Research papers, theses and Dissertations" by K.L Turabian (Heinemin, London: The First British Editors)

II GENERAL APPROACH TO ISLAMIC POETRY

Dr. Troll suggested that Mr. Qureshi should read the following books

1) The Encyclo Baedia of Religions(Macmillon, N.Y) Vol.II

Entries on:

i) Poetry and Religion

ii) Islamic Poetry

2) Khaleeq Ahmed Nizami's book on the religions scene in India (in Urdu)

3) As through a veil= A. schimuill

4) And Muhammad is his Messenger: A schimuill

5) Mystical Disccusions sions of Islam= A. schimuell

6) Islam in the Sub-continent A. Schimuell

7) Islamic Revival in India (Deoband Movement 1860-1900) Barbara Matcalf

8) Studies in Early Islamic Mysticism by Tor Andrae (translated by Birgitta Sharpe)

State University of New York (U.S.A)

<u>FOCUS ON THE RELIGIOUS POETRY OF IMAM AHMAD RAZA</u>

1. Note Book of new Ideas and research tutorials points should be maintained
2. Research Cards on earlier writers quoted by AR his biography, subjects, titles of works places and importaant events should be maintained separatly.
3. <u>Open mind</u> Listen to his poet voice with an open mind. Our effort is to see the glass half Full rather than half-empty.
4. Systematic Reading of the text of his poetry
5. A Dictionary of IAR's technical Terms will gradually emerge within the next six month or so.

Chapter II: Religions Poetry from Ameer Khusrow to the end of Muslim Rule in India (1300 – 1857)

Chapter III: British Rule in India (1857-1921)

a) Different approaches to the Islamic Faith

b) Cultural conflicts and compromises

c) The crisis of Muslim Identity

Chapter IV :Raza Bareilvi's life

a) childhood and education

b) Training as a Mufti

c) Half a century as an authority on Islamic Laws

d) Religions Poetry the voice of his soul

Chapter V: Raza Bareilvi's thought as reflected in his poetry

a) The Quranic Influence

b) Sheer artistic excellence of his poetic style

c) BELIEF attains the height of LOVE

d) Culturally Sunni and legally Hanafi point of view

e) A Symbol of Muslim identity in the religions and political movement in the present day India and Pakistan

Chapter IV Bibliography

(A) Books by Raza Breilvi

i) Urdu

ii) Persian

iii) Arabic

(B) Sources of material on Raza Barelivi

i) Booles ii) journal and Magazines

Research Topic The Religions Poetry of Imam Ahmed Raza (1856-1921)

Supervisor Dr. Christion Trall (Birmingham University)

Research Student Mr. G.D. Qureshi

Main points of the First tutorial held on Friday, Feb. 17, 1989 at 3 pm

I METHODOLOGY

1 URDU IN ARABIC SCRIPT: TRANSLITERATION

Dr. Troll gave a 6-page standard bulletin to Mr. Qureshi and advised him to use the standardized method with accuracy and cousistency

10. O foe! your denial is here for you a curse
    Your fate in the hereafter will be worse
11. Pretend outwardly that you are not afraid
    Your heart inwardly sinks on seeing my master's blade
12. About Ibne Zehra your thoughts are dangerous
    How dare you hold views so blasphemous
13. If you refuse to follow the falcon's path
    You will lose your bird of faith by divine wrath
14. Do not cut the branch you are seated on
    Or the roots of your family tree will be gone
15. Disobeying God to please men, near and far
    O I know how low your intentions are
16. O fox! inspite of your greed and cunning
    A look from the watch-dog will set you running
17. O master! I am most willingly obedient
    To your will I am fully subservient
18. Your word is law; your pen is sword, O guide!
    your kingdom ranges far and wide
19. An angry look drives the enemy away
    Your kind word makes a friend's day
20. Control over hearts is yours from above
    Please make my heart a treasure of love
21. Rejected-thief will run away with a start
    Your name when he sees engraved on my heart
22. In life, death and hereafter, my guide!
    Under your spiritual cover I want to reside
23. On dooms day the sun's heat will be hell-bent
    Luckily I shall have the advantage of your tent
24. In "BAHJAT-UL-ISRAR" all my secrets lie
    Because you cover your disciples like the sky
25. For the world's opposition I (Raza) do not care
    I know my guide will grant my prayer

The Religions Poetry of Imam Ahmed Raza Bareilvi

(1856-1921)

<u>Chapter I: Importance of religions poetry in the muslim Culture</u>

a) Muslim religious poets of Arabia

b) Muslim sufi poets of Iran

16. Your holy water I need in right earnest
It purifies more than a handful of dust

17. When time comes, the bird of my soul will fly
Hard lack! I cannot see you until I die

18. In your fold are dogs, young and old
Living so far away I am still in your fold

19. Dogs with this insignia are never killed, never!
Please leave your collar on my neck for ever

20. Baghdadi dogs know my name and seal
Though in India, in Baghdad myself I feel

21. O master! for the sake of your dignity
Upon your servant's plight take pity

22. A thief, a criminal, a man so base
Kind master! I am yours in any case

23. I shall still be after you named
O Ghaws! if I stand somewhere blamed

24. Raza! do not crawl, you may be small
But your renowned master is the best of all

25. Yet one more poem in praise of the master?
Come, Raza, inscribe your name in the poet,sregister

POEM NO 3

1. How terrible is your anger, O Ghaws, the brave!
Your victim continues suffering even in his grave

2. Clouds cannot stop the furious lightening
Shields drop on seeing your sword frightening

3.. Your spear moves fast in every direction
Strikes harder when it sees its own reflection

4. While attacking you never miss your aim
Just one stroke puts the worst enemy to shame

5. How ironical! some foes mean by nature
Want to lower down your high stature

6. Had they sense, against God they would not fight
Almighty Allah has raised you to this height

7. The last Prophet is your protector and guide
Your fame has and will spread far and wide

8. How hard ill-fate enemies may undermine
Your name is destined for ever to shine

9. Your foes will fail, even if they try
When Allah has promised to keep you high

22. Who knows what might be the fate of the sinner
    Dying at your feet can make him a winner

23. For me, a tiny droplet will suffice
    When the virtuous get in plenty and nice

24. Kaabah, Medinah Baghdad look where you may
    Radiance of your light is always at play

25. As my supporter, before you I (Raza) bring
    My spiritual guide, who is your off-spring

POEM NO 2

1. O Ghaus! you hold a place, of prominence
   Your feet are above others heads in eminence

2. Whose eyes can towards your head rise?
   Mystics kiss your feet with their eyes

3. Very brave are your protected men
   your dog frightens a lion in its den

4. Your illustrious ancestors are Hussain and Hassan
   Both traditions in your person have become one

5. With oaths Allah persuades your to eat
   To him you are so dear, so sweet!

6. He who sees your personality's halo
   Actually sees our Prophet's spiritual shadow

7. Zehra's son is blessed in your birth
   Qadris enjoy your blessings on this earth

8. The art of giving is your by imberitance
   The Prophet bequeathed to you his pittance

9. Prophetic rain, Alvi crop, Batooli bower
   Hussains fragrance in Hussan's flower

10. Prophetic supervision, Alvi star, Batooli, boon
    Hussain's light in Hassan's moon

11. Prophetic beauty Alvi mountain Batooli quary
    Hussain's dazzle in Hassan's ruby

12. Ocean or land, garden or desert, city or village
    Which place does not hear your message

13. With purity of intent, one cannot cannot a vice
    I have tested your grace, not once but twice

14. Your thirsty are too weak to stand and explain
    Their eyes long for your generous rain

15. O Ghaws! very sinful and dirty I have been
    Before my death please wash me clean

3. O master of the heavenly river! you are so kind
   Needs of the thirsty are dear to your mind

4. People learn the art of generosity at your door
   The most virtuous walk humbly on your fioor

5. How can man understand your grandear
   When angels are dazzled by your splendour

6. Heaven, earth and world You feed
   Who then in the host? you are, indeed.

7. Since you are Allah's beloved, yours is every thing
   In love mine and time does not apply to any thin

8. your servants hold a very distinguished place
   They find your feet brighter than anybody's face

9. Not a well, but an ocean I want for a start
   But from your hand a splash contents my heart

10. Thieves always hide away from their chief
    But under your cloak tokes refuge your thief

11. Grant our eyes, minds and bodies conferment
    O true Sun! head our hearts to enlightenment

12. Why does my heart trembled like an, autumn-leaf
    When to the weak your compassion can grant relief

13. Who am I with all my sins insignificant
    When your word saves millions in my predicament

14. O master! Your kindness made me lazy
    Now fear of accountability drives me crazy

15. Do not send your servants to others O master
    Peace is near you, elsewhere is disaster.

16. I am a lowly, sinful and neglected being
    you are a forgiving, righteous and elevated being

17. Your decisions are final in every matter
    Please change my fate for the better

18. Allah has given you such an authority
    Pray, return my sinful heart to puritymeet

19. No one else in the would I wish to meet
    My cherished desire is to die at your feet

20. You gave us Islam, and as muslims gave honour
    Who ever heard that you withdraw your favour

21. I understand the Scars of painful death remain
    But your post ablution water can cleanse the stain

Mufti of the Islamic Law, he attained proficiency in Arabic and Persian languages. Since he was linguistically precious he become well-versed in Hindi language as well. So, it is fair to say that his linguistic skills and poetic gifts manifest themselves through Urdu,Persian,Arabic and Hindi languages.

"Hadaai-E-Bakshish consists of two volumes. The first volume consists of 103 pages and there are 80 poems of varying length in it. The second volume consists of 94 pages and there are 28 long poems in it. The spontaneous quality of his spiritual poetry is extremely charming. The range of his vocabalary includes all the four languages namely Urdu, Persian, Arabic and Hindi. It is interesting to note that there is one poem in volume one of ten couplets, in which every couplet is written immaculate dexterity in four equal parts. Artistically and Uriguistically it is a rare accomplishment. Despite this diversity of languages, the unity of theme is superb throughout the poem by any standard of poetic evaluations.

The religious poetry becomes limiting and limited, if it begins with mere conversion and ends with dogma. But it becomes transcending and limitless, if it begins with "love" and ends with "true belief". Imam Raza's religious poetry deserves to be placed in the latter category. His choice of appropriate words, his poetic diction, his spontaneous overflow of powerful emotion and his whole-hearted devotion to a variety of the inner and outer dimension of the personality of the Prophet of Islam have imbued his poetry with a spirt of hope for attaining salvation in the next world and ectstasy in living a righteous life in this world. This spirit of optimism inspires the reader and tronsforms him into a good human being and better religious person in his own insight and vision of God.

Broadly speaking, there are three major themes in Imam Ahmed Raza's religious poetry. These are listed below

1. poems in praise of the Prophet of Islam
2. Poems in appreciation of the Saint of Jeelan
3. Poems in denunciation of the Wahaabi Sect for underestimating the spiritual greatness of the prophet of Islam

From the early pages of his collection of religions poetry present below three poems to illustrate these themes:

Poem No 1

1. Your generosity is boundless, O Allah's Messenger
For your always grant every wish of your follower.
2. From your drop flow waves of magnanimity
From your partick emerge stars of rare buminosity

with the advent of the British rule in India in 1857 a situation of cultural chaos and religious middle was created. There were cultural conflicts and compromises within the fold of Muslims in India, a number if Soctarign interpretations and political alliances became evident. There was a crisis of Muslim identity

Imam Ahmed Raza (1859-1921) was a major theological figure of the first quarter of our century in the British India. By training and vocation he was a MUFTI (a judge of Islamic Law) A doctoral dissertation on his verdicts has already been accepted by PATNA UNIVERSITY in India. Scholars are currently Persuing their research projects in Asian and European universities on various aspects of his multi-faceted personality.

His religious poetry in Urdu,Persian,Arabic and Hindi brings into focus his total views of life. I feel that his lofty and imaginative temperament finds full expression in his religious poetry, which has an immortal appeal in its own right.

I propose (a) to translate his poetry into ENGLISH (b) to evaluate it critically (c) to study his life and thought through his poetry, and (d) to relate his theological views to the overall theological scene of his times.

Religious poetry can, especially in Islam, rise to mystical and immortal heights, if it is based on profound love for true belief, otherwise it degenerates into sectarian propaganda. In case of Imam Ahmed Raza for a multiplicity of reasons it has risen to rare and astonishing heights. I intend to undertake a research project in this field.

Some Introductory Remarks about IMAM AHMED RAZA'S collection of religious Poetry= "HADAAIQ-E-BAKHSHISH" or "The Treasure of generosity".

Imam Ahmed Raza Bareilvi (1856-1921) was a theologian but like many other men of genius he demonstrated his proficiency in a number of disciplines of human knowledge. Just to name only a few areas of his achievements, I may mention:

(a) His translation of Holy Quran into Urdu language(kanzul Iman, 1911);

(b) His verdicts on Islamic laws covering a period of fifty years (Fatwa-E-Razwiyah, published Pesthumously);

(c) His treatises on Mathematics; and

(d) his immortal collection of religious poetry (Hadaaiq-E-Badhshish, 1907).

He belongs to our illustrious family of Muslim theologian. His mother-tongue was Urdu language. As a part of his training as a

The Religious Poetry of Imam Ahmed Raza Bareilwi (1856 - 1921)

By: Prof: G.D. Qureshi

Proposed Research Topic

The Religion Poetry of

Imam Ahmed Raza Bareilvi

(The life and achievements

of Imam Ahmed Raza Bareilvi

in the light of his religious poetry)

The Religious Poetry of

Imam Ahmed Raza Bareilvi

(1856-1921)

Right from the days of the Prophet of Islam there is a glorious tradition of religious poetry in the Muslim culture; Hassan bin Thaabit wrote highly moving poems on the value and events of Islam and the Prophet rewarded his poems publicly in the Mosque

In Iran, when the Muslims become the rulers, the Muslim sufis through their poetry stirred the souls of the believers, these sufis always stayed away from the courts of the Kings. Their simple and God-fearing life-style proved immensely exhaling and morelising for the masses. The Kings disliked them but the people loved them. Sometimes with the connivance of their paid orthodox religious officials some kings got some sufis killed but today those sufis are remembered as martyrs. Their poetry has immortalised them and endeared them to millions of true believers all over the world

In India (the Indian subcontinent) the tradition of Muslim religious poetry goes back to the thirteen century. The first great sufi poet was Ameer Khusrau, who wrote sublime poetry and paid glowing tribute to his mystic guide for having introduced him to the ecstasies of the inner dimension of spiritual life. Throughout the subsequent centuries the glorious tradition of God-conscious religious poetry has been continued by many outstanding sufi poets in India upto the end of the Muslim rule in India

was well versed in scores of branches of knowledge yet in the later years he restricted his interest to the following branches of religious learning.

i) To support and defend the Holy Prophet.

ii) To uproot the innovations prevalent in Muslim Society.

iii) To issue Fatwa according to the Hanafi School of Jurisprudence.

Ahmad Raza did not take active part in politics but he paved the way for freedom with his brilliant philosophy based on the Holy Quran and Hadith.

He was a great Mathematician and Economist but the world did not do justice to him. I would admired Keynes for his theory of Equation in 1936 but the man who gave it in 1912 i.e. 24 years before Keynes has never received his share. In the same years, he appealed to the Muslims of the world to open banks of their own but again his nation turned a deaf ear to him. Till 1940, the Muslims of India had no bank of their own. He wrote a good deal against interest and was in favour of banking without interest. He, time and again, advised the Muslims to buy the articles of their need from the shops of the Muslims and provided a base for Muslim common Market.

He was also a great poet, he wrote Naats but with much care. His Naats are often recited in the meetings as well as on the radio and television to revive the spiritual feeling of the Muslims.

In short, he was a jurist, thecologian-cum-politician and a reformer. Throughout his life and in all his works he maintained this motto "Love the holy Prophet' Salla Allaho Alaihe Wasallam." and in this respect he could not compromise with any.

We should follow his principles of life. He expired in 1921 and was buried at Barielly (India).

LIFE OF A SAINT

By. Prof. Ishrat Hussain Mirza

IMAM AHMAD RAZA KHAN FAZIL BARAILVI (R.A.)

Islam does not believe in Priesthood but does believe in Sainthood. saint is a man who is true in his love for God and His Holy Prophet Sallallaho alaih-e wasallam and also charitable, meek and patient.He prays to God not for worldly and heavenly gains but for the greater Will of God. Mawlana Ahmad Raza Khan is a saint. I love him and he is my hero.

He was born at Bareilly (India) in 1856, a year before the war of independence. He was a born genius. He read the Holy Quran when he was only four years old. Later, he became astonishingly well versed in more than fifty branches of learning, pertaining to Ancient Sciences, Modern Sciences, Current Sciences, and Oriental Learning and left contribution in all these academic disciplines.

He believed in Sufism and in 1872 he went to Shah Al-i-Rasul and was admitted to the Qadirya Order. He was deeply religious and led his life strictly in accordance with the dictates of Islam. He went for the first pilgrimage in 1878 and in 1905, he proceeded for his second Pilgrimage.

During his stay at Mecca Moazmma and Madina Monawarra, he won the respect of noted scholars who visited him and received from him credentials and fatawa. He attained such eminence in this field that the scholars of the IndoPak sub-continent and also of the Islamic World acknowledged him as a great Jurist. The poet and thinker of the East, Dr. Mohammad Iqbal remarked, "Such a genius and intelligent Jurist did not emerge in this century".

The renowned,Thelogian-cum-politician Mawalana Abu-al-A'lla Mawdudi writes in his letter of 12th February, 1974 addressed to the editor of the Monthly Tarijuman-e-Ahli Sunnat Karachi, In my eyes the late Mawlana Ahmad Raza Khan was the bearer of religious knowledge and insight and was a respectable leader of the majority of Muslims."

The religious bend of mind of the saint in creed and law was un-alterably determined by the old traditional views. Though he

"DAROOD-O-SALAM"

MUHAMMAD SALEEM ULLAH JUNDRAN
(QADIRABADI) M.A. ENGLISH

Beloved Prophet is the soul & vital force of this universe
Who does not send upon him 'DAROOD',assuredly, degraded & worrse.

He will incur ill fame to his bad name
And must be rewarded with curse and shame.

Allah Almighty and all His angels send 'DAROOD-o-SALAM'
Offering it all the believers feel very jubilant & calm.

It was offered by Holy Prophet's all companions
We can't understand its refuters'false canons.

Their hearts have been sealed by an indelible stamp
But they cannot put out this enlightened lamp.

'SALAM' would be heard on much more extent
Its refuters must come to an abominable end.

Allah Almighty HImself has undertaken it
His opponents would be destroyed and hit.

Dear brother, if you wish Divine Favour
Send 'DAROOD-O-SALAM' with full fervour.

'DAROOD-O-SALAM' one fish used to listen
To her, for long hours, fuel failed to burn.

'DAROOD-O-SALAM' was even sent by the goats
Sacred book of Hadith all it quotes.

It was offered by the trees and the mountain
In the book of Hadith, you can see true and plain.

786/92

"KANZ-UL-IMAN"

MUHAMMAD SALEEM ULLAH JUNDRAN, (QADIRABADI).M.A. ENGLISH.

A'la Hazrat, the most authentic authority on "QURAN"
Whose most famous Urdu Translation, "KANZ-UL-IMAN".
Undoubtedly, it is only his Urdu Version
In Quranic worlds & their meanings, you wo'nt find contradiction.
In "KANZ-UL-IMAN", true Faith has been illuminated
NOt injuring GOD's Dignity, "THE QURAN" has been translated.
"KANZ-UL-IMAN", the embodiment of HOly Prophet's love & respect
In this context, no other Version can be presented as precept.
So many translations of the "QURAN" have been done
"KANZ-UL-IMAN", the best of all, you may comparison.
This Version, befittingly, conveys the verses real sense
Ala Hazrat's far-sightedness acknowledges the whole Jurisprudence.
"KANZ-UL-IMAN", according to authentic & current commentaries
Stands matchless and unique after so many centuries.
Ala Hazrat's Version raises respect of Revealed Book
Other translators, mainly, show their surface look.
In short, "KANZ-UL-IMAN", the most precious treasure of ISLAM
Unanimously, this credit goes to Ahl-e-Sunnah's great Imam.

Hazrat Hakim Syed Aziz Ghaus (Rahmatullah alaihe) was one of the respected and beloved disciples and spritual decendant (KHALIFA) of A'ala Hzrat. This has been revealed by the renowned scholar Allama Mahmood Ahmad Qadri in his compilation "Tazkira-e-Ulama-e-Ahlesunnat".

We are presenting his life sketch and achievements written by his able son Mr. Syed Raza-e-Ghaus in order to inform the readers that Imam Ahmad Raza was such a brilliant personality that those who acheived education and training from him also became famous in their respective fields.

Concludingly we express our gratitude to all those learned writers whose articles are being published in this issue and also to all our well wishers who have provided assistance to our institution financially and in the shape of valuable suggestions.

May Allah bless them all for this noble cause and also provide us courage and sincerity to carry on the torch of Real Knowledge and love for Prophet (Sallallah-o-alaih-e-Wasallam) to the farthest corners of this earth.

IDARA

Foreword

We are in the sixth year of publication of this English section in our Annual Publication ''MARIF-RAZA''. By the grace of Almighty Allah our endeavours have not only been appreciated by our valued readers but also attracted those Research Scholars whose medium of study is English Language. And despite the fact that not much has been written in English Language on the life and works of this great genius of the East - Imam Ahmed Raza Khan but somehow we have been able to secure English Articles from the writers of repute both from within the country and abroad.

In the issue in your hands, we are publishing a beautifully composed Naat by Mr. Mohammad Saleemullah Jundran, Professor of English Post Graduate Govt. College, Gujranwala and President of English Literature Society of the same college. By the same writer, is included in the issue a euology composed in praise of "KANZUL-IMAN", the unique translation of Quran-e-Hakim by Ala Hazrat.

Prof. G.D. Qureshi, a reasearch scholar of new castle University England had presented a paper on the life and achievements of Imam Ahmed Raza Bareilvi in a literary gathering at New Castle. We are reproducing the same for the benefits of our Readers which we have received with the courtesy of Haji Mohammed Ilyas Kashmiri, Chief Editor "Islamic Times", Edgeley, Stockport England.

"Life of a Saint" is the topic of a short essay written by a renowned writer Prof. Ishrat Hussain on the life and work of Imam Ahmad Raza Fazil-e-Bareilvi. We are publishing this with thanks to Monthly "Istequamat" Kanpur, India.

Prof. Dr. Syed Azhar Ali of the Department of Political Science, University of Karachi is renowned Scholar of Pakistan. In his article "The Role of Ahl-e-Sunnat School in Safe-guarding Muslim Communities Interest in India (Un-divided)" he has elaborated the impact of Imam Ahmed Raza's personality, his thought and writings on the politics of the subcontinent. He has proved with fact and figures as to how this great Imam, his disciples and followers provided safe guard to the interest of muslims as a whole in the Indo-Pak subscontinent in the face of deterant factor of Hindu Majority and their manipulatars.

CONTENTS

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

NAAT-E-RASOOL

(By : Imam Ahmed Raza Bareilvi)

How great is thy generosity, thou sovereign of holy realms (Bat'hs)
Never has a suppliant turned disappointed from the door.

The drop of thy bounty is like a river in spate,
An atom of thy benevolence corusciates like stars.

In liberality there is none like thee,
Thy river goes about in search of the thirsty.

The opulent are fed at thy door, such is thy almshouse,
The saints treat on their foreheads; the path leading to thee.

We humble denizens of the earth how can we imagine thy eminence?
The Flag Flutters on the throne of God.

The sky and the earth are thine open table and the whole world thy guest,
And who is the exalted host, thou and thou alone.

I shall call thou Master for thou are the Master's beloved,
In fact there is no mine and thine in love.

The eyes would be soothed, the heart fresh and lives brimful,
Thou true sun of generosity such is thy heart-alluring light.

Translated by: Sardar Ali Ahmed Khan

HOLY

QURA'N

Revealed at Mecca
THE OPENING

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ

(Allah in the name of The Most Affectionate, The Merciful)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

1. All praise unto Allah, Lord of all the worlds.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١﴾

2. The most Affectionate, the Merciful.

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾

3. Master of the Day of Requittal.

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣﴾

4. We worship You alone, and beg You alone for help.

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿٤﴾

5. Guide us in the straight path.

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٥﴾

6. The path of those whom You have favoured.

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

7. Not of those who have earned Your anger and nor of those who have gone astray.

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿٧﴾

MA'ARIF-E-RAZA

VOL. XII 1992

*

*

*

*

*

*

*

*

*

EDITORIAL BOARD

☐

IDARA-I-TAHQEEQAT-E-IMAM AHMED RAZA (Regd.)
234/7 3rd Floor Nasheman Building,
Maulana Din Mohammad Wafai Road (Stretchen Road),
Karachi - 74200.

Post Box: -89, Phone: 217737, Telegram ALMUKHTAR

MAARIF
-E-
RAZA

Vol. XII 1992

Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmed Raza (Regd),
234/7, 3rd. Floor, Nasheman Building, Stretchen Road, Karachi (Pakistan).